إن من البيان لسحرا
(الحدیث)

بزمِ شامزئی

کی تقریریں

بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ

یہ کتاب بنوری ٹاؤن میں بزم شامزئی کے تحت جمع کی گئی طلبہ کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو کہ ایک سو آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے جس میں مدارس اور اسکول و کالج کے طلبہ کی رہنمائی کی بھرپور کوشش کی گئی ہے



پسند فرمودہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ

مرتب
سید محمد رفیق آغا شاہ ڈیرزئی

مکتبہ امام محمد
سلام کتب مارکیٹ دکان نمبر ۱۳ بنوری ٹاؤن کراچی
03002714245 - 03453952881

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

جدید تصحیح شدہ ایڈیشن

بزم شامزئی

کی تقریریں

جلد اول

بیاد

شیخ الحدیث فقیہ العصر

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب بنوری ٹاؤن میں بزم شامزئی کے تحت جمع کی گئی طلباء کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو کہ ایک سو آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے جس میں طلباء کی رہنمائی کی بھرپور کوشش کی گئی ہے

پسند فرمودہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم العالی

رئیس و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

مرتب

سید محمد رفیق آغا شادمنزی

ناشر

مکتبہ امام محمد

0334-3455855,0300-2714245

قانونی مشیر: جناب محمد عامر راجہ ایڈوکیٹ

نام کتاب: بزم شافعی کی تقریریں جلد اول

مرتب: سید محمد رفیق آغا (فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

تعداد: 1100

ایڈیشن: ہشتم ۱۴۳۸ھ/2017ء

ناشر: مکتبہ امام محمد سلام کتب مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
0334-3455955,0300-2714245

ملنے کے پتے

مکتبۃ الحرم۔ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی	ادارۃ النور: بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ اسلامیہ: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ رشیدیہ: راولپنڈی
مکتبۃ الخلیج: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ رشیدیہ: کوئٹہ
مکتبہ لدھیانوی: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی	ندوۃ العلم
اسلامی کتب خانہ: بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی
ادارۃ المعارف، احاطہ دارالعلوم کراچی	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی

اسلامی کتب خانہ: قصہ خوانی بازار پشاور

نوٹ: ہم نے اس کتاب میں غلطی نہ ہونے کی حتی الامکان کوشش کی ہے لیکن پھر بھی بشری تقاضہ کے پیش نظر اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔
جزاک اللہ خیرا

انتساب

ہم اپنی اس حقیر کاوش کی نسبت
شہداءِ بنوری ٹاؤن کے نام کرتے
ہیں کہ جنہوں نے گلشنِ بنوریؒ کو
اپنے مقدس خون سے سیراب کیا

؎ وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نجانے کتنے ہیں

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

جانشینِ محدث العصر علامہ بنوریؒ بقیۃ السلف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدیر و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً:

بیان و خطابت، تبلیغ دین کا اہم ذریعہ ہے، دینی مدارس میں اس اہم فریضہ کو باقاعدہ تعلیمی سرگرمی کا حصہ شمار کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں تقریباً ہر جماعت کے طلبہ کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ ہفتہ وار انجمن میں حصہ لیں، ہفتہ وار انجمنیں، کلاسوں کی سطح پر ہوتی ہیں، تعلیمی سال کے اختتام کے قریب مرکزی سطح پر ایک انجمن منعقد ہوتی ہے جس میں ہر جماعت کے وہ طلبہ حصہ لیتے ہیں جو اپنی جماعت کی سطح پر پوزیشن حاصل کر چکے ہوں۔

اس آخری مقابلے کے لئے ہمارے ہاں باقاعدہ جامعہ کی مجلس تعلیمی کی طرف سے موضوعات دیئے جاتے ہیں، طالب علم نے اس موضوع پر خود تقریر کر کے مقابلے میں حصہ لینا ہوتا ہے، جو ایک اچھی خاصی محنت والا کام ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ بھی ایسی ہی تقاریر کا مجموعہ ہے جس میں مرتب نے وہ تقاریر شامل کی ہیں جو موصوف نے اپنی جماعت یا جامعہ کی سطح پر مختلف انجمنوں میں جمع کی ہیں، مجھے پورا مجموعہ دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا، البتہ یہ تقاریر عام طور پر اساتذہ کی تصحیح و ترمیم سے گذر کر اساتذہ کے سامنے اسٹیج پر سنائی جاتی ہیں، اس لئے مجھے اس مجموعہ کی صحت کا حسن ظن ہے، نیز مزید اعتماد کی بات یہ ہے کہ اس پر جامعہ کے بزرگ استاذ حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہم کی تقریظ بھی ہے۔

اس بنیاد پر اپنے عزیز طلبہ (مولوی محمد رفیق آغا اور مولوی حفیظ الرحمٰن چترالی) کی حوصلہ افزائی کے لئے الفاظ رقم کرتا ہوں اور امید و دعاء بھی کہ اللہ تعالیٰ ان سمیت تمام روحانی اولاد کو علم و عمل، تقریر اور تحریر و تالیف میں اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیتیں نصیب فرمائے آمین۔

وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

والسلام

عبدالرزاق اسکندر

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

۱۴۳۱/۴/۱ھ

۲۰۱۰/۳/۱۸ء



تقریظ

استاذ العلماء والمجاہدین، مفکر جہاد حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم

استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد:

اظہار مافی الضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے دین اور دنیا دونوں کی خدمت کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

ہمارے دینی مدارس کے طلبہ اپنے اساتذہ کی نگرانی میں مختلف انجمنوں میں شریک ہو کر فن خطابت سیکھ لیتے ہیں اور پھر فارغ التحصیل ہو کر دین اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔

دینی مدارس کے طلبہ ہفتہ وار انجمن میں جمعرات کے دن حصہ لیتے ہیں ہر طالب علم کو تقریر کرنے کے لیے ایک موضوع دیا جاتا ہے اور پھر اس کو بیان کرنے کے لیے تقریباً دس منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔

ہر طالب علم اپنے موضوع سے متعلق ''مواد'' اکٹھا کرتا ہے اور اسے یاد کرتا ہے اور پھر یاد سے اپنی تقریر دس منٹ میں سنا کر حاضرین سے داد تحسین حاصل کرتا ہے چونکہ ایک موضوع سے متعلق جامع مانع بیان کرنا ہوتا ہے۔

اس لیے طلبہ کرام اردو اور عربی ادب میں انتہائی جامعیت کے ساتھ اعلیٰ قسم کا مواد اکٹھا کرتے ہیں اور اس میں کمال کی حد تک پہنچ جاتے ہیں، سال بھر کے یہ عظیم الشان تقاریر کیسٹوں میں بھی محفوظ ہو جاتی ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود طلبہ کے دل و دماغ

سے یہ تقاریر اوجھل ہو جاتی ہیں اس طرح ایک اچھا سرمایہ ہاتھ سے نکل کر ضائع ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ ان تقاریر کو کتاب کی شکل میں محفوظ کر لیا جائے چنانچہ "بزم شامزئی شہید" کی ایک سو آٹھ تقاریر کو عزیزم مولوی محمد رفیق آغا اور مولوی حفیظ الرحمن چترالی نے جمع کیا ہے اور اسی نام سے کتاب کی شکل میں شائع کیا ہے۔

میرے خیال میں یہ ایک بڑی خدمت ہے اور اس کی بڑی وقعت ہے اس میں نوجوان طلبہ کے تازہ دماغ نے اردو ادب کے اعلیٰ شہ پارے جمع کئے ہیں اور ہر موضوع سے متعلق علمی مواد کا بڑا ذخیرہ پڑھنے سننے والوں کے لیے فراہم کیا ہے آیئے اور بلا تاخیر اس "بہارستان" سے فائدہ اٹھایئے۔

تَمَتَّعْ مِنْ شَمِيْمِ عَرَارِ نَجْدٍ
فَمَا بَعْدَ الْعَشِيَّةِ مِنْ عَرَارٍ

ترجمہ: نجد کے عرار نامی پھولوں کے سونگھنے سے فائدہ اٹھایئے کیونکہ مغرب کے بعد نہ ہم یہاں ہوں گے نہ یہ پھول ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے امین یارب العالمین

و صلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین.

مفتی محمد بن نور محمد یوسفزئی
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد انعام الحق قاسمی صاحب مدظلہ العالی
استاذ و مفتی جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

اما بعد! پورے عالم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے خطیب اور مقرر تھے اور اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کو انبیاء کا وارث بنایا ہے، اس لئے علمائے کرام تقریر و خطابت میں بھی انبیاء کرام کے وارث ہیں، دین کی نشر و اشاعت میں تقریر و خطابت کا جو اہم مقام ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، اسی لئے دینی مدارس میں نصاب کی مقررہ کتابیں پڑھانے کے ساتھ ساتھ جس طرح ایمانی، اخلاقی، دینی اور ذہنی تربیت کی جاتی ہے اسی طرح ہر جمعرات کو اساتذہ کرام کی نگرانی اور رہنمائی میں تقریر و خطابت کی مشق کرانے کے لئے مجالس منعقد کی جاتی ہے تاکہ طلبہ کے پوشیدہ جواہر اور صلاحیتیں ظاہر ہو جائیں اور وہ آنے والے زمانہ میں بہترین مقرر اور خطیب بن کر قوم کے لئے ھادی اور رہنما بنیں۔

تاہم بہترین اور مؤثر تقریر کے لئے موضوع کی مکمل تیاری کرنا، قرآن و سنت کے دلائل اور بزرگانِ دین کے واقعات، مناسب مثالوں اور بہترین اقوال سے تقریر کو مزین کرنا، فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے آسان اور سہل الفاظ کا انتخاب کرنا اور حاضرین کی ذہنی سطح کا لحاظ کرنا اور مقررہ وقت کے اندر اندر اپنی گفتگو کو مکمل کرنا بے حد ضروری ہے۔

ماشاء اللہ مولوی محمد رفیق آغا اور مولوی حفیظ الرحمن چترالی نے زیر نظر کتاب "بزمِ شامزئی کی تقریریں" میں طلبہ کو بیان و تقریر سکھانے کے لئے مختلف موضوعات پر تقریباً ایک سو آٹھ منتخب تقاریر جمع کردی ہیں، اگر ہونہار طلبہ اس کو یاد کریں تو میدان کو گرما سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور مرتبین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور امت مسلمہ کے لئے ان تقاریر کو ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

کتبہ
محمد انعام الحق
دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔
۴/۴/۲۰۱۱ء

عرضِ مرتّبین

الحمدلله الذی خلق الانسان و علمه البیان الذی جعل الخطابة شمساً منیرة و قمرا مضیاً لا یدرکه المحاق ولا الخسوف والصلوة والسلام علی افصح الفصحاء ابلغ البلغاء و سید الانبیاء والاتقیاء و علی اله و اصحابه الذین هم نجوم الهدایة.اما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بنی آدم پر اتنے زیادہ انعامات واحسانات ہیں کہ جن کو شمار کرنا کسی بشر کے بس کا روگ نہیں، جن کی حدود اور کناروں کو **وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها** جیسی قرآنی آیتوں نے وسعتوں کے سمندر میں گم کر دیا ہے، منعمِ حقیقی کے من جملہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت زبان ہے، پھر ربِ لم یزل نے زبان کو بیان کے جوہر سے آراستہ وپیراستہ کر کے حدِ کمال تک پہنچا دیا، نعمتِ خداوندی کے اس مرکب کو آسان الفاظ میں خطابت کہتے ہیں' فنِ خطابت کتنا اہم ہے؟ اور فضائل کی دنیا میں اس کا کیا مقام ہے؟ اس کا جواب پانے کے لیے خداوند قدوس کا ارشاد "**علمه البیان**" کافی اور شافی ہے، پھر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے "**ان من البیان لسحراً**" کہہ کر فنِ خطابت کو فضائل کے ثریا تک پہنچا دیا۔

خطابت مافی الضمیر کے اظہار کا ایک مؤثر ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ گرد وپیش میں اگر نظر دوڑائی جائے تو اس ملکہ کو حاصل کرنے کے لیے تقریباً ہر طبقے کے لوگ کوشاں نظر آتے ہیں' بالخصوص مدارسِ دینیہ اور اسکول وکالج کے طلبہ کے ساتھ تو خطابت کا تعلق بہت ہی گہرا اور قدیم رہا ہے چنانچہ مدارس اور اسکولوں میں خطابت کے سلسلے میں منعقد ہونے والی بزمیں اور مختلف پروگرام اور کونشنز اسی جذبے اور ولولے کی عکاسی کرتی ہیں، زیرِ نظر کتاب انہی جذبات کو جلا بخشنے کی ایک ابتدائی کوشش ہے۔

دراصل یہ کتاب مختلف بکھرے ہوئے خیالات اور منتشر افکار کا مجموعہ ہے، جن کا اظہار خطابت کے شہسواروں نے مختلف اوقات میں مختلف اسٹیجوں سے اپنے اساتذۂ کرام کی نگرانی میں بے باک اور بے لاگ انداز میں کیا ہے ان شاء اللہ یہ کتاب خطیبوں کی خطیبانہ آرزوؤں کو

پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوگی اور خطابت کے نشیب وفراز اور اتار چڑھاؤ سے روشناس کرانے میں ممد ومعاون ثابت ہوگی پس ہم نے ان منتشر خیالات کو جمع کرنے کی اپنے طور پر کوششیں شروع کردیں، جس میں ہمیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور ہم مختلف تقریریں جمع کرنے کی تگ ودو میں لگے رہے، حتیٰ کہ جب ہمارے پاس تقاریر کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوا تو ہم نے اس کو منظر عام پر لانے کا ارادہ کیا، اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں ہمیں مختلف کٹھن مراحل اور دشوار گزار حالات کا سامنا کرنا پڑا، کئی بار ہمیں مایوس بھی ہونا پڑا اور ہمارے حوصلے پست ہوئے۔

اس مقام پر ہم اپنے محترم ومشفق استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر قاری زبیر احمد صاحب چترالی دامت برکاتہم کو بھول جانا بڑی بے انصافی سمجھتے ہیں، جنہوں نے ہر موڑ پر ہماری بھرپور رہنمائی فرمائی اور وقتاً فوقتاً ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور ہمیں مایوسی کی گھٹاؤں سے نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازتے رہے، ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے استاذ محترم کے شکر گزار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی محنتوں اور کاوشوں کا بہترین سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین

جس طرح اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں استاذ محترم کے احسانات کو بھول جانا انصاف سے روگردانی کے مترادف ہے اسی طرح ان احباب کو بھول جانا بھی ناسپاسی ہوگی جنہوں نے اس کتاب کی تصحیح اور پھر تخریج حدیث جیسے اہم اور بنیادی مراحل میں ہمارے ساتھ اخلاص کا مظاہرہ کیا جن میں مولانا محمد عمران ولی صاحب، مولانا مسعود الرحمٰن صاحب، مولانا محمد یاسر صاحب اور مولوی عبدالستار قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی محنتوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین

اخیر میں ہم خالق السموات والارض کی بارگاہ احدیت وصمدیت میں دست بستہ دعا گو ہیں کہ وہ اس مجموعہ کو قبولیت خاص وعام اور مقبولیت تامہ کا شرف بخشے اور فن خطابت سیکھنے کا بہترین ذریعہ بنادے اور قارئین ومرتبین کے لیے جہنم سے نجات کا سبب بنادے۔

آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین.

محمد رفیق آغا و حفیظ الرحمٰن چترالی

معاون: خلیل احمد یوسف زئی

عظمتِ قرآن مجید

الحمدللہ الذی انزل الکتاب علی عبدہ والصلوۃ والسلام علی صاحب المعراج. اما بعد!

تعوذ: تسمیہ' قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ' و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔[1]

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
ہم ہوئے خوار مگر تارکِ قرآن ہو کر

میرے انتہائی معزز اساتذہ کرام! اور بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ لوگوں کے سامنے عظمتِ قرآن کے عنوان پر لب کشائی کرنا چاہتا ہوں۔

میرے عزیز دوستو! قرآن مجید وہ عظمت والی کتاب ہے جس کے اندر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ[2] (القرآن)

قرآن جس ذات کی طرف سے نازل ہوا وہ ذات بھی لاریب ہے اور وہ ہی ایسی ذات ہے کہ اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق بھی نہیں۔

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ[3] (القرآن)

وہ ایسی ذات ہے کہ پوری کائنات کی سلطنت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے: لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وہ ایسی صفات والی ذات ہے کہ پوری کائنات کے درخت "قلم" بن جائیں اور سمندر کے پانی روشنائی بن جائیں "جن" اور "انس" خالق کائنات کی صفات لکھنے والے بن جائیں پھر بھی خالقِ کائنات کی صفات ختم نہیں ہوں گی:

"وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ"[4]

---

[1] (مشکوۃ ج ---- ص ۳۱) [2] (سورۃ البقرۃ آیت ۲) [3] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵) [4] (سورۃ لقمٰن آیت ۲۷)

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ. (القرآن)

قرآن جس پیغمبر پر اترا وہ تمام انبیاء کا سردار ہے۔ اول الانبیاء و خاتم الانبیاء ہے۔

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ."[1] (القرآن)

وہ ایسا پیغمبر ہے کہ جس کی زندگی میں پوری انسانیت کے لیے زندگی گزارنے کا نمونہ موجود ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ."[2] (القرآن)

قرآن کو جو فرشتہ لے کر آیا ہے وہ فرشتہ تمام فرشتوں کا سردار جبرائیل امین ہے۔

"نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ."[3] (القرآن)

وہ ایسا فرشتہ ہے کہ معزز اور قوت والا ہے اور رب کائنات کے نزدیک مرتبہ والا ہے۔

"اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ○ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ."[4] (القرآن)

وہ فرشتہ امین بھی ہے، وہ رب کی طرف سے لیکر پیغمبر پر بغیر کسی ردوبدل کے نازل کرتا ہے۔

"مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ." (القرآن)

قرآن جن اوراق پر لکھا گیا وہ ورق بھی پاک اور صاف ہیں اور بلند مقام پر رکھے ہوئے ہیں۔

"فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ."[5] (القرآن)

قرآن وہ عظمت والی کتاب ہے جو پوری انسانیت کے لیے راہبر ہے۔

"كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ."[6] (القرآن)

قرآن سیدھی راہ دکھلانے والی کتاب ہے۔

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ."[7] (القرآن))

قرآن وہ عظمت والی کتاب ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب ہے

"تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا."[8] (القرآن)

---

[1] (سورۃ الاحزاب آیت ۴۰) [2] (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱) [3] (سورۃ الشعراء آیت ۱۹۳)
[4] (سورۃ التکویر آیت ۱۹، ۲۰) [5] (سورۃ عبس آیت ۱۳، ۱۴) [6] (سورۃ عبس آیت ۱۱، ۱۲)
[7] (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹) [8] سورۃ الفرقان آیت)

جب قرآن کریم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونا شروع ہوا تو کفار مکہ اور مشرکین مکہ کہنے لگے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بنایا ہوا کلام ہے' العیاذ باللہ لیکن رفتہ رفتہ قرآن کی عظمت کو ان تمام باطل طاغوتی قوتوں نے بھی تسلیم کیا' جب سرزمین مکہ پر قرآن کی عظمت کا ڈنکا بجا تو مشرکین مکہ پکار اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ محمد کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے تو میں قربان جاؤں اس مقدس و معظم کتاب پر کہ جس نے کفار مکہ اور مشرکین مکہ کو تین چیلنج دے کر اپنی عظمت کا لوہا منوایا اور واضح طور پر اعلان کرنے لگا:

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ."[1] (القرآن)

اے مجھے جھوٹا کہنے والو! اگر تم سچے ہو تو کائنات انسانی میں میری جیسی مثال پیش کرو تو اس پر کفار مکہ اور مشرکین مکہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔ قرآن نے پھر اعلان کیا اور کہا:

"قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ."[2] (القرآن)

اے دشمنانِ خدا! اگر تم میری مثال پیش نہیں کر سکتے تو دس سورتیں پیش کرو' اس پر بھی کفار عاجز رہے۔ قرآن نے پھر اعلان کر کے کہا:

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ."[3] (القرآن)

اے دشمنانِ خدا! اگر تم دس سورتیں بھی پیش نہیں کر سکتے ہو تو صرف ایک سورت پیش کرو۔ چودہ سو سال سے لے کر آج تک الحمدللہ ثم الحمدللہ قرآن عظیم کے اس چیلنج کو نہ کسی نے پورا کیا ہے اور نہ ہی کوئی پورا کر سکتا ہے، ان شاء اللہ۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نازل کردہ کتاب پر ایمان لا کر اس ایمان کے ذریعے جہنم کی آگ سے بچو کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

"فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ[4]

---

[1] (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۸) [2] (سورۃ ھود آیت ۱۳) [3] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۳) [4] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴)

أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ." (القرآن)

پھر میں کیوں نہ کہوں کہ

یاالٰہی! تو ہمیں عاملِ قرآں کر دے
پھر نئے سرے سے مسلمان کو مسلماں کر دے
وہ پیغمبر جسے سرتاجِ رُسل کہتے ہیں
اس کی امت کو ذرا تابعِ قرآن کر دے
یہی ہے آرزو یہی ہے تمنا کہ تعلیم قرآن عام ہوجائے
ہر پرچم سے اونچا پرچمِ اسلام ہوجائے

وما علینا الا البلاغ المبین

علومِ قرآنیہ

الحمد للہ الذی خلق الانسان و علمہ البیان والصلوۃ والسلام علی سید الإنس والجان. أما بعد!

تعوذ، تسمیہ: قال اللہ تبارک و تعالیٰ: الرحمن علم القرآن، خلق الانسان علمہ البیان، وقال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید فی مقام آخر: اقرأ باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان ما لم یعلم، صدق اللہ العظیم. (العلق، آیت ۱تا۵)

یہی ہے آرزو یہی ہے تمنا کہ تعلیم قرآن عام ہوجائے
ہر پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہوجائے

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام! اور بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! علم کی اس سے زیادہ اہمیت اور فضیلت کیا ہوگی کہ جب لگ بھگ چھ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پکارا اور سید الرسل پر وحی کا آغاز کیا تو سب سے پہلے جو اعلان عالم انسان کے سامنے کیا گیا' وہ پڑھنے پڑھانے کے بارے میں کیا گیا تھا' اگر میں قرآن پاک کے پہلے لفظ کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرار دے دوں تو بے جا نہ ہوگا' لیکن اگر آپ تخلیق انسانی سے پہلے تلاش کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا بیان کیا ہے تو آپ کی نظر سب سے پہلے علم ہی پر پڑے گی، ذرا قرآن پاک کو اٹھائیں اور دیکھیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے انسان کی خلافت کا اعلان کیا تو انہوں نے باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا: **اتجعل فیھا من یفسد فیھا**[1] تو زمین میں ایسے نائب بنائے گا جو زمین پر فساد کریں گے اور خون بہائیں گے ہم تسبیح کرتے ہیں تیری پاکیزگی کے ساتھ' مگر فرشتوں کو بتادیا گیا' اس میں شک

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۳۰)

نہیں کہ تم عبادت اور اطاعت میں بے مثال ہو۔ لیکن خلافت کے لیے علم کی ضرورت ہے، تم سارے کمالات کے باوجود علمی کمالات سے ناواقف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے علمی کمالات کے اظہار کے لیے اسماء کے بارے میں سوال کیا تو فرشتوں نے ان الفاظ سے معذرت کی: **سبحانک لا علم لنا** رب نے پھر فرمایا سنو! میرے اس بندے سے جس کو میں نے زمین پر خلافت دینے کا اعلان کیا ہے **یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ.** تو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بیان کر دیے اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس آدمی کو علم نہیں وہ آدمی نہیں، جانور ہے، جس گھر میں کوئی علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربہ ہے، جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک نہیں حیوانات کا جنگل ہے، کیوں کہ علم وہ عظیم صفت ہے جو انسانوں کو حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اور انہیں شرفِ انسانیت بخشی ہے، اس لیے خالق ارض و سمٰوات نے سب سے پہلے علم سکھانے کا اعلان کر دیا، حالانکہ حالات کے پیش نظر سب سے پہلے توحید کا اعلان ہوسکتا تھا، رسالت کا بھی ہوسکتا تھا، لیکن قرآن کا سب سے پہلا حکم پڑھنے کا تھا، قاضی ابوبکر بن عربی اپنی کتاب ''قانون التاویل'' میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے کلمات ستتر ہزار چار سو پچاس ہیں بلکہ قرآن کے علوم کی تعداد ستتر ہزار چار سو پچاس ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے ہر ہر حرف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے۔ پھر ظاہر و باطن کے لیے ایک حدِ آغاز ایک حدِ اختتام ہے، گویا کہ قرآن کے ہر حرف کے چار پہلو ہیں جب ۷۷۴۵۰ کو چار سے ضرب دیں گے تو قرآنی علوم کم از کم تین لاکھ نو ہزار آٹھ سو ہو جائیں گے۔ اس لیے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ کائنات میں کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان اس مقدس کتاب میں نہ ہو۔ لیکن آج کل ہم نے مغرب پرستوں کی تعلیم سے متاثر ہو کر قرآن سے منہ پھیر لیا ہے۔ مغرب کے تعلیم یافتہ طبقہ نے سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام سے گمراہ کرنے کے لیے مختلف سہارے لیے۔ کبھی کہا قرآن میں صرف قیامت اور دوزخ اور جنت کے بارے میں بتایا گیا ہے اس وقت قوم کو جدید علوم کی ضرورت ہے، مغرب کے تعلیم یافتہ طبقہ نے

علماء کرام پر الزام لگایا کہ ان کے نصاب میں کوئی خاص قسم کی تعلیم نہیں، سائنس نہیں، ریاضی نہیں، لیکن آؤ قرآن میں تمہیں بتاتا ہوں قرآن میں سائنس، ریاضی اور تاریخ بھی ہے، قرآن نے جتنے علوم بیان کیے ہیں، اتنے علوم دنیا کے کسی مذہب نے بیان نہیں کیے۔

سامعین محترم! آپ توجہ کریں تو میں آپ کو بتاتا چلوں:

(۱) قرآن میں علم نفسیات ہے — خلق الانسان عجولا

(۲) قرآن میں علم فلکیات ہے — الم تر کیف خلق اللہ سبع سمٰوات طباقا[۱]

(۳) قرآن میں علم ارضیات بھی ہے — واللہ جعل لکم الارض بساطا[۲]

(۴) قرآن میں علم جمادات بھی ہے — وجعلنا فی الارض رواسی ان تمیدبھم

(۵) قرآن میں علم مناظرہ بھی ہے — لَوْ کان فیھما الھة إلا اللہ لفسدتا[۳]

(۶) قرآن میں علم فرائض بھی ہے — یوصیکم اللہ فی أولادکم[۴]

(۷) قرآن میں علم ہیئت بھی ہے — أولم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض[۵]

(۸) قرآن میں علم حساب بھی ہے — لتعلموا عدد السنین والحساب[۶]

(۹) قرآن میں علم طب بھی ہے — شراب مختلف ألوانه فیه شفاء للناس[۷]

(۱۰) قرآن میں علم زراعت بھی ہے — افرأیتم ما تحرثون[۸]

(۱۱) قرآن میں علم سیاحت بھی ہے — قل سیروا فی الارض فانظروا[۹]

(۱۲) قرآن میں علم تصوف بھی ہے — ان اللہ یحب التوابین[۱۰]

(۱۳) قرآن میں علم تعبیر بھی ہے — و علمتنی من تاویل الاحادیث

(۱۴) قرآن میں علم کتابت بھی ہے — علم بالقلم[۱۱]

(۱۵) قرآن میں علم اوزان بھی ہے — واوفوا الکیل والمیزان[۱۲]

---

۱ (سورة نوح آیت ۱۵) ۲ (سورة نوح آیت ۱۹) ۳ (سورة الانبیاء آیت ۲۲) ۴ (سورة النساء آیت ۱۱)
۵ (سورة اعراف آیت ۱۸۵) ۶ (سورة یونس آیت ۵) ۷ (سورة النحل آیت ۶۹) ۸ (سورة واقعه آیت ۶۳)
۹ (سورة الروم آیت ۴۲) ۱۰ (سورة البقرة آیت ۲۲۲) ۱۱ (سورة اقراء آیت ۴) ۱۲ (سورة الانعام آیت ۱۵۲)

میرے واجب الاحترام دوستو! اب مغرب پرستوں کو پیغام دو کہ جس چیز کو تم علم سمجھتے ہو۔ وہ علم نہیں جہالت ہے' جس کو تم ترقی سمجھتے ہو وہ ترقی نہیں ذلت وپستی ہے۔ آؤ قرآن کے دامن سے چمٹ جاؤ' اور آؤ علماء حق کے دامن میں تمہیں ترقی ملے گی اور علم بھی ملے گا۔

قرآن نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا عادل پیدا کیا' حیدر کرار رضی اللہ عنہ جیسا بہادر پیدا کیا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا سیاست دان پیدا کیا' اگر ماضی قریب میں دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن نے محمود غزنوی جیسا جرنیل پیدا کیا' محمد بن قاسم جیسا فاتح پیدا کیا' اگر حال میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس وقت سب سے بڑا سرکردہ کفر سے ٹکرانے والا اسامہ بن لادن اور اس وقت کے مجدد ملا محمد عمر مجاہد اور اس وقت کے عظیم سیاستدان مولانا فضل الرحمٰن کو دیکھو' شیخ الاسلام حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید کو دیکھو' قرآن پاک کے علوم کو مان لو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے' اگر انکار کرو گے تو آپ کا اپنا نصیب ہے' مان لو گے تو جنت نصیب ہوگی انکار کرو گے تو جہنم قریب ہے' وقت بہت قلیل ہے' موضوع بہت طویل ہے' بندہ علیل ہے' مقابلہ شدید ہے اس لیے ان اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضانِ گناہ کو دو خبر محمد کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

حفاظتِ قرآن

الحمدللہ الذی انزل الکتاب و لم یجعل لہ عوجا والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین امابعد!

تعوذ، تسمیہ: قال اللہ تعالیٰ: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ا؎

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام! اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں نے آپ کے سامنے قرآن عزیز کی ایک آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، اللہ جانبین کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعین کرام! اللہ رب العزت نے زبور اتاری لیکن اس کی حفاظت کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں فرمایا، اللہ نے توریت اتاری لیکن حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے اتارے لیکن حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا، لیکن قربان جاؤں قرآن مقدس پر کہ جب اللہ نے قرآن مقدس کو اتارا تو اس کی حفاظت کا ذمہ انبیاء پر نہیں ڈالا، صحابہ پر نہیں ڈالا، اولیاء پر نہیں ڈالا، اتقیاء پر نہیں ڈالا، فقہاء پر نہیں ڈالا، شہداء پر نہیں ڈالا، بلکہ ارشاد فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون: القرآن

جس رب نے اتارا وہ رب اعلیٰ، جس فرشتے کے ذریعے اتارا وہ فرشتہ اعلیٰ، جس زبان میں اتارا وہ زبان تمام زبانوں میں اعلیٰ، جس امت پر اتارا وہ امت تمام امتوں میں اعلیٰ، جس نبی پر اتارا وہ نبی تمام انبیاء سے اعلیٰ، جس شہر میں اتارا وہ شہر تمام شہروں میں اعلیٰ، جس مہینہ میں اتارا وہ مہینہ تمام مہینوں میں اعلیٰ، جس رات میں اتارا وہ رات تمام راتوں میں اعلیٰ، قرآن مجید ایسے دور میں اترا جس میں فصاحت اور بلاغت اپنے عروج پر تھی۔ خصوصاً عرب کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر ناز و فخر تھا، بیک وقت ہزاروں کی تعداد میں اشعار یاد تھے، اپنے نسب ناموں کے علاوہ اپنے گھوڑوں کے نسب بھی یاد تھے۔ قرآن اترا تو کہنے لگے کہ یہ خالق حقیقی کا

ا؎ (سورۃ الحجر آیت ۹)

کلام نہیں بلکہ کسی ساحر کا کلام ہے۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ سلم کسی عجمی سے سیکھ کر ہم کو سناتے ہیں' لیکن عرش معلیٰ سے اعلان ہوتا ہے کہ میرے محبوب برملا اعلان کرو کہ:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله. (بنی اسرائیل آیت:۸۸)

جب یہ آیت اتری تو عرب کے شعراء وادباء کی مجالس میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ وہی شعراء وادباء جن کو اپنی ولولہ انگیزی پر ناز تھا' اب اس آیت کے نزول سے حیران رہ گئے' اس میں خطاب صرف عرب' عجم اور کرہ ارض پر بسنے والے انسانوں کو نہیں بلکہ جنات کو بھی قرآن کے مقابلے کے لیے چیلنج کیا گیا۔

سامعین کرام! جو بھی اپنے قوت حافظہ پر ناز کرتا تھا۔ اس کی بناپر آگے بڑھا اور اس کے مقابلے میں کلام پیش کیا تو اس کو منہ کی کھانی پڑی خواہ وہ مسیلمہ کذاب کی صورت میں ہو' جب یہ منحوس اس رحمانی چیلنج کرنے کے لیے آگے بڑھا تو کلام رحمانی کے مقابلے میں کلامِ شیطانی پیش کیا۔ **وَالْمُبَذِّرَاتِ زَرْعًا وَالزَّارِيَاتِ قَمْقًا وَالطَّاحِنَاتِ طَحْنًا وَالْعَاجِنَاتِ عَجْنًا' وَالْخَابِزَاتِ خَبْزًا وَالثَّارِدَاتِ ثَرْدًا' وَللَّاقِمَاتِ لَقْمًا وَإِهَالَةً وَ سَمْنًا** لفظی خاکہ آپ سمجھ گئے ہوں گے' دیگر خامیوں کے علاوہ ایک خامی یہ بھی ہے کہ یہ صفات مرد اور عورت میں شریک تھیں' جبکہ اس نے عورتوں کے ساتھ خاص کی ہیں آگے بڑھ کر یہی منحوس سورۃ فیل کے مقابلے میں لکھتا ہے: **اَلْفِيلُ مَا الْفِيلُ وَمَا اَدْرَاکَ مَاالْفِيلُ لَهٗ ذَنَبٌ قَصِيرٌ وَ خُرْطُوْمٌ طَوِيْلٌ** ایک اور بد بخت جس کا نام ہے ابن الراوندی' ۲۹۲ھ میں قرآن کے خلاف تاج الفرید نامی کتاب لکھ ڈالی' لیکن خود اس کا ہم مجلس اٹھتا ہے اور کہتا ہے ابن الراوندی تو نے جو کتاب تاج الفرید لکھی ہے یہ اس قابل بھی نہیں کہ میں اس سے جوتا بناؤں' ۱۰۹ھ میں ایران کا بڑا شاعر ابن مقفع سے میں نے پوچھا کہ اے ابن مقفع! تو نے قرآن کے خلاف کتاب لکھ دی اس پر کہ میرے گھر کا سال بھر کا خرچہ برداشت کرو۔ میرے لیے زندگی کی تمام ضروریات مہیا کی جائیں اور ایک طرف قلم دیا جائے' ایک سال کے بعد میں تمہیں کتاب حوالے کردوں گا' چھ

سال بعد لوگوں نے چاہا کہ ابن مقفع کو دیکھا جائے تو جاتے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں ایک طرف پھٹے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر پڑا ہوا ہے اور ابن مقفع نے اسی حالت میں قلم منہ میں پکڑا ہوا ہے' لوگ سوال کرتے ہیں۔ ابن مقفع تو نے کتاب نہیں لکھی؟ ابن مقفع جواب دیتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے جب بھی کوئی کلام لکھا اور کسی قرآنی آیت سے ملانا چاہا تو میری وجدانی کیفیت نے مجھے اس پر ملامت کیا' اس کے بعد اس نے توبہ کرلی' ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز جنرل لارڈ میکالے نے کہا کہ اے انگریزو! اگر مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتے ہو' ان کی جمعیت کو منتشر کرنا چاہتے ہو تو ان کے درمیان سے قرآن کو نکال دو' اس کے بعد انگریز اپنے ناپاک منصوبے پر عمل کرتے ہوئے میدان میں اترتا ہے اور کتب خانوں کو دریا میں بہاتا ہے' مساجد و مدارس کے قرآن خرید خرید کر جلاتا ہے۔ اس سلسلے میں انگریز کا ایک کارندہ ایک مدرس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ استاد سوال کرتا ہے کہ اے انگریز: کس غرض سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے کہ قرآن کو خرید کر تلف کرنا چاہتا ہوں' استاد نے کہا کہ تمام نسخے اس کے حوالے کردو' اس کے بعد بچے کو کھڑا کر دیتا ہے' وہ پورا قرآن سنا دیتا ہے' انگریز یہ دیکھ کر اپنے منصوبے کو ترک کر دیتا ہے' خدا نے صرف قرآن کے الفاظ کی حفاظت نہیں فرمائی' بلکہ معانی کی بھی حفاظت کرتے ہوئے اعلان فرمایا: **''لاتحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرآنه.''**[1] آپ کو معلوم ہے کہ علیٰ لزوم کے لیے آتا ہے یعنی اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت ہمارے ذمہ لازم ہے تو اس کے لیے اللہ نے ہر دور میں چیدہ چیدہ مفسرین پیدا فرمائے۔ تیسری صدی میں ابو عبید قاسم بن سلام اٹھتے ہیں ''تفسیر معانی القرآن'' غزائی لکھ دیتے ہیں' پانچویں صدی ہجری میں جار اللہ محمود بن عمر زمخشری ''کشاف'' لکھ ڈالتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں امام فخر الدین محمد بن رازی **"مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ الْمَعْرُوْفُ بِهٖ تَفْسِيْرِ كَبِيْر"** لکھ ڈالتے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں حافظ عبد اللہ بن احمد النسفی **"معالم التنزیل"** لکھ ڈالتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں ابو زید عبد الرحمٰن **"جواهر اللسان"** لکھ ڈالتے ہیں نویں صدی ہجری میں

---

[1] (سورۃ القمر آیت: ۱۶ ' ۱۷)

علامہ جلال الدین السیوطی اور علامہ جلال الدین محلی ''جلالین'' لکھ ڈالتے ہیں، گیارہویں صدی ہجری میں ابوالفضل وفیضی ''سواخ الالہام'' بے نقطہ تفسیر لکھ ڈالتے ہیں' بارہویں صدی ہجری میں شیخ اسمٰعیل تفسیر نام لکھتے ہیں' تیرہویں صدی ہجری میں شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ''تفسیر مظہری'' لکھ دیتے ہیں' چودھویں صدی ہجری میں تفسیروں کا جال بچھایا جاتا ہے اسکے علاوہ ''جامع البیان'' تیس ضخیم جلدوں میں' تفسیر ابن الجوزی ستائیس جلدوں میں ''تفسیر اصبہانی'' تیس ضخیم جلدوں میں ''تفسیر العقیب'' پچاس جلدیں ''ضخیم القفوینی'' تین سو ضخیم جلدوں میں، ''حدائق ذات بہجۃ'' پانچ سو ضخیم جلدوں میں ،علامہ وھبی زحیلی شامی کی تفسیر منیر اجزاء ۱۶ جلدوں میں، تفسیر معارف القرآن ۸ جلدوں میں، اسی طرح الوسیط، بحرالمحیط ،حاشیہ شہاب الدین، حاشیہ شیخ زادہ، الدرالمصون جیسے بے شمار علمی خزانے وقابلِ قدر تفاسیر موجود ہیں اور حال ہی جامعہ کے استاذِ حدیث مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہٗ نے ۸ جلدوں میں تفسیر قرآن مجید لکھ دی ہے اور انہی کے بقول کہ...... میں آج بھی ۳ ہزار غیر مطبوعہ صرف فارسی تفسیر موجود ہیں، اس کے علاوہ اور بھی اس وقت قرآن کی بے شمار تفاسیر موجود ہیں۔ آج تک کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ تفسیر کا دروازہ بند ہے بلکہ یہ ایک بحر بیکراں ہے غواص غوطہ زن ہو کر موتیاں نکالے گا اس کتاب میں آنکھ کی عبرت بین نگاہ سے کہ رہبر دنیا مظہر رہی ہے۔

کشتیوں کو سمندر میں دیکھا ہے لیکن
وہ کشتی کہ جس میں سمندر ہو وہ یہ ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

قرآن اور سائنس

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ: قل انظروا ما ذا فی السموٰت والارض. اما بعد

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے قرآن اور سائنس کے عنوان سے چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ حق بچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعین کرام! قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔**ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم** اور اسی قرآن کے ذریعے آج کی سائنس کو وجود ملا، اسی قرآن نے **و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی** میں علم سائنس کو بیان کیا ہے لیکن ہمیں سائنس اور قرآن کو ساتھ ساتھ چلانے کے لیے ایک اصول مدنظر رکھنا ہوگا اور وہ اصول یہ ہے کہ ہمیشہ سائنس کو قرآن سمجھنے کی حد تک استعمال کرنا ہوگا اور اگر ہم نے قرآن کو سائنس کے تابع بنادیا تو ذلت ورسوائی ہمارا مقدر ہوگی کیونکہ دنیا کا دستور ہے کہ سنار کے ترازوں پر کوئی پہاڑ جیسی وزنی چیز کو نہیں رکھے گا اور یہی مثال قرآن اور سائنس کی ہے کہ قرآن اعلیٰ ہے اور سائنس کو آج کی عوام نے سوچ و بچار کر کے بڑی مشکل سے ایجاد کیا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ سائنسدانوں کا اصل سربراہ ایک پرندہ ہے کہ جس کو دنیا ھدھد کے نام سے جانتی ہے کہ جس طرح سائنسدانوں نے بہت کوشش وکاوش کے بعد ایک مشین ایجاد کی ہے جس کی وجہ سے معلوم کیا جاتا ہے کہ فلاں مقام پر زیر زمین پانی ہے یا نہیں جبکہ ہدہد کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ جس مقام پر چونچ رکھتا تھا وہاں زیر زمین پانی نکل آتا تھا۔

سامعین کرام! قرآن میں اللہ رب العزت نے اٹھارہ ہزار علوم کو جمع کیا ہے ایک ان میں سے سائنس کا علم بھی ہے، یہ علم اللہ رب العزت نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو سکھایا **و علم آدم الاسماء کلھا** اس آیت میں الاسماء سے مراد علم الاشیاء ہے جس کو سائنس کہتے

ہیں جوں جوں انبیاء علیہم السلام آتے رہے اللہ رب العزت ان کو اس علم سے آشنا کراتے رہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے **و انزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس** کہ اللہ رب العزت نے لوہا بنایا کہ قوت والا ہے اور اس میں لوگوں کے لیے نفع ہے اور وہ نفع کیسے ہے ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا **و النا له الحدید** کہ ہم نے اس لوہے کو داؤد علیہ السلام کے لیے نرم کر دیا ہے اور داؤد علیہ السلام اس سے زرہیں بناتے تھے اس آیت سے سائنسدانوں نے یہ اخذ کیا کہ لوہے کو استعمال کرنے کے لیے اس کو گرم کرنا ضروری ہے تا کہ لوہا نرم ہو جائے، اسی طرح اللہ رب العزت نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام نے ہمارے بتائے ہوئے طریقے پر کشتی بنائی اور دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے **و اٰیة لهم انا حملنا ذریتهم فی الفلک المشحون و خلقنا لهم من مثله ما یرکبون** اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے انسانیت کے لیے کشتی بنائی ہے جس طرح کہ نوح علیہ السلام کے لیے بنائی تھی اس میں وہ سوار ہوئے تھے لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ دریا میں بھری ہوئی کشتی کی طرح خشکی میں بھی ہم نے ان لوگوں کے لیے ذریعہ مواصلات سواری فراہم کی تھی چنانچہ اس آیت سے ریل گاڑی اور نقل و حمل کی گاڑیاں لاتعداد سامان اور مختلف چیزوں کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والی گاڑیوں کی طرف اشارہ ہے اور ایک مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: **و الخیل و البغال و الحمیر لترکبوها و زینة و یخلق ما لا تعلمون** اس آیت میں جہاں گھوڑوں، گدھوں، خچروں کو سواری کے لیے اچھا بتلایا ہے وہاں تمام انواع نقل و حمل اور سواری کے جدید ذرائع بسوں، ٹرکوں، ٹرینوں اور ہوائی جہاز کی طرف اشارہ ہے، ایک اور مقام پر جنگی طیاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم** جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں اس سے قبل یہ عذاب نہیں آیا ہے لیکن آنے والے وقت میں یہ

عذاب ظاہر ہوگا چنانچہ **من فوقکم** سے طیاروں کی بمباری کی طرف اشارہ ہے اور **من تحت ارجلکم** سے بارودی سرنگ، زمینی تنصیبات اور مائنز کی طرف اشارہ ہے اسی طرح **ویقذفون بالغیب من مکان بعید** سے ٹیلی فون، ٹیلی گرام اور ریڈیو کی طرف اشارہ ہے اور **و اذا البحار سجرت** جس کی تفسیر حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے اُحْرِقَتْ نَارًا سے کی ہے پیٹرول اور تیل کی طرف اشارہ ہے۔

سامعین کرام! اگر ہم قرآن کو سمجھنے کے لیے سائنس کو استعمال کریں تو اس سائنس سے ہمیں فائدہ حاصل ہوگا اگر آپ توجہ کریں تو یہ بات آسانی سے آپ کی سمجھ میں آجائے گی کیونکہ قرآن میں آتا ہے **و ارسل علیھم طیرا ابابیل** کہ اللہ رب العزت نے ہاتھی والوں کو پتھروں کے ذریعے ہلاک کیا تھا لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آرہی تھی چنانچہ جب سائنس نے کلاشنکوف کی گولیاں ایجاد کیں تو **عین الیقین** کی وجہ سے **و ارسل علیھم طیرا ابابیل** کا مطلب سمجھ میں آگیا اور ایسے ہی قرآن میں آتا ہے **ولسلیمان الریح غدوھا شھر و رواحھا شھر** کہ سلیمان علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے ایک تخت سلیمانی عطا کیا تھا جس کے ذریعے سے وہ دور دراز تک سفر کرتے تھے لیکن عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی جب سائنسدانوں نے جہاز جیسے آلات سفر تیار کر لیے اور ہم نے دیکھ لیا کہ جہاز بہت کم وقت میں دور دراز کا سفر بڑے آرام سے کرتے ہیں تو ہمیں **ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر** والی آیت سمجھ میں آگئی لہٰذا سائنس کو قرآن کے تابع بنا کر استعمال کرنا درست ہے جسکی اجازت قرآن نے بھی اس انداز میں دی ہے۔ **انظروا ما ذا فی السموات و ما فی الارض.**

وما علینا الا البلاغ المبین

عظمتِ قرآن حکیم

الحمدللّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین. اما بعد!

تعوذ، تسمیہ: انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون

گمراہ نہ ملے گا تمہیں شیطان سے بد تر
اور ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بہتر
مؤمن کا یہ کردار ہے، مؤمن کی یہ پہچان
اخلاص میں ہو روح تو اخلاق میں ہو جان
ایمان کی بجلی ہو تڑپتے ہوئے دل میں
ایک ہاتھ میں تلوار تو ایک ہاتھ میں قرآن

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس مبارک محفل میں آپ کے سامنے عظمتِ قرآن پر لب کشائی کی جسارت کرنے لگا ہوں۔

سامعین کرام! میں نے جو آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس آیت میں خالقِ کائنات نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، چونکہ آسمان سے کتابیں تو اور بھی اتری ہیں، لیکن ان کتابوں میں جو خدائے وحدہ لاشریک لہ کے احکام تھے وہ سبکدوش ہو گئے اور آج ان کتابوں کو صحیح طور پر ثابت کرنے سے تاریخ عاجز ہے، لیکن ایک یہ لاریب اور لاشک کتاب ہے کہ جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر اتری تھی، وہی کتاب آج ہمارے سامنے ہے، آسمان سے "زبور" اتری تو غیر مسلموں نے اسے بدل ڈالا، اسی طرح "توریت" اتری اس میں بھی کفار نے اپنی گھڑی ہوئی باتیں ملا دیں، "انجیل" نازل ہوئی اسے بھی اصلی حالت پر رہنے نہیں دیا گیا اور دیگر صحیفے آسمان سے اترے، ان کو بھی ردوبدل کر دیا گیا قرآن میں بھی اہل باطل نے ردوبدل کرنا چاہا لیکن یہ تو وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کے لیے خدا تعالیٰ قرآن میں اعلان فرماتا ہے:

کلمت اللہ ان اللہ عزیز حکیم میں تو آن سے التجا کرتا ہوں اے ساری کتابوں کے سردار! مجھے ذرا میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جھلکیاں تو دکھاتا چل تو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے **وما ارسلنک الا رحمة للعلمین** کہہ کر رحمت کو بتا دیا **ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و ال ابراھیم** کہہ کر میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مصطفائی کی طرف اشارہ کر دیا، **محمد رسول اللہ** کہہ کر نام بتا دیا **یا ایھا المزمل** کہہ کر میرے نبی کی چادر کی شان دوبالا کر دی، **انما انت منذر و لکل قوم ھاد** کہہ کر میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہادی ہونے کو اونچا کر دیا، **انک لعلی خلق عظیم** کہہ کر ساری کائنات میں اخلاق کے اعتبار سے اونچا کر دیا **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** کہہ کر انسانیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کروا دیا۔

سامعین گرامی! قرآن کریم ہر موڑ پر ہماری مدد کرتا ہے، توحید کا مسئلہ آتا ہے تو پورا قرآن توحید کو بیان کرتے ہوئے نظر آتا ہے، شریعت کے ایک رُکن کو قرآن کھول کھول کر بتاتا ہے، جہاد کے احکام قرآن بتاتا ہے، تبلیغ کے احکام قرآن میں ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے احکام قرآن میں ہیں "معبود" ایک ہے، قرآن نے بتایا، مشکل کشا ایک ہے قرآن نے بتایا۔ لکڑی بنانے والا ایک ہے قرآن نے بتایا، انسان کو پیدا کرنے والا ایک ہے قرآن نے بتایا، ہر جگہ موجود ایک ہے قرآن نے بتایا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں قرآن نے بتایا، قیامت برحق ہے قرآن نے بتایا، نمازیں پانچ ہیں قرآن نے بتایا، رمضان کا مہینہ قرآن نے بتایا، بیویوں سے اچھا سلوک قرآن نے بتایا، والدین کے ساتھ اچھا سلوک قرآن نے بتایا، ہمسایہ کے حقوق قرآن نے بتائے، نکاح تک کے احکام قرآن نے بتائے۔

عزیزانِ من! قرآن کو جو پڑھے گا اسے بھی ثواب ملے گا اور جو سنے گا اسے بھی ثواب ملے گا اور جو شخص عزت سے اٹھا کر کسی اونچی جگہ رکھ دے گا تو اسے بھی ثواب ملے گا اور جو شخص کسی پڑھنے والے کو کوئی "تپائی" یا "غلاف" وغیرہ بنا کر دے گا، تب بھی اس کو ثواب ملے گا نماز میں پڑھے یا بغیر نماز کے سنے، خطبہ میں سنے یا خطبہ کے علاوہ۔ سنے، تراویح میں سنے یا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ.

ہم نے ہی یہ کتاب اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے اور جس کی حفاظت کا ذمہ وہ عزیز القہار لے لے تو پھر کس مائی کے لعل میں ہمت ہے کہ وہ قرآن کو بدل سکے، قرآن قراءت کے باب کا مصدر ہے اور پڑھنے کے معنی میں آتا ہے، اسے ہزاروں سینکڑوں لوگ چودہ صدیوں سے پڑھ اور سن رہے ہیں، لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں قرآن کے حافظ ملیں گے اور ہزاروں کی تعداد میں اس کی تفاسیر لکھنے والے ملیں گے، یہ قرآن اتنا بلند ہے کہ خود اپنی تعریف کرتا ہے **لا ریب فیه**، اس قرآن میں کوئی شک نہیں ہے کہ کائنات انسانیت میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے **لاریب** لاشک کتاب ہے تو قرآن جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ لاشک کتاب ہے، اس میں کوئی ایک علم نہیں ہے، بلکہ دنیا کا ہر فن اس میں آپ کو مل جائیگا، بڑے بڑے مفسروں نے قرآن کے سمندر میں غوطہ لگایا اور موتی حاصل کیے، غرض کہ چودہ صدیوں سے علماء قرآن میں غوطہ زن ہو رہے ہیں اور استفادہ کر رہے ہیں۔

سامعین کرام! قرآن ناطق ہے یعنی قرآن بولتا ہے قرآن اپنا بھی تعارف کراتا ہے اور اپنے نازل کرنے والے کی بھی عظمت کو بیان کرتا ہے اور جس پر نازل کی گئی ہے اس کا بھی تعارف کراتا ہے' آیئے ذرا قرآن سے ہم قرآن کی عظمت اور رب کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان معلوم کرتے ہیں' میں قرآن سے پوچھتا ہوں کہ اے قرآن تیرا نام کیا ہے' تو قرآن مجھے جواب دیتا ہے **بل هو قرآن مجيد** اور کہیں جواب دیتا ہے **يٰس والقرآن الحكيم** پھر میں نے قرآن سے سوال کیا کہ تو نازل ہونے سے پہلے کہاں رہا؟ تو قرآن نے جواب دیا **فی لوح محفوظ** پھر سوال کیا کہ تجھے نازل کس نے کیا؟ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے **تنزيل من رب العالمين** اے قرآن تو اترا کس پر؟ تو قرآن تڑپ کر کہتا ہے **نُزِّلَ على محمدٍ وهو الحق من ربهم** اے قرآن! مختصراً انداز میں ذرا مالک لم یزل کی توحید تو بتاتا چل؟ تو قرآن مجھے بڑے پیار بڑے محبت بھرے انداز میں رب کی توحید سمجھاتا ہے **ولو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر يمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت**

نفلوں میں سنئے ہر حالت میں ثواب کی بارش ہوتی رہے گی، اجر ملتا رہے گا، رحمت نازل ہوتی رہے گی۔

گرامی قدر احباب! اب ذرا اسلاف سے قرآن کی عظمت معلوم کرتے ہیں، کسی نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ امام صاحب آپ نے قرآن کو کیسا پایا؟ تو جواب دیا کہ میں قرآن مجید سے ہزاروں مسائل نکال چکا ہوں لیکن قرآن کا معنی اب بھی پورا نہیں ہوا۔ امام غزالیؒ سے پوچھا گیا کہ امام صاحب آپ نے قرآن کو کیسا پایا؟ تو امام صاحب نے بڑی عجیب بات کہی کہ قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ آسان تو اتنا ہے کہ آٹھ سال کے بچے کے سینے میں اُتر جاتا ہے اور مشکل اتنا ہے کہ چودہ سو سال سے علماء، مفتیان، مفسرین قرآن میں غوطہ زن ہیں، لیکن کوئی بھی اب تک سارے موتی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ قرآن کی عظمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں ایک مرتبہ خواب میں خداوند قدوس کی زیارت ہوئی تو میں نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ! آپ کو سب سے محبوب چیز کون سی ہے؟ تو جواب ملا کہ قرآن۔ پھر میں نے پوچھا کہ **فَهْمًا اَوْ بِلَا فَهْمٍ** میں قرآن سمجھ کر پڑھوں تب تجھے پسند ہے یا بغیر سمجھ کر پڑھوں تب تجھے پسند ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد! **فَهْمًا اَوْ كَانَ بِلَا فَهْمٍ** تو جو سمجھ کر پڑھے تب بھی مجھے پسند ہے اور بغیر سمجھ کر پڑھے تب بھی مجھے پسند ہے یہ ہے "قرآن کی عظمت"۔

سامعین کرام! آج کے بعد یہ عہد کر لیجئے کہ قرآن کو لے کر ساری دنیا پر چھا جائیں گے اور اس شعر کے مصداق بن جائیں گے کہ:

عظمت قرآں کی خاطر ہم جان نچھاور کر دیں گے
گر وقت نے ہم سے خوں مانگا تو ہم وقت کا دامن بھر دیں گے

وما علینا الا البلاغ المبین

نظامِ حکومت کے قرآنی اصول

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين. أما بعد! اعوذ، تسمیہ:

اس فکر میں غنچے زرد ہوئے اس فکر میں کلیاں سوکھ گئیں
آئینِ گلستان کیا ہوگا دستورِ بہاراں کیا ہوگا

جناب صدر مجلس اور میرے معزز سامعین کرام! آج کی اس بابرکت و پر رونق محفل میں بندہ جس موضوع وعنوان پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہے وہ موضوع "نظام حکومت کے قرآنی اصول" کے عنوان سے معنون ہے، رب لم یزل سدا حق کی صدا لبوں پر لانے کی توفیق عطا فرمائے!

سامعین کرام! آپ حضرات اس بات سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں کہ مملکت خداداد پاکستان ایک خالص نظریے کے تحت ایک اہم مقصد کے حصول کے لیے قالب وجود میں ڈھل گیا تھا، وہ مقصد یہ تھا کہ قیام پاکستان کے بعد مسلمانان پاکستان آرام وسکون کی زندگی گزار سکیں گے، اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے میں وہ آزاد ہوں گے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مسلمانان پاکستان کا خواب صرف خواب ہی رہا، ۶۵ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ خواب حقیقت کا روپ نہیں دھار سکا، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ مسرور زمانہ کی دھن میں ملفوف ہو گیا، اسلامی نظام کی آرزوؤں کا جذبہ ہر مغربی قربان گاہ کی بھینٹ چڑھایا گیا، ارباب اختیار نے اسلامی نظام کی بجائے سرمایہ دارانہ نظام میں عافیت محسوس کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک سودی قرضوں کے چنگل میں بری طرح پھنس گیا، کمر توڑ انفلیشن اور غذائی شارٹیج نے قوم کو ننگی بنا دیا اسی سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں ایک فیصد لوگ تو خواہشات کی تجوریاں بھر رہے ہیں، جبکہ عام لوگ فاقوں کی تاب نہ لاکر خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں، امن وامان عنقاء ہو گیا ہے قانون کی بالادستی نہ ہونے اور شخصی پالیسیوں نے ملکی منظر نامے کو بھیانک بنا دیا ہے۔

سامعین کرام!

اس گھمبیر صورت حال سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ نظام حکومت کے قرآنی اصول کو

نافذ کیا جائے جس کے نفاذ کی امید پر لاکھوں زندگیاں موت سے ہم آغوش ہوئی تھیں جس کے نفاذ کی خاطر برصغیر کی سرزمین شہداء کے مقدس خون سے سیراب کی گئی تھی۔

آیئے اس نظام کا ایک اجمالی نقشہ آپ کے سامنے رکھتا چلوں، قرآنی نظام حکومت کے اندر حاکمیت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے اور انسان کو حکومت کا اختیار خلافت کے طور پر ملتا ہے، ارشاد ہے:

ان الحکم الا للّٰہ، و قال تعالیٰ انّی جاعل فی الارض خلیفۃ

اس وجہ سے قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون منظور نہیں کیا جا سکتا ارشاد ہے:

ومن لم یحکم بما أنزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الکٰفرون

جبکہ موجودہ نظام حکومت میں اقتدار کا سرچشمہ عوام کو قرار دیا گیا ہے حکومت کا بنیادی مقصد یہ ہوگا کہ وہ عدل وانصاف قائم کرے

و اذا حکمتم بین النّاس ان تحکموا بالعدل

مسلمانوں کے لیے عبادت کی ادائیگی کا انتظام کرے

الذین ان مکنّھم فی الارض أقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و أمروا بالمعروف و نھوا عن المنکر

طرز حکومت آمرانہ نہیں شورائی ہوگا

و أمرھم شوریٰ بینھم (شوریٰ)

خزانہ حکمرانوں کے ہاتھوں میں قوم کی امانت ہے اس لیے نہ تو لوٹنے کی اجازت ہے اور نہ ہی لوٹنے والوں سے مفاہمت کے نام پر درگزر کرنے کی اجازت ہے۔

ان اللّٰہ یامرکم أن تؤدوا الأمانات الی اھلھا،

اتحاد قومیت کی بنیاد پر ہوگا اور اسٹیٹ کو تعصبات سے پاک کرنا ہوگا

انما المؤمنون أخوۃ (الحجرات)

سربراہ مملکت کا مسلمان راست باز اور بہتر صفات سے متصف ہونا ضروری ہے

لا ینال عھدی الظالمین

عدلیہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں دباؤ قبول نہیں کرے گی سوائے قانون شریعت کے کسی کی مداخلت قبول نہیں کرے گی۔

کونوا قوّامین بالقسط شہداء للہ ولو علیٰ انفسکم أوالو الدین والأقربین

اجتماعی دولت کی منصفانہ تقسیم حکومت کی ذمہ داری ہوگی تا کہ دولت صرف ایک فیصد طبقے تک محدود نہ رہے ارشاد ہے:

ماافاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین و ابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الأغنیاء منکم۔ (الحشر)

ملکی باشندوں پر نا قابل برداشت اور وسعت سے باہر ٹیکس لاگو نہیں کیا جائے گا

و یضع عنھم اصرھم والأغلال التی کانت علیھم.

دوسرے ممالک کے ساتھ کیے ہوئے معاہدات جو شرعاً جائز ہوں ان کی پابندی کی جائے گی بصورت دیگر معاہدے کے اختتام کا اعلان کر دیا جائے گا۔

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فأتموا إلیھم عھدھم الیٰ مدتھم

اگر وہ بدعہدی کرتے تو ارشاد ہے:

و اما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواءٍ

کسی غیر مسلم کو مملکت میں کلیدی عہدہ نہیں دیا جائے گا جو رموز مملکت سے متعلق ہو

لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالاً

آئین کی وہ دفعات جو براہ راست قرآن وسنت سے ماخوذ ہوں انہیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جا سکے گی

و تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہٖ

ناحق قتل عمد کا ارتکاب کرنے والا انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے گا

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ

کسی کا مال ہڑپ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل

چوری کرنے والے کو ہاتھ سے محروم کردیا جائے گا۔

والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما

کسی کی عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة. (النور)

تمام باشندوں کے لیے بہترین تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے گا۔

و یعلّمهم الکتاب والحکمة. (الجمعۃ)

محترم سامعین کرام!

یہ نظام حکومت کے قرآنی اصولوں کی ایک جھلک تھی، اگر ان اصولوں کو نافذ کیا جائے تو یہ ملک امن وآشتی کا گہوارہ بن سکتا ہے اگر حکومتی عمارت ان بنیادوں پر کھڑی کی جائے تو مہنگائی تو کیا زکوۃ وصول کرنے والا نہیں رہے گا اس کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

ولو ان أهل القری آمنوا و اتقوا لفتحنا علیهم برکٰت من السمآء والارض

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنی نظام نافذ کرنے اور اس کے فوائد سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وما علینا الا البلاغ المبین



توحید وشرک

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ' اما بعد! فاعوذ باللہ الخ بسم اللہ الخ

وانفقوا ممّا رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین و لن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلها واللہ خبیر بما تعملون۔[1] (القرآن)

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھا سینے میں
دل ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلمان بھول گئے
اذاں تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور!
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے ایک ضروری مسئلہ قرآن پاک کی روشنی میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ایسی تقریر' ایک ایسی بات' ایک ایسا مسئلہ' ایک ایسا وعظ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام نے کیا' وہ مسئلہ کتنا اہم ہوگا جس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام تشریف لائے' وہ بات کیوں نہ اہم ہو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے' پھر ایک نبی نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبی آئے' جس مسئلے کے لیے وہ مقدس حضرات آئے تھے وہ مسئلہ کتنا اہم ہوگا' !!! وہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں اور پھر اس نبی کو اس مسئلے کی وجہ سے لوگ پتھر ماریں' ہر پیغمبر کو اس کے گھر سے نکالیں' ہر نبی کو برا کہیں' ہر نبی کو گالیاں دیں' ہر نبی کے راستے میں کانٹے بچھائے

---

[1] (سورۃ المنافقون آیت ۱۰'۱۱)

جائیں ہر نبی کو اذیتیں دی جائیں اور اس کے بعد بھی وہ پیغمبر اس مسئلے کو نہ چھوڑیں، معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ ساری خدائی میں اس سے اہم مسئلہ کوئی نہیں کہ جس مسئلے کے لیے پہلے نبی بھیجے جائیں اور پھر ان انبیاء کو گھروں سے نکالا جائے اور ان انبیاء کے چہروں پر پتھر مارے جائیں اور ان کو برا کہا جائے، لیکن پیغمبر اذیتیں اٹھا کر تختہ دار پر لٹک جائیں، جیلوں میں جا کر، گھروں سے نکل کر بھی اس مسئلے کو نہ چھوڑیں معلوم ہوا کہ اس خدا کی خدائی میں اس سے بڑا مسئلہ کوئی اور نہیں اور وہ مسئلہ ہے مسئلہ توحید۔ میں اس موضوع پر کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

سامعین کرام! ہم زبان سے لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں، ہم زبان سے محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں، ہم زبان سے کہتے ہیں کہ توحید پر عمل کرنا بہت ضروری ہے، ہم زبان سے کہتے ہیں کہ ہم توحید کے قائل ہیں، ہم زبان سے کہتے ہین کہ توحید کے بغیر چھٹکارا نہیں ہو سکتا، لیکن ہمارے عمل اور عقیدے میں توحید کی وہ روح نہیں ہے جس کا تقاضا پیغمبروں نے کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ شرک کریں گے لیکن ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ ہم شرک کر رہے ہیں، ایک وقت ایسا آئے گا کہ شرک مکڑی کے جال سے بھی زیادہ باریک اور بے آواز ہوگا۔ لیکن پتا نہیں چلے گا کہ لوگ شرک کر رہے ہیں، ہم لوگوں نے صرف یہ سمجھا ہے کہ شاید اسی کو شرک کہتے ہیں کہ:

ایک پتھر کی مورت ہو، اس کو خدا کہا جائے۔

ایک پتھر کی مورت ہو، اس کو مشکل کشا کہا جائے۔

ایک پتھر کی مورت ہو، اس کو حاجت روا کہا جائے۔

ایک پتھر کی مورت ہو، اس کو رب کہا جائے۔

ایک پتھر کی مورت ہو، اس کو سجدہ کیا جائے۔

صرف یہ شرک ہے یہ بات بالکل غلط ہے تو لوگ پتھر کی مورتیوں کو پکارتے تھے اور آج پکارا جاتا ہے، ولیوں کو پہلے بھی پکارا جاتا ہے اب بھی پکارا جاتا ہے۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ پکارو تو کہتے ہیں کہ یہ ولی کا منکر ہے، یہ نبی کا منکر ہے، یہ نبی کا گستاخ

ہے یہ ولی کا گستاخ ہے یہ ولی کو نہیں مانتا' یہ نبی کو نہیں مانتا۔ یعنی اس زمانے میں کوئی پیغمبروں کا گستاخ نہیں کہتے تھے' مورتیوں کا گستاخ نہیں کہتے تھے تو معلوم ہوا کہ جو شرک آج کے زمانے میں ہے اس سے بڑا شرک کائنات میں پیدا ہی نہیں ہوا' مشرک خدا کو مانتے تھے' قرآن کہتا ہے:

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون۔[1] (القرآن)

کے کے مشرک شرک کرتے تھے لیکن جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تھے اور کشتی دریا کے درمیان میں جا کر ڈوبنے لگتی تھی تو وہ کہتے تھے اے اللہ! اس کشتی کو تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین له الدین۔[2] (القرآن)

اور اس کے بعد قرآن کہتا ہے کہ جس وقت وہ کشتی سے بچ جاتے تھے تو پھر اپنے بتوں میں مشغول ہو جاتے تھے' پھر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں کس نے بچایا تھا؟ اس کے ضمن میں ایک مسئلہ بڑا اہم ہے وہ یہ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ علماء دیوبند جو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں' یہ اولیاء کو نہیں مانتے تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اولیاء کو ماننے کا یہ طریقہ ہے کہ ان کو سجدہ کریں' اولیاء کو ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مشکل وقت میں پکاریں' اگر مشکل وقت میں کسی نبی اور ولی کو پکارنا جائز ہوتا تو میں یہ سوال کرتا ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تھے تو قرآن کہتا ہے کہ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کو پکارا تھا۔ اگر کسی نبی اور ولی کو پکارنا جائز ہوتا تو پیغمبر علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کہتے:

اے نوح علیہ السلام تو میرا باپ دادا ہے تو مجھے بچا۔

اے آدم علیہ السلام! تو مجھے بچا' اے زکریا علیہ السلام! تو مجھے بچا' اے شیث علیہ السلام! تو مجھے بچا' لیکن یونس علیہ السلام نے کس کو پکارا قرآن کا سترہواں پارہ کھولو' قرآن کہتا ہے:

---

[1] (سورۃ العنکبوت آیت ۶۵) [2] (سورۃ العنکبوت آیت ۶۵)

وذاالنون اذ ذھب مغاضبا فظنّ ان لن نقدر علیه فنادی فی الظلمٰت أن لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین.[1] **(القرآن)**

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رات کا اندھیرا ہے پانی کا اندھیرا ہے مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا ہے اس اندھیرے میں یونس علیہ السلام نے اللہ کے سامنے رو کر فرمایا:

لا اله الاّ انت سبحانک انی کنت من الظلمین.[2] **(القرآن)**

اے اللہ تیرے سوا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا تو معلوم ہوا کہ یونس علیہ السلام پیغمبر ہیں اور کسی پیغمبر کو پکارنا جائز ہوتا تو یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں پہلے گزرے ہوئے نبیوں کو پکارتے اور ان کی قبروں کو پکارتے معلوم ہوا کہ پیغمبروں نے اللہ کو پکارا ہے ہمیں چاہئے کہ ہم بھی ہر مشکل وقت میں اللہ کو پکاریں اور اللہ کے سوا کسی کو نہ پکاریں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

[1] (سورۃ الانبیاء آیت ۸۷) [2] (سورۃ الانبیاء آیت ۸۷)

محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ: الخ

نعوذ، تسمیہ، النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم[1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[2]

حضور آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا
سُتے چہروں کا زنگ اترا بجھے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نصیب فرمائیں۔

سامعین کرام! لوگوں میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ جو لوگ کسی سے دلی محبت کرتے ہیں تو اس کے تین بڑے اسباب ہوتے ہیں۔

پہلا یہ کہ اس کے کمال کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے۔

دوسرا یہ کہ اس کے جمال کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے۔

تیسرا یہ کہ اس کے احسان اور اس کی اچھائیوں کی وجہ سے اس سے محبت کی جاتی ہے۔

محبت کا پہلا سبب کمال:

میرے دوستو! ہزاروں لوگ ایسے گزرے ہیں جن کو ہم نے دیکھا نہیں، لیکن ہم ان کے کمال کی

---

[1] (سورۃ احزاب آیت ۶) [2] (بخاری ۱/۷)

وجہ سے ان کی تعریف کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو جو کمالات فرداً فرداً عطا کیے تھے وہ سارے کمالات رب کائنات نے خاتم النبیین سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے ہیں۔

میرے واجب الاحترام دوستو!

حضرت آدم علیہ السلام میں خلق کا کمال تھا، حضرت شیث علیہ السلام میں معرفت کا کمال تھا،
حضرت نوح علیہ السلام میں جوش تبلیغ کا کمال تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ولولہ توحید کا کمال تھا،
حضرت موسیٰ علیہ السلام میں جلالیت کا کمال تھا، حضرت داؤد علیہ السلام میں آواز کا کمال تھا،
حضرت ایوب علیہ السلام میں صبر کا کمال تھا، حضرت یوسف علیہ السلام میں حسن کا کمال تھا،
حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں زہد کا کمال تھا،

میرے دوستو! یہ سب کمالات جو تمام انبیاء میں فرداً فرداً موجود تھے یہ سب کمالات اکیلے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے، حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمالات کسی میں نہیں، مگر دو چار

محبت کا دوسرا سبب جمال:

بعض لوگ کسی سے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو ہم اپنے پیغمبر سے کیوں محبت نہ کریں کہ جس کے اندر حسن و جمال بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔

سامعین کرام! آؤ دیکھیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک رات میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا' چودھویں رات کا چاند خوب روشن تھا' میں نے سوچا کہ آج دیکھوں کہ آیا چاند کی روشنی زیادہ ہے یا میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے چہرے کی روشنی زیادہ ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نظر چاند کو دیکھا' ایک نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھا' ایک نظر چاند کو دیکھا' ایک نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھا تو بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ چاند کے چہرے پر چھائیاں ہیں اور میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ صاف اور روشن ہے۔ تبھی تو شاعر کہتا ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے چہرے پر چھائیاں' مدنی کا چہرہ صاف ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جب میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا، میرے آقا کا چہرہ دیکھا، میرے پیغمبر کا چہرہ دیکھا تو ایک دم پکار اٹھے اور یہ شہرۂ آفاق شعر پڑھا

وَ أَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ
وَ أَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

کہا جاتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، مگر جن پاکیزہ انسانوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو دیکھا تو انہوں نے اپنی گردنیں کٹوادیں۔

اگر حسن و جمال محبت کا سبب ہے تو آپ حسن و جمال کے عظیم ترین شاہکار ہیں' لہٰذا آپ علیہ السلام سے بے انتہاء محبت کرنی چاہیے۔

محبت کا تیسرا سبب احسان:

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن سے محبت کرتا ہے، دنیا میں کوئی تو صرف اپنی اولاد پر احسان کرتا ہے، کوئی صرف اپنے دوستوں پر احسان کرتا ہے، کسی کا احسان ایک فرد پر ہوتا ہے، کوئی خاص طبقے پر احسان کرتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین تھے، اسلئے آپ کے احسانات بھی ہر ہر طبقے پر، ہر فرد بشر پر ہیں۔ اگر آپ غور کریں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو ساحر اور مجنون کہا گیا تو کس لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر غلاظت ڈالی گئی تو کس لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا تو کس لیے؟

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یہ ساری مصیبتیں اور پریشانیاں امت کی خاطر برداشت کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ مال کی تھی اور نہ عہدہ اور منصب کی، بلکہ آپ کی خواہش تھی تو صرف یہ تھی کہ انسان جہنم کا ایندھن بننے سے بچ کر جنت کا حقدار بن جائے، جس پیغمبر نے ہمارے لیے اتنی تکالیف برداشت کیں کیا اس پیغمبر کا یہ حق نہیں کہ اس سے دلی محبت کی جائے؟ میں اس شعر پر اپنی تقریر ختم کروں گا۔

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اگر اسی میں کوئی خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا[1]

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَ لَقَدْ اُوْذِیْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا یُوْذِیْ اَحَدٌ، الحدیث[2]

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ لوگوں کے سامنے اس جلیل القدر اور رفیع الشان ہستی کے تذکرے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جو اگر ایک طرف تاریخ انسانی کا سب سے بڑا غم خوار اور عظیم محسن ہے تو دوسری طرف تاریخ ظلم وجور کا سب سے ستم رسیدہ اور سب سے زیادہ مظلوم ومکروب بھی ہے۔ آج میں اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی داستانِ دلخراش سناؤں گا۔

سامعین محترم! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں عالم انسانیت سسک رہی تھی۔ گلشن ارضی ماتم کدہ بنا ہوا تھا، ہر طرف ظلم وجور اور جبر وتشدد کی تند وتیز ہوائیں چل رہی تھیں، کمزوروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، معصوم بچیوں کو زندہ درگور کیا جا رہا تھا، مظلوم عورتوں کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھا جا رہا تھا اور انسانیت تباہی و بربادی کے آخری نشان تک پہنچ چکی تھی کہ اچانک رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور عرب کے تپتے ہوئے صحرا میں اس نبی امّی کا ظہور ہوا جو سارے جہاں کا درد اپنے دل میں سمیٹے ہوئے تھا، جو انسانیت کا غم خوار اور مظلوموں کا مددگار، یتیموں کا والی اور غلاموں کا مولیٰ تھا، چنانچہ اس ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظلم وستم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، بگڑتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کی اور تڑپتی ہوئی انسانیت کی مسیحائی کی۔

---

[1] (سورۃ الکہف آیت ۶) [2] (ترمذی ۷۰/۲)

سامعین! ایسی عظیم ہستی ایسی پاکیزہ ہستی تو اس قابل تھی کہ اسے سینوں سے لگایا جاتا، اسے پلکوں میں بٹھایا جاتا، اس کے پاکیزہ بیان کا احترام کیا جاتا، اس کے مقدس پیغام کو سمجھا جاتا، اس کی بے چینی اور تڑپ کو محسوس کیا جاتا، مگر یہ خود غرض دنیا، انسانیت کی دشمن دنیا ظلمت کی پرستار دنیا یہ کیونکر برداشت کر سکتی تھی، چنانچہ یہ چرخ نیلی اس بات پر شاہد عادل ہے کہ جب وہ عالم کا مسیحا مظلوموں کا مددگار، یتیموں کا والی غلاموں کا مولی اس کائنات میں جلوہ گر ہوا تو اسی دم نفرت اور تعصب کے شعلے بھڑکنے لگے، صلابت و سنگدلی کی انتہا ہوگئی، ستم کوشی اور احسان فراموشی کا نیا ریکارڈ قائم ہوا، یعنی لوگ اپنے محسن و مسیحا کی دل آزاری وایذاءرسانی میں مشغول ہو گئے، ایک طرف تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی تو دوسری طرف سارے شیطانی چیلے اور طاغوتی لشکر تھے۔

سامعین کرام! کیا یہ تاریخ انسانی کی عجیب ستم ظریفی نہیں ہے؟ کیا یہ دامن انسانیت پر بدنما داغ نہیں ہے؟ کیا یہ شرافت وصداقت کا قتل عام نہیں ہے؟ کہ وہ ذات جو لوگوں کی ہدایت کے لیے تڑپتی رہتی تھی، لوگ اسے پتھر مارتے تھے، وہ ذات جو لوگوں کی کامیابی کے لیے دعا نیم شی کرتی رہی لوگ اس کو قتل کرنے کیلئے گھات لگاتے رہے، وہ ذات جس نے عورتوں کو سماج میں باعزت مقام بخشا انہی عورتوں میں سے ایک بدبخت عورت اسے زہر کھلا کر اپنے بدبختانہ کردارہ کا مظاہرہ کرتی رہی لیکن لاکھوں سلام ودرود ہوں اس محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو یہ تمام کچھ سنتارہا، سہتارہا پھر بھی ان کی کامیابی کے لیے تڑپتارہا سلگتارہا، پگھلتارہا۔

سامعین کرام! آج میں ان نکتہ چینوں اور احسان فراموشوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تڑپتی ہوئی انسانیت کی غم خواری کس نے کی؟ نفرت کی آندھیوں میں شمع الفت کس نے جلائی؟ معصوم کلیوں کو مسکرانے کا حق کس نے عطا کیا؟ مظلوم عورتوں کو باعزت مقام کس نے دیا؟ گالیاں سن کر دعائیں کس نے دیں؟ اپنے قاتل کی جان بخشی کس نے کی؟ اور اپنے دشمن اعظم کے گھر کو دار الامان کس نے بنایا؟

بتاؤ اے ظالمو! مذہبی اداروں میں شخصیت پرستی کی بجائے خدا پرستی کس نے قائم کی؟

سائنس میں فطرت پرستی کی بجائے تسخیرِ فطرت کا سبق کس نے دیا؟ سیاسیات میں شہنشاہیت کی بجائے عوامی حکومت کا راستہ کس نے دیا؟ بتاؤ خاموش کیوں ہو؟ دنیا والوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ سنو! غور سے سنو! تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ تمام چیزیں انسانیت کو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جس کی طرف حقیقی طور پر ان کارناموں کو منسوب کیا جا سکے۔

وما علينا الا البلاغ المبين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم هو الذی بعث فی الأمیین رسولا منهم یتلو علیهم ایاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین[1]. و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انما بعثت معلما[2]

میرے انتہائی قابل قدر واجب التکریم اساتذہ کرام، بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج اس بابرکت، باوقار محفل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم کو موضوع سخن بنا کر لب کشائی کروں گا۔

میرے دوستو! اللہ جل شانہ نے ابتداء آفرینش سے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے ہمیشہ ہر زمانے میں معلم اعظم، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک دو سلسلے جاری رکھے، ایک آسمانی کتابوں کا دوسرا اس کی تعلیم دینے والے رسولوں کا، جس طرح محض کتاب نازل فرما دینا کافی نہیں سمجھا، اسی طرح محض رسولوں کے بھیجنے پر بھی اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ دونوں سلسلے برابر جاری رکھے، اللہ جل شانہ کی اس عادت اور قرآن کریم کی شہادت نے قوموں کی صلاح وفلاح کے لیے ان دونوں سلسلوں کو یکساں طور پر جاری فرما کر ایک بڑے علم کا دروازہ کھول دیا کہ انسان کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے نہ صرف کتاب کافی ہے نہ کوئی مربی انسان، بلکہ ایک طرف آسمانی ہدایت اور الٰہی قانون کی ضرورت ہے، جس کا نام کتاب یا قرآن ہے، دوسری طرف ایک معلم اور مربی انسان کی ضرورت ہے جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسان کو آسمانی ہدایت سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے، کیونکہ انسان کا اصلی معلم انسان ہی ہو سکتا ہے، کتاب معلم یا مربی نہیں ہو سکتی، ہاں تعلیم وتربیت میں معین و مددگار ضرور ہے۔

سامعین محترم! چنانچہ معلم اعظم، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

---

[1] سورۃ الجمعۃ [2] مشکوۃ ص ۳۶

سے قبل یہ دنیا کفر وضلالت کی تاریکیوں میں چھپ چکی تھی، ہر طرف جبر واستبداد کا دور دورہ تھا، کفر وشرک انسانیت وقت کی اعلیٰ تہذیب تصور کی جاتی تھی، سب سے بڑا مشرک وقت کی مہذب ترین شخصیت سمجھی جاتی تھی۔ ایک ایسی سوسائٹی معرض وجود میں آئی تھی، جس میں اسلام کا نام جرم عظیم تصور کیا جاتا تھا، جس میں بسنے والی قوموں کے پاس اپنے طرز زندگی کو راہ حق پر ڈالنے کے لیے کوئی آئین یا قانون نہیں تھا، اب اس کٹھن و پرفتن دور میں ظلمت میں گری ہوئی، سوسائٹی کے لیے ایک ایسے لاء اور آئین کی ضرورت تھی، جس لاء اور آئین کے تحت گری ہوئی قوم زندہ جاوید ہو جائے، چنانچہ احکم الحاکمین نے کفر وضلالت کے اندھیروں میں پڑی ہوئی قوم کو ایمانی دولت سے نوازنے کے لیے قرآن مجید کی شکل میں ایک قانون اور دستور دیا اور اس دستور و قانون سے لوگوں کو آگاہ کرنے اور ان کے مطابق طرز زندگی بسر کرنے کے لیے رب لم یزل نے معلم اعظم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کر کے اعلان فرمایا:

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم ...... (الخ)

کہیں فرمایا: **کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایاتنا (الی اخره)**

کہیں فرمایا: **لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا (الی اخره)**

کہیں فرمایا: **و انزل الله علیک الکتاب والحکمة و علمک (الی اخره)**

کہیں فرمایا: **و انزلنا علیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم (الی اخره)**

کہیں فرمایا: **و انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شی (الی اخره)**

اسی طرح معلم اعظم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دیا ہوا قانون لیکر ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[1] میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

محترم دوستو! معلم اعظم کی بعثت اور تعلیم کے مقاصد کیا تھے مقاصد سن لیجئے:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و تعلیم کے مقاصد جہاں قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں، وہاں صراحتاً ان چار چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے (۱) تلاوت (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم

---

[1] مشکوۃ ص ۳۶

حکمت (۴) تزکیۂ نفوس۔ معلم اعظم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح دنیا کو آسمانی قانون عطاء کیا، نیا علم حکمت عطا کیا، اس طرح نئے اخلاق، نئے جذبات، وکیفیات، نیا یقین و ایمان، نیا ذوق وشوق، نئی بلند نظری، نیا جذبۂ ایثار، نیا شوق آخرت، نیا جذبۂ زہد وقناعت، دنیا کی متاع حقیقی، دولت فانی کی تحقیر، نئی محبت والفت، حسن سلوک و ہمدردی ومواسات، مکارم اخلاق اسی طرح سے نیا ذوق عبادت، خوف، خشیت، توبہ وانابت، دعاء وتضرع کی دولت عطا فرمائی اور انہیں خصوصیتوں کی بنیاد پر ایک اسلامی سوسائٹی اسلامی معاشرہ اور دینی ماحول قائم ہوا جس کو عہد رسالت اور عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لفظ سے عام طور پر تعبیر کیا جاتا ہے۔

سامعین محترم! صحابۂ کرام ان مقاصد وتعلیمات نبوی کے کامل ترین نمایندہ اور بہترین نمونے تھے۔ اگر ان شعبہائے نبوت کو عام زندگی میں جلوہ گر دیکھنا ہو تو صحابۂ کرام کی جماعت کو دیکھ لیا جائے، یہ معلم اعظم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تعلیم یافتہ جماعت تھی جس کے متعلق خلاق عالم نے فرمایا: **والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم الی آخره** کہیں فرمایا: **اولئک الذین صدقوا و اولئک هم المتقون.** بلکہ رب لم یزل نے معلم اعظم کی تعلیم یافتہ جماعت کو آنے والے بندوں کے لیے معیار حق ٹھہرا کر اعلان فرمایا:

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقداهتدوا و ان تولوا فانما هم فی شقاق.

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین



سیرتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین. اما بعد!

تعوذ، تسمیہ: لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ (الآیۃ)

سامعین کرام! میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس عنوان پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد۔

محترم سامعین! میں نے جو آیت مبارک آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتلاتے ہوئے مؤمنین سے فرمارہے ہیں کہ یاد کرو اس وقت کو جب میں نے تمہارے اندر ایک شخص کو نبی و رسول بنایا جس کا کام یہ ہے کہ تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اس آیت کی روشنی میں چار باتیں معلوم ہوتی ہیں جو چار باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنے کا مقصود اصلی کہلاتی ہیں، سب سے پہلی بات **یتلوا علیھم ایاتہ** تلاوت آیات، جو قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا کرتا تھا ان آیات کو پڑھ کر تلاوت کر کے لوگوں کو سنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے کا مقصد تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی تھے جس ملک میں پیدا ہوئے وہ ملک عرب تھا جس قبیلہ میں پیدا ہوئے وہ قبیلہ عربی زبان اور عربی ملک کا سرچشمہ تھا اس لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات تلاوت فرماتے تو مشرکین مکہ بھی ان کے معنی بخوبی سمجھ لیتے تھے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے خوب خوب سمجھ لیتے تھے اگلا مرحلہ تھا کہ انسانی نفوس کا تزکیہ کیا جائے اندرونی بیماریوں کا علاج کیا جائے تاکہ ہر کلمہ گو انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکے اور یہ قرب تب حاصل ہوگا جب انسان روحانی بیماریوں سے محفوظ ہوگا دوسرا

عظیم مقصد، جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔یہی تزکیہ نفس تھا فرمایا و
یُزَکِّیْھِمْ تیسرا مقصد جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔اس کو قرآن یوں
بیان کرتا ہے **وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ** کتاب کی تعلیم دینا قرآن مجید کی تعلیم دینا۔رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث ہے **اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا**[1] میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

محترم سامعین! تعلیم کے دو طریقے ہوا کرتے ہیں سرسری طور پر کسی چیز کی تعلیم دینا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بات کی گہرائی کی تعلیم دی جائے۔ **یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ** کا مقصد یہ ہے کہ کتاب کی تعلیم دی جائے ایسی تعلیم کہ ہر آدمی اس کو سمجھ سکے یہ انداز تعلیم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد تھا چوتھا مقصد جس کی بجا آوری کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے قرآن اس کو الحکمۃ سے تعبیر کرتا ہے حکمت اسرار و رموز کو کہا جاتا ہے ہر حکم کی حکمت بتانا۔مثلاً نماز فرض اس کے فرض ہونے میں حکمت کیا ہے؟ اس کی تعلیم دینا، زکوۃ فرض ہے اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے، یہ بتانا روزہ فرض ہے اس کی فرضیت میں کیا حکمت ہے، اس بات کی تعلیم دینا الغرض ہر ایک حکم کی حکمت سے آگاہ کرنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود تھا چونکہ انسان کی طبیعتوں میں فرق ہوتا ہے کچھ باصلاحیت افراد ہوتے ہیں کچھ ادنیٰ صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں اس لیے تعلیم وحکمت فرما کر بتا دیا کہ تعلیم تو ہر کسی کو دی جاتی ہے، البتہ حکمت ان کو بتائی جاتی ہے جو اس بات کے اہل ہوں۔

سامعین کرام! ان چار مقاصد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اصولوں اور مقاصد کی روشنی میں ایک جماعت تیار کی۔جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کہا جاتا ہے آپ اپنے اہداف و مقاصد میں سو فیصد کامیاب ہوئے ان اصولوں کو اپنا کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے افق عالم پر اپنا نام چمکا دیا لیکن ہم نے ان اصولوں سے انحراف کیا تو خاک کے ذرے کی مانند ہماری حیثیت ہو گئی لیکن تحدیث بالنعمہ کے طور پر میں ذاشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ الحمد للہ ایک گروہ اب بھی وہ ہے جو انہی مقاصد پر محنت

---

[1] (سنن ابن ماجۃ ص ۲۱ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

کر رہا ہے ایک جماعت اب بھی موجود ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کی روشنی میں ائمہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شرک و بدعت کی فیکٹریوں کو نیست و نابود کرنے میں مصروف عمل ہے جس کو دنیا علماء دیوبند کے نام سے جانتی ہے اس کے برعکس آپ کو دنیا میں اور خصوصاً انڈیا و پاکستان کی دھرتی پر ایسے گروہ ملیں گے جنہوں نے صرف ولادت رسول کو مقصد اصلی بنالیا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن کو خوشی کا دن بنانا اپنا مقصود اصلی بنا دیا وہ اس بات کو بھول گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف آخر کس مقصد کے لیے لائے کیا ان کا آنا صرف اسی لیے تھا کہ ان کی پیدائش کے دن خوشی کا اظہار کیا جائے جلوس نکالے جائیں جلسے کر دیے جائیں اگر ان کا یہی مقصد تھا تو بتایئے تریسٹھ سالہ زندگی میں اور تیس سالہ دور نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کی خوشی کا جلوس کیوں نہیں نکالا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو سالہ دور خلافت میں یہ جلوس کیوں نہیں نکالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دس مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ آیا، انہوں نے جلوس کیوں نہیں نکالا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بارہ مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ آیا انہوں نے جلوس کیوں نہیں نکالا اگر یہ جلوس نکالنا عبادت تھا مقصود اصلی تھا کار ثواب تھا تو حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں چھ مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ آیا انہوں نے اس عبادت کو ادا کیوں نہیں کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انیس مرتبہ ربیع الاول کا مہینہ آیا انہوں نے اس کار ثواب کو سر انجام کیوں نہیں دیا جب انہوں نے جلوس نہیں نکالے انداز خوشی اس طرح نہیں اپنایا اور یقیناً نہیں اپنایا تو معلوم ہوا کہ بعثت رسول کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ بعثت نبوی کا مقصد **و یزکیھم** تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کتاب کی تعلیم تھا نبی کی بعثت کا مقصد حکمت کی بات بتانا تھا اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقاصد پر عمل پیرا ہونے کی اور ان کو ہمت و قوت سے آگے پھیلانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین. اما بعد!

تعوذ، تسمیہ: وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین.[1]

حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا
مبارک ہو زمانے کو کہ خاتم المرسلین آیا
شہنشاہی نے جس کے قدم چومے وہ فقیر آیا
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعلمین آیا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے رحمۃ للعلمین کے عنوان پر چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ حق حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

سامعین کرام! اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتیں ہمیں حاصل ہیں لیکن اللہ رب العزت نے ان نعمتوں کے عطاء کرنے کے بعد احسان نہیں جتلایا قرآن میں ہے **و ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها**[2] لیکن جب آمنہ کے لخت جگر محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ساتھ ہی احسان بھی جتلایا **لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا** اور ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ ہم نے آپ کو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا **وما ارسلنک الا رحمة للعلمین** رحمۃ للعلمین کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لیے رحمت ہے اس لیے کہ ایک بار پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عصر یا ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آج کے بعد اس نماز کی دو رکعتیں ہوگئیں نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا **لم أنس و لم تقصر الصلوة** بھولا نہیں نہ نماز میں قصر ہوا بلکہ ایسا اس لیے ہوا تاکہ سجدہ سہو کا حکم واضح ہوجائے۔[3]

---

[1] [2] [3] ابو داؤد ۱/۱۴۵)

اسی طرح ایک بار نبی علیہ السلام صحابہ کے ہمراہ ایک غزوے سے واپس آرہے تھے کہ رات کے وقت ایک مقام پر آرام کی غرض سے رُکے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ پہرہ دیں، رات کے ایک پہر میں بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو نیند آ گئی صبح کو سورج جب طلوع ہوا تو سورج کی شعاعیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے نماز کے لیے ہمیں کیوں نہیں جگایا تو بلال نے جواب دیا کہ میری آنکھ لگ گئی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہم پر نیند کا غلبہ کر دیا تا کہ قضا نمازوں کا حکم واضح ہو جائے میرے دوستو جس نبی کا بھولنا اس کا نیند کرنا بھی رحمت ہو تو کیا اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اور **بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ** پر عمل کرنا بھی رحمت ہو گا یا نہیں؟

سامعین کرام! اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے اس کی امت کے لیے رحمت کو تقسیم کیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے ماں کو حصہ ملا اور فرمایا: **اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ**[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے بیٹی کو حصہ ملا اور نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس کے گھر میں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کرے اور ان کی شادی کروائے تو وہ جنت میں میرے ساتھ ایسا ہوا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے خاوند کو بھی حصہ ملا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہروں کے سامنے سجدہ کریں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا**[2] جو تم میں چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کی رحمت سے مجاہد کو بھی حصہ ملا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل اللہ** اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے غریبوں اور محتاجوں کو بھی حصہ ملا ارشاد باری تعالیٰ ہے **وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم** اسی

---

[1] الجامع للخطیب ۲۳۱/۲ مکتبہ المعارف ریاض ۱۴۲۸ھ، ۲۰۰۷ء [2] ترمذی ۱۳/۲

طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے تاجروں کو بھی حصہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سچا تاجر قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کھڑا ہوگا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے یتیم کو بھی حصہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ [1] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے غلاموں اور باندیوں کو بھی حصہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ الصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اسی طرح آپ علیہ السلام کی رحمت سے مردوں کو بھی حصہ ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ [2] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے علماء کو بھی حصہ ملا: اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ [3] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے طلبہ کو بھی حصہ ملا ارشاد فرمایا: مَنْ کَانَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ کَانَتِ الْجَنَّۃُ فِیْ طَلَبِہٖ حتیٰ کہ ایک مرتبہ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ فرمایا صحابی کی ہتھیلی پر گٹے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے ہتھیلی سخت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے پوچھا کہ آپ کی ہتھیلی کیوں سخت ہے تو صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میں پتھر توڑتا ہوں جس کی وجہ سے میری ہتھیلی سخت ہوگئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت سے اس مزدور صحابی کو بھی حصہ عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللہِ۔

سامعین کرام! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے پوری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت سے تمام مخلوقات کو حصہ دیا حتیٰ کہ ایک بار نبی علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرئیل کیا میری رحمت سے آپ کو بھی حصہ ملا جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ہاں مجھے بھی آپ کی رحمت سے حصہ ملا نبی علیہ السلام نے جو دریافت فرمایا کہ آپ کو میری رحمت سے کیسے حصہ ملا؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل میں اپنی آنکھوں سے شیطان کا انجام دیکھا تھا اس لیے مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا تھا کہ پتا نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ

---

[1] (ترمذی ۲/۱۳) [2] (ابو داؤد ۲/۳۱۵) [3] (ابو داؤد ۲/۱۵۷)

ہوگا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں میرے بارے میں بھی ارشاد فرمایا: **انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین**[1] جب اللہ رب العزت نے ان الفاظ کے ساتھ میرا تذکرہ کیا تو میں مطمئن ہوگیا کہ اب میرا انجام یہی ہوگا ارے دوستو یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا تذکرہ تھا لیکن یہ ہمیں دعوت فکر دے رہا تھا کہ **و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول** کی پاسداری کرو اور دنیا پر واضح کرو کہ کامیابی کا یہی راستہ ہے آخر میں اتنا ضرور کہوں گا۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اگر ہو اس میں کچھ خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

[1] سورۃ التکویر

خصوصیات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین اما بعد! (تعوذ، تسمیہ)، "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا" و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا اَوْ طَھُوْرًا وَ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ[1]

حضور آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آ گئی دنیا
بجھے چہروں کا رنگ اتر تے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شاعری شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کا تذکرہ کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

سامعین محترم! آمنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ کے نور نظر حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ روئے زمین پر اٹھارہ ہزار مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے بعد افضل ترین انسان ہیں ان کو ملنے والی کتاب قرآن مجید تمام کتابوں میں افضل واشرف ہے ان کی جماعت ان کے ساتھی اور دوست مہاجر وانصار و دیگر صحابہ کرام بقیہ تمام لوگوں سے افضل مقام والے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دوسرے زمانوں سے افضل ہے خود کائنات کے افضل رسول ارشاد فرماتے ہیں: خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ[2]۔ آپ پر نازل ہونے والی کتاب باقی تمام کتابوں سے افضل ہے خود کائنات کا رب ارشاد فرماتا ہے ذلک

---

[1] (مسلم ۱/۱۰۰) [2] (مسلم ۲/۳۰۹)

الکتاب لا ریب فیہ[1] اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون آقائے دوجہاں کے ساتھی بقیہ تمام انسانوں اور جنات سے افضل ہیں خود رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الثَّقَلَیْنِ سِوَی النَّبِیِّیْنَ جن چیزوں کو آقائے دوعالم سے نسبت ہے وہ افضل اور اشرف ارفع واعلیٰ ہیں لیکن یہ مت سمجھنا کہ ان کی افضلیت ان کی شرافت اپنی ذات کے اعتبار سے ہے میرے دوستو! جس چیز کو فضیلت ملی ہے شرافت وعظمت ملی ہے وہ آقائے نامدار کے ساتھ نسبت اور تعلق کی وجہ سے ملی اس امت کو معتدل اور خیر الامم کا لقب ملا آقا کی نسبت کی وجہ سے نبی خود افضل ہیں تو وہ چیز بھی افضل ہے جس کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ آیئے قرآن وحدیث کی زبانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت معلوم کرتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ تمام انبیاء کرام علیہ السلام پر چھ چیزوں میں چھ باتوں میں مجھے فضیلت دی گئی ہے۔ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ پہلا نمبر مجھے جامع الکلام کے وصف سے نوازا گیا ہے۔ جامع کلام کی تعریف بھی پھر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ الفاظ کم ہوں اور معنی اور مفہوم زیادہ ہو۔ ایسے کلام میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ سامنے والے کو سمجھانے میں آسانی ہوتی ہے۔ آقا چونکہ امت کے لیے معلم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[2] اور ساتھ ساتھ میں اَفْصَحُ اللِّسَان بتائے گئے۔ اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ اور جامع کلام بھی دیا گیا: اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ تاکہ مقصد بعثت میں کامیابی یقینی ہو آقا کی جوامع الکلام کی چند مثالیں بطور نمونہ دیکھ لیجئے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا انما الاعمال بالنیات[3] پھر کہیں فرمایا: اَلْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ[4] کہیں فرمایا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ[4] کہیں فرمایا: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ[5] اسکے علاوہ بے شمار احادیث رسول جامع کلام کے وصف پر دلالت کرتی ہیں۔

دوسری خصوصیت جو آقا کو عطا ہوئی وہ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ والی خصوصیت ہے رعب اور

---

[1] سورۃ البقرہ [2] مشکوٰۃ ص ۳۶ [3] بخاری ۲/۱ [4] مشکوٰۃ ص ۵۵۴ [5] بخاری ۷۵۲/۲ باب فضائل القرآن

دبدبہ آقا کو عطا کیا گیا دشمن دیکھ کر کانپ اٹھتا تھا ایک غزوہ سے واپس آتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جدا ہوئے ایک درخت کے نیچے رحمت عالم نے آرام فرمایا تو قمیص اتار کر درخت سے لٹکا دی دشمن نے دیکھا کہ موقع ہے شکار کرنے کا فوراً درخت کے پاس پہنچ کر تلوار اتاری نیام سے نکالی ہاتھ میں لی کہ آقا نیند سے بیدار ہوئے فوراً کافر نے تلوار فضا میں بلند کی اور بولا کہ کون ہے جو تجھے بچائے گا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اللہ میری حفاظت فرمائے گا یہ فرمانا تھا کہ کافر کے ہاتھ کانپنے لگے تلوار ہاتھ سے گر پڑی اتنا رعب کافر پر چھا گیا کہ وہ پسینہ پسینہ ہو کر آقا کی طرف التجائی نگاہوں سے دیکھنے لگا ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آقا کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی ارشاد خداوند عالم ہے **واللہ یعصمک من الناس** تیسری خصوصیت آقا کو دی گئی وہ یہ ہے **وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا** نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ عبادت صرف مساجد میں کریں گے مسجد اور عبادت خانے کے علاوہ اگر نماز پڑھی تو قبول نہ ہوگی اس مشقت کو دور کر کے امت محمدیہ کیلئے رب کائنات نے آسانی فرمادی آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روئے زمین کو میرے لیے مساجد اور پاکی کی جگہ بنا دیا گیا ہے جہاں نماز پڑھو قبول ہوگی پھر خالق کائنات نے مساجد کی اہمیت بتادی **و ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا** (الجن) بلکہ اس سے بڑھ کر اتنی آسانی دی کہ اگر قبلہ کی طرف رُخ کرنا کسی وجہ سے متعذر ہو جس طرف منہ کر کے نماز پڑھو قبول ہوگی **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** جس طرف منہ کرو رب کائنات ہر جگہ موجود ہے۔

محترم سامعین: بات چل رہی تھی خصوصیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی خصوصیت عطا کی گئی **اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً** پہلے انبیاء آئے کوئی قوم عاد کی طرف مبعوث ہوا کوئی قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا کسی کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا ہر ایک نے آ کر کہا **یٰقوم اعبدو اللہ ما لکم من الہ غیرہ** اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو لیکن آقا آئے تو پوری انسانیت کیلئے آئے عرب وعجم، مشرق ومغرب، شمال وجنوب کرہ ارض کے ہر خطہ ارض پر بسنے والے انسانوں، جنوں کیلئے رسول بن کر آئے **یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا و ما**

ارسلنک الا کافۃ للناس اے لوگو میں پوری انسانیت کا نبی ہوں پھر خطاب یا قوم کہہ کر نہیں فرمایا بلکہ **یا ایھا الناس** کہا **یا ایھا الذین امنوا** کہا پھر تمام انبیاء اپنی مدت پوری کر کے چل دیئے لیکن آقا آئے تو آتے چلے گئے آقا چھائے چار سو عالم نہیں زمین و آسمان پر بلکہ ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں کے علاوہ آب زم زم، حوض کوثر، جنت الفردوس اور مقام محمود پر چھا گئے ایسے چھائے کہ چھاتے چلے گئے انکے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا۔ زمانی مکانی، ظلی، بروزی، تشریعی، ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ **انا خاتم النبیین**[1] قرآن نے کہا **ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین** (احزاب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں نبوت ان پر ختم ہو گئی اب کوئی نبی نہیں آپکا یہی ہے فرماتے ہیں **و ختم بی النبیون** مجھ پر سلسلہ نبوت کا اختتام یہ بھی میری خصوصیت ہے کسی اور نبی کو یہ خصوصیت نہیں ملی ہر ایک کے بعد دوسرا آ گیا لیکن میں دنیا سے رخصت بھی ہو جاؤں گا نبوت کا دروازہ بند ہو جائیگا کوئی اور نبی نہیں آئیگا اسلئے کہ میں آخری نبی ہوں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (مسلم ۲۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتخابات خداوندی

الحمدللہ رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

اما بعد(تعوذ، تسمیہ)، ربنا وابعث فیھم رسولاً من انفسھم. صدق اللہ العظیم.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شاہزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس پروقار محفل میں آپ حضرات کے سامنے جس عنوان پر لب کشائی کی جسارت حاصل کرونگا وہ عنوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انتخابات خداوندی جیسے عظیم الشان عنوان سے معنون ہے۔

سامعین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ربنا وابعث فیھم رسولا اے اللہ میری اولاد میں وہ پیغمبر بھیج جس کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیجا گیا تھا ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی فیصلہ ہوا کہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا کیا جائے اکتالیس پشتوں کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا وقت آیا لیکن ان کے آنے سے قبل بہت سے انبیاء کرام کو بھیجا ایک نبی جس کا نام عیسیٰ علیہ السلام تھا کو بھیجا عیسیٰ کا معنی ہے سیاحت کرنے والا، مشاہدہ کرنے والا معاینہ کرنے کے لیے ان کو اتنا جلد بھیج دیا کہ باپ کا انتظار نہیں کیا گیا جب مشاہدہ کر کے بتا دیا کہ راہ ہموار ہے" و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد "(الصف) تو ان کو اتنا جلد آسمانوں پر اٹھا لیا کہ موت کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔ نبی علیہ السلام کو دنیا میں بھیجنے سے قبل علاقے کا انتخاب کیا گیا۔ دنیا میں دو جگہیں تھیں۔ عرب وعجم، عرب کا معنی فصیح و بلیغ اور عجم کا معنی گونگا۔ انا اَفْصَحُ الْعَرَبِ نبی علیہ السلام افصح العرب تھے جگہ وہ منتخب کی جو پہلے سے فصیح و بلیغ تھی جگہ کے انتخاب کے بعد قبیلے کا انتخاب کیا گیا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں تین قبیلے تھے۔ بنو ثقیف، بنو نظیر، بکر بن وائل کا قبیلہ۔ ان تمام قبیلوں میں ایک قبیلہ کا نام ہے قریش۔ قریش قرش سے ہے قرش اس جگہ کو کہتے ہیں جو حرکت نہ کرے۔ محمد مصطفیٰ بھی مستقل مزاج تھے۔ قبیلہ وہ چنا جو پہلے سے مستقل مزاج تھا قریش میں ایک شاخ بنو ہاشم کے نام سے مشہور ہے ہاشم اس شخص کو کہتے ہیں جو شوربے میں روٹی ڈال کر لوگوں کو کھلائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم بھی سب سے بڑے مہمان نواز تھے اس لیے آپ کو ہاشم کی شاخ میں بھیجا گیا ہاشم کی اولاد میں اور بہت سے مرد تھے۔ ایک نام ہے عبدالحارث جس کے معنی ہے کھیتی کا بندہ۔ عبدالات کا معنی بت کا بندہ ایک کا نام ہے عبدالشمس اس کا معنی ہے سورج کا بندہ۔ ان تمام ناموں میں ایک نام عبداللہ ہے عبداللہ کا معنی ہے اللہ کا بندہ۔ اللہ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میرا آخری رسول میرے بندے ہی کے گھر میں آسکتا ہے کسی بت کے بندے کے گھر میں نہیں آسکتا۔

سامعین کرام! اسی طرح والدہ کے قبیلے کا انتخاب کیا گیا۔ مدینہ منورہ سے چند میلوں کے فاصلے پر ایک بستی ہے جس کا نام ہے ابواء۔ اس بستی میں بہت سے قبیلے تھے ایک کا نام بنو شیبہ یعنی ٹہنیوں والا قبیلہ۔ ایک کا نام ہے بنو ثقیف شاخوں والا، ایک کا نام ہے بنو نظیر، کانٹوں والا قبیلہ۔ ایک کا نام ہے بنو زہرہ زہرہ عربی زبان میں تر و تازگی کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ بھی تر و تازگی کا پیغام لا رہے تھے۔ والدہ کے لیے وہ قبیلہ چنا جو پہلے سے تر و تازہ تھا۔ اس قبیلے میں لڑکیاں اور بھی تھیں ایک کا نام ہے خنساء، خنساء کا معنی بدصورت بدشکل۔ ایک کا نام ہے حربہ لڑائی والی۔ ایک کا نام آمنہ ہے آمنہ کے معنی امانت والی۔ خدا دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میری سب سے بڑی امانت اسی کی گود میں آسکتی ہے جو پہلے سے امانت والی ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا انتخاب کیا گیا۔ نام تو بہت ہیں ایک کا نام آدم ہے آدم کا معنی ہے گندمی رنگ والا، نوح کا معنی ہے نوحہ کرنے والا، زکریا کا معنی سبق والا، ادریس کا معنی درس والا، یوسف کا معنی افسوس والا، ابراہیم کا معنی بزرگی والا، موسیٰ کا معنی پانی سے نکالا ہوا عیسیٰ کا معنی سیر و سیاحت والا لیکن ان تمام ناموں میں ایک نام ہے محمد۔ محمد اس کو کہتے ہیں کہ ساری کائنات مل کر اس کی تعریف کرے اور وہ تعریف ختم نہ ہو اس لفظ محمد پر غور کرو کوئی نقطہ نہیں ہے محمد میں اسی طرح کردار ہے کہ اس کے کردار پر بھی کوئی نقطہ نہیں۔ محمد بولنے سے پہلے دونوں لب ملتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ میرے نبی کا نام لو گے تو سب ملیں گے اور اس کی بات مانو گے تو دل مل جائیں گے۔

سامعین کرام! تمام چیزوں کے انتخاب کے بعد نبی کے لیے بیویوں کا انتخاب کیا گیا

ایک بیوی وہ ہیں جس کا نام خدیجہ ہے خدیجہ کا معنی حاجیوں کی خدمت کرنے والی نبی امت کی خدمت کرنے والا بیوی حاجیوں کی خدمت کرنے والی۔ ایک بیوی وہ ہے جس کا نام سودہ ہے سودہ کا معنی آرام والی۔ نبی بھی آرام والے بیوی بھی آرام والی۔ ایک بیوی وہ ہے جس کا نام ہے عائشہ، عائشہ کا معنی راحت والی۔ نبی بھی راحت والا بیوی بھی راحت والی۔ ایک بیوی وہ دی جس کا نام ہے حفصہ۔ حفصہ کا معنی راتوں کو قیام کرنے والی۔ نبی بھی قیام کرنے والا بیوی بھی رات کو قیام کرنے والی۔ ایک بیوی وہ دی جس کا نام ہے میمونہ، میمونہ کا معنی بختوں والی، نبی بھی بختوں والے بیوی بھی بختوں والی۔ ایک بیوی وہ دی جس کا نام ہے صفیہ، صفیہ کا معنی منتخب ہونے والی نبی بھی منتخب بیوی بھی منتخب۔ ایک بیوی وہ دی جس کا نام ہے زینب، زینب کا معنی استغفار والی۔ نبی بھی استغفار والا بیوی بھی استغفار والی۔ ایک بیوی وہ دی جس کا نام ام سلمہ، سلمہ کا معنی سلامتی والی۔ نبی بھی سلامتی والا بیوی بھی سلامتی والی، ایک بیوی وہ دی جس کا نام ام حبیبہ، حبیبہ کا معنی پیار والی نبی بھی پیار والا بیوی بھی پیار والی۔

سامعین کرام! ذرا توجہ کرنا بیویوں کے انتخاب کے بعد اولاد کا بھی انتخاب کیا گیا ایک بیٹا عطا کیا اس کا نام قاسم ہے اس کا معنی تقسیم کرنے والا۔ آقا فرماتے ہیں **إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي**[1] ایک بیٹا وہ ہے جس کا نام طاہر طیب، طاہر کا معنی بھی پاک ہے طیب کا معنی بھی پاکی کے ہیں نبی بھی پاک بیٹا بھی پاک۔ ایک بیٹا وہ دیا جس کا نام ابراہیم۔ ابراہیم کا معنی ہے بزرگی والا۔ نبی بھی بزرگی والا بیٹا بھی بزرگی والا۔ اسی طرح بیٹیوں کا انتخاب کیا گیا۔ ایک کا نام ہے زینب۔ زینب کا معنی استغفار والی۔ نبی بھی استغفار والا بیٹی بھی استغفار والی۔ ایک بیٹی وہ دی جس کا نام رقیہ، رقیہ کا معنی ہے خاوند کی خدمت کرنے والی۔ نبی امت کی خدمت کرنے والا ہے بیٹی خاوند کی خدمت کرنے والی ہے۔ ایک بیٹی وہ دی جس کا نام ام کلثوم۔ کلثوم کا معنی بچوں کی تربیت کرنے والی نبی امت کی تربیت کرنے والا۔ بیٹی بچوں کی تربیت کرنے والی۔ ایک بیٹی وہ دی جس کا نام فاطمہ۔ فاطمہ کا معنی دوزخ سے آزاد۔ نبی بھی دوزخ سے آزاد بیٹی

---

[1] (بخاری ۲/۱۰۸۷)

بھی دوزخ سے آزاد۔ خدا دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ نبی سے جس کی نسبت ہوگی وہ چیز بھی اونچی ہوگی۔ نبی بھی اعلیٰ مرتبے والا۔ جس کی نسبت آپ سے ہوئی وہ بھی اعلیٰ مرتبہ پا گئی۔ اسی لیے میں کہتا ہوں۔

حضور آئے تو سر آفرینش پا گئی دنیا
اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آگئی دنیا
سُتے چہروں کا رنگ اترا بجھے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا

وما علینا الا البلاغ المبین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جنات کی زبانی

الحمدللہ الرحمن الذی خلق الانسان والجان و علمھما البیان والتبیان و الصلوۃ والسلام علی من اُرسل بالقرآن و علی آلہ و من تبعھم بالاحسان اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قالوا یا قومنا أجیبوا داعی اللہ و امنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم[1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً او کما قال علیہ السلام۔

افلاطوں کی خرد سقراط کی دانش تھی افسانہ
غرض دنیا میں چاروں سمت تھا اندھیرا ہی اندھیرا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعتاً سیلاب نور آیا
جہان کفر و باطل میں صداقت کا ظہور لے کر
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا!
مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین آیا
سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمین آیا

صدواجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج کی اس پر رونق محفل میں جس موضوع کے گرد اپنے خیالات کا گرد اڑانا چاہتا ہوں وہ ہے آمد رسول کی خبر جنات کی زبانی۔

معزز سامعین! چشم فلک نے وہ دور بھی دیکھا کہ جب جزیرۂ عرب میں کفر و جہالت کا دور دورہ تھا انسانیت انتہائی حیاء سوز، برائیوں میں پڑی تھی خدائی آستانے کی بجائے خودساختہ بتوں اور پتھروں کے سامنے سجدہ زن تھی۔ ذات باری کو چھوڑ کر طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کے

---

[1] (سورۃ الاحقاف)

سامنے گھٹنے ٹیک چکی تھی جنات اور شیاطین کی پرستش کر کے ان کے شر سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی اسی اثناء میں وادئ بطحا کے سنگلاخ پہاڑوں سے رشد و ہدایت کا سورج طلوع ہوا جس نے جزیرۂ عرب بلکہ عالم دنیا کو اپنی تاباں کرنوں سے جگمگا دیا ضلالت اور جہالت کافور ہوئی پوری دنیا میں اس کا ڈنکا بجنے لگا ہر جگہ اس کی آمد کی خبر پھیل گئی، کور بیناؤں کو ذوق بینائی ملنے لگا، مردہ دلوں کا زنگ اترنے لگا بجھے چہروں پہ نور چھانے لگا بے راہ لوگ دنیا والوں کے راہبر بننے لگے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

بالآخر یہ خبر عالم جنات میں بھی پھیل جاتی ہے اور وہ اس کی تلاش اور کھوج میں نکل پڑتے ہیں یہاں تک کہ جنات کی ایک جماعت وادی بطن نخلہ میں خدائی کلام سن لیتی ہے اور رشد و ہدایت سے بہرہ مند ہو کر جا کے اپنی قوم کو آمد رسول کی خبریں دیتی ہے **یٰقومنا اجیبوا داعی اللہ** (احقاف) اے ہماری قوم جس کا انتظار تھا اس کی آمد ہو چکی ہے اس کی پکار پر لبیک کہو **آمنوا بہ** اس کی رسالت کا اقرار کر کے اللہ پر ایمان لاؤ **یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم** (احقاف) تمہارے گناہ معاف ہوں گے اور تم عذاب الیم سے مامون ہو جاؤ گے **ومن لا یجب داعی اللہ فلیس بمعجز فی الارض۔** (انبیاء) جو اس کی پکار پر لبیک نہیں کہے گا تو اسے کہیں نجات نہیں اگر تم نجات چاہتے ہو تو در محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ آؤ وگرنہ آتش دوزخ کے لیے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ۔

مریضان گناہ کو دو خبر فیض محمد کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے
در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

سامعین محترم! علامہ بدرالدین نے غرائب وعجائب الجن کے اندر بسند بیہقی مازن الطائی رضی اللہ عنہ کا قصہ ذکر کیا ہے کہ حضرت مازن نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں ہم بتوں پر بھینٹ

چڑھایا کرتے تھے ایک دفعہ جب میں بھینٹ چڑھا رہا تھا تو بت سے آواز آئی یَامَازِنُ اِسْمَعْ تُسَرُّ اے مازن مان لے خوشی پا لوگے ظَهَرَ خَيْرٌ بھلائی ظاہر ہو چکی ہے وَبَطَنَ شَرٌّ اور برائی روپوش ہونے لگی ہے بُعِثَ نَبِيٌّ مُضَرٌ قریشی نبی کی آمد ہو چکی بِدِيْنِ اللّٰهِ الْاَكْبَرُ خدائے برتر کا دین لے کر فَدَعْ نَحِيْتًا مِنْ حَجَرٍ پتھر کے تراشے ہوئے بتوں کو پوجا سے باز آ تَسْلَمْ مِنْ حَرِّ سَقَرٍ جہنم سے خلاصی پا لوگے یہ سن کر میں متعجب ہوا کسی حجازی راہ گزر سے پوچھا ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگا خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ تِهَامَةَ يَقُوْلُ لِمَنْ اَتَاهُ. اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ مکہ میں ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو کہتا پھرتا ہے اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ میری مانو میری سن لو يُقَالُ لَهٗ اَحْمَدُ جسے احمد کہتے ہیں۔

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں محو خواب تھا کہ مجھے ندا آئی قُمْ يَا سَوَادُ اے سواد خواب غفلت سے بیدار ہو جا اِسْمَعْ مَقَالَتِيْ میری بات غور سے سن وَاعْقِلْ اِنْ كُنْتَ تَعْقِلُ عقل سے کام لو ہوش میں آ قَدْ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لُؤَيِ بْنِ غَالِبٍ لوی بن غالب کی نسل سے خدائی پیمبر کی آمد ہوئی ہے يَدْعُوْ اِلَى اللّٰهِ وَ عِبَادَتِهٖ جو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے یہ سن کر میں فوراً آستانہ رسول پر پہنچا اور ایمان کی دولت سے مشرف ہوا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ سنایا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تو حضور اتنے ہنسے کے دانت مبارک چمکنے لگے اور فرمایا اَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ اے تو بامراد ہو گیا۔

مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سب سے پہلے ایک عورت نے دی جس پر جن عاشق تھا ایک مرتبہ وہ جن آیا اور دیوار پر بیٹھ گیا عورت نے کہا مَالَكَ لَا تَدْخُلُ تجھے ہوا کیا ہے؟ آج تو اندر نہیں آتا فَقَالَ جن کہنے لگا اِنَّهٗ بُعِثَ نَبِيٌّ حَرَّمَ الزِّنَا ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس نے حرام کاری سے منع کیا ہے۔

الغرض جس طرح ہمارے نبی انسانوں کے لیے پیغام مسرت لے کر آئے اور وہ خوشی سے کہنے لگے

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

اسی طرح آپ کی آمد سے عالم جنات میں بھی نوید مسرت سننے میں آنے لگی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو جبل حجون پر ایک جن نے پکارا۔

فاقسم لا انثى من الناس انجبت ولا ولدت انثیٰ من الناس واحده
کما ولدت زهرية ذات مفخر مجنبة لوم القبائل ماجده
کما ولدت خير القبائل احمد فاكرم بمولود و اكرم بوالده

اور جبل ابوقیس پر یوں ندا دی

یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا ومیزوا الامر بعقل مضیٔ
انّ بنی زهرية من سركم فی غابر الدهر و عند البدیٔ
واحدة منكم فها توا لنا فيمن مضیٰ فی الناس او من بقی
واحدة من غيركم و مثلها جنينها مثل النبی التقی

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ الذی خلق الانسان والجان و علمھما البیان والتبیان والصلوۃ والسلام علی من جاء بالقرآن و علی الہ و من تبعھم بالاحسان اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی برکنا حولہ لنریہ من ایتنا انہ ھو السمیع البصیر[1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُوْتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقٍ جَاءَ نِیْ بِھَا جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ او کما قال علیہ السلام

دو چشم نرگسینش راکہ مازاغ البصر خوانند
دو زلف عنبرینش راکہ "والیل اذا یغشی"
زسر سینہ اش جامی "اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ" برخوان
زمعراجش چہ می پرسی کہ "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی"

محترم مہمانان گرامی واساتذہ کرام اور میرے عزیز ساتھیو! میں آج کی اس پر رونق محفل میں جس عنوان کو لیکر آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہ ہے "معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

سامعین کرام! سرزمین دنیا پر جب کفر وشرک کی جڑیں مضبوط ہونے لگتی ہیں' فساد اور بدامنی کی فضا جب ہر سو چھانے لگتی ہے انسانیت جب خدا کو چھوڑ کر اصنام واوثان کی پرستش میں لگ جاتی ہے' اور انتہائی سوزناک اخلاقی اور سماجی برائیوں میں غوطہ زن ہونے لگتی ہے تو خالق کائنات کی طرف سے عالم انسانیت کے نام اس کا فرستادہ و پیمبر واضح اور روشن دلائل وبراہین کے ساتھ مبعوث ہوتا ہے جب اس کی رسالت اور نبوت کا انکار ہونے لگتا ہے تو اللہ تعالی اثبات رسالت کے لیے اس کے ہاتھ پر خرق عادت امور صادر فرماتے ہیں جسے شرعی اصطلاح

---

[1] (سورۃ بنی اسرائیل)

میں "معجزہ" کہتے ہیں علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح العقائد النسفیہ" کے اندر معجزہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں اَلْمُعْجِزَۃُ ھِیَ اَمْرٌ یَظْھَرُ عَلٰی یَدِ مُدَّعِی النُّبُوَّۃِ عِنْدَ تَحَدِّی الْمُنْکِرِیْنَ عَلٰی وَجْہٍ یُعْجِزُ الْمُنْکِرِیْنَ عَنِ الْاِتْیَانِ بِمِثْلِہٖ جب سید المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ظہور پذیر ہوئی تو مشرکین مکہ نے اپنی ہٹ دھرمی کا ثبوت یوں دیا۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعاً ہم آپ کی رسالت کا اس وقت تک اقرار نہیں کریں گے جب تک کہ زمین سے ہمارے لیے چشمہ نہ ابلے اَوْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ یا تمہارے لیے کھجور و انگور کے باغات ہوں فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْراً جن کے نیچے نہروں کا بہاؤ ہو۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفاً یا آسمان کو ہم پہ گرا کے دکھاؤ اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلاً یا خدا اور اس کے فرشتوں کا ایک لشکر لے کر آ۔ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰباً نَّقْرَؤُہٗ۔

آپ کا سب سے بڑا معجزہ تو کلام الٰہی ہے کَلَامُ اللّٰہِ لَا یَخْلَقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ وَلَا یَشْبَعُ مِنْہُ الْعُلَمَاءُ وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ ھُوَ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَہٗ یہاں تک کہ آج تک پوری انسانیت اس کی مثل نہ لا سکی قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْراً کبھی آپ کو بیت المقدس کی سیر کراتے ہوئے ساتوں آسمان اور ملاء اعلیٰ سے بھی اوپر لے جایا گیا جہاں پر جبرئیل علیہ السلام کے پر بھی جل جاتے ہیں۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ..... تو کبھی آپ کے اشارے سے مہتاب کے بھی دو ٹکڑے ہونے لگتے ہیں اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (القمر) معجزات کا مقصد کفار کو متنبہ کرنا تھا کہ اگر تم نجات کے متلاشی ہو تو در محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آ ؤ ورنہ آتش دوزخ کے لیے تیار ہو جاؤ اس لیے کہ۔

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضان گناہ کو دو خبر فیض محمد کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

محترم سامعین! قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم مالکی آپ کے معجزات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا بول و براز زمین پر کبھی ظاہر نہیں ہوا مَا ظَهَرَ بَوْلُهٗ عَلَى الْاَرْضِ قَطُّ بدن مبارک پر مکھی کبھی نہیں بیٹھی لَمْ يَقَعِ الذُّبَابُ عَلَيْهِ قَطُّ آپ کو احتلام کبھی نہیں ہوا لَمْ يَحْتَلِمْ قَطُّ آپ کو جمائی کبھی نہیں آئی لَمْ يَتَثَاوَبْ قَطُّ جس جانور پر سواری فرماتے وہ کبھی نہیں بدکتا لَمْ تَهْرُبْ مِنْهُ دَابَّةٌ رَكِبَهَا قَطُّ آپ کا سایہ زمین پر کبھی نہیں پڑتا مَا وَقَعَ ظِلُّهٗ عَلَى الْاَرْضِ قَطُّ آپ مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے وُلِدَ مَخْتُوْنًا آپ کی آنکھیں سوتیں اور دل بیدار رہتا تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ آپ کو آگے پیچھے یکساں نظر آتا يَنْظُرُ مِنْ وَّرَائِهٖ كَمَا يَنْظُرُ مِنْ اَمَامِهٖ جب مجمع میں ہوتے تو سب سے اعلیٰ اور نمایاں نظر آتے اِذَا جَلَسَ عَلٰى قَوْمٍ كَانَ كَتِفَاهُ اَعْلٰى مِنْهُمْ رات کی تاریکی میں ایسا ہی دیکھتے جیسے دن کے اجالے میں يَرٰى بِاللَّيْلِ فِى الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى فِى النَّهَارِ بِالضَّوْءِ جب تبسم فرماتے تو کاشانہ مبارک چمک اٹھتا كَانَ اِذَا تَبَسَّمَ فِى اللَّيْلِ اَضَاءَ الْبَيْتُ جب ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتی كَانَ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ فِى الْجُدُرِ رخسار اور رخ انور کی چمک مثل ہلال تھی۔ وَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ.

شاعر نے فارسی میں اس کی ترجمانی یوں کی:

اے چہرہ زیبائی از رشک بتاں آذری
ہر چند صفت میکنم لیکن ازاں بالاتری

آپ جہاں سے گزرے پتھر سلام کرتے' فرماتے اِنِّىْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ[1] جو چیز چہرہ نبوت سے مس ہوئی اسے آگ نہیں جلاتی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] (مسلم ۲/۲۴۵)

کے پاس ایک رومال تھا جب میلا ہوتا تو اسے تندور میں ڈالتے فَاِذَا اَبْیَضَ کَاَنَّهُ اللَّبَنُ سفید ہو کر دودھ کی طرح چمکتا اس لیے کہ اس سے چہرہ نبوت مس ہوا تھا قَالَ هٰذَا مِنْدِیْلٌ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَمْسَحُ بِهٖ وَجْهَهٗ فَاِذَاتَّسَخَ صَنَعْنَا بِهٖ هٰكَذَا۔

الغرض آپ کو عالم دنیا کی کنجیاں عطا کر کے ہر قسم کے معجزات سے نوازا گیا اُوتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَائَنِیْ بِهَا جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ قَطِیْفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ

آخر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ان اشعار پر اکتفا کرتے ہوں جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے متعلق کہے تھے۔

وَالذِّئْبُ جَائَکَ والغزَالَةُ قَدْاَتَتْ بِکَ تَسْتَجِیْرُ وَ تَحْتَمِیْ بِحِمَاکَ
وَ کَذَا الوُحُوْشُ اَتَتْ اِلَیْکَ وَ سَلَّمَتْ وَشَکَا الْبَعِیْرُ اِلَیْکَ حِیْنَ رَاٰکَ
وَدَعَوْتَ اَشْجَارًا اَتَتْکَ مُطِیْعَةً وَسَعَتْ اِلَیْکَ مُجِیْبَةً لِنِدَاکَ
وَعَلَیْکَ ظَلَّلَتِ الْغَمَامُ فِی الْوَرٰی وَالْجِزْعُ حَنَّ اِلٰی کَرِیْمِ لِقَاکَ

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

صحابۂ کرام اور ایثار

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین.
أما بعد اتعوذ' تسمیہ و یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ[1].

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں جس موضوع پر گلہائے عقیدت نچھاور کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں وہ موضوع ہے صحابۂ کرام اور ایثار۔

سامعین مکرم! آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے پہلے ظلم وستم اور جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں نے سارے جہاں کو بالعموم اور عربستان کو بالخصوص اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا' جسکی وجہ سے عدل وانصاف' ہمدردی وغم خواری' راحت وسکون عنقا ہو چکا تھا اور ظلم و جبر ناقدری و ناحق شناسی نے ڈیرے ڈال لیے تھے' ہر کوئی اپنے آپ کو اور اپنے قبیلے کو سب سے اعلیٰ گردانتے ہوئے ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں' نالے اور دریا بہانے کے لیے ہر لمحہ تیار بیٹھا ہوا کرتا تھا' لیکن جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو تھوڑے سے عرصے میں دنیا کا نقشہ تبدیل ہو گیا' زندگیوں کے رخ تبدیل ہو گئے' کانٹوں بھرے راستے پر چلنے والے پھولوں کی سیج پر آ کھڑے ہوئے' اندھیرے میں چلنے والے نور کے قمقموں میں چلنے لگے' ظالم و جابر منصف وعادل بن گئے' خداترسی ونرمی سے عاری ہمدردی وغم خواری کے منبع ومرکز بن گئے' کسی کے جانور کو اپنی چراگاہ میں چرنے کی وجہ سے سالہا سال تک لڑائیاں جوتنے والے اوروں کیلئے مال کیا جان کے نذرانے پیش کرنے لگ گئے' اپنے سے بڑا کسی کو نہ سمجھنے والے اوروں کو ترجیح دیکر جذبہ ایثار کا ایسا اظہار کرنے لگ گئے جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ رشک کرنے پر مجبور ہو گیا۔

سامعین مکرم! ایثار کا معنی ہے اپنے اوپر غیروں کو ترجیح دینا' مال ومتاع غیر پر خرچ کرنا اس کا جذبہ جس قدر اصحاب پیغمبر میں تھا شاید ہی کسی قوم میں ہوا ہو یا بعد میں کبھی ہو سکے' اس

1۔ (سورۃ الحشر آیت ۹)

لیے کہ جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی تو انصار مدینہ نے اپنے ہاتھوں سے کمائے ہوئے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنے کی بجائے اپنے مسلم بھائیوں پر خرچ کیا' گھر کے ذرے ذرے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے مہاجر بھائیوں کے حوالے کر دیا' پھر جب غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو صحابہ اپنے مال کو' اپنے اسلحہ کو' اپنی سواریوں کو ذاتی استعمال کی بجائے جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے دشمنان اسلام کی کھوپڑیاں اڑانے والے مجاہدین تک پہنچانے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں' اسی موقع پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے آدھے سامان کو اور سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال و متاع کو لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا' اپنا سب کچھ اوروں کے حوالے کر کے خود ٹاٹ کا لباس پہنا' اللہ کو یہ ایثار اس قدر پسند آیا کہ اللہ نے جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیج کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سلام بھیجا اور استفسار فرمایا کہ اس عظمت و مرتبت پر راضی ہو یا نہیں؟ بقول شاعر۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

سامعین مکرم! صحابہ کا ایثار یہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کا موقع ملا' لیکن گھر میں کھانا وافر مقدار میں نہ تھا تو چراغ بجھوا دیا' تاکہ خود نہ کھاؤں' لیکن مہمان کو اس کا احساس نہ ہو سکے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایثار اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ روزہ رکھا' شام کا وقت ہے' افطاری ہونے کو ہے' گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہیں ہے' عین افطاری کا وقت ہے' باہر سے فقیر آ کر اللہ کے نام کا سوال کرتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس روٹی کو فقیر کے حوالے کر دیتے ہیں' یہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایثار! ایسا ہی ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اشرفیاں آئیں تو انہیں تقسیم کر دیا' شام کو افطاری کا وقت ہوا تو گھر میں کھانے کو نہ تھا' یہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایثار! کہ اپنے کھانے کی بجائے اوروں کے کھانے کی فکر کرتے' اپنے پہننے کی بجائے اوروں کے پہننے کی فکر

کرتے' اپنے پینے کو اوروں کے پینے پر قربان کر دیتے' اپنے رہنے سہنے راحت و سکون کو دوسروں کی خاطر قربان کر دیتے تھے' جس پر اللہ نے ان کا تذکرہ اپنی لاریب کتاب میں کر دیا کہ و یؤثرون علی انفسہم کہ صحابہ تو اوروں کو اپنے نفسوں پر ترجیح دینے والے ہیں پھر ان کے قابل تعریف اعمال کو دیکھ کر اللہ نے فرمایا **اولئک ھم المفلحون**[1] **اولئک ھم المؤمنون**[2] **اولئک ھم المتقون' اولئک ھم الراشدون**[3] کہ وہ کامیاب ہیں، مؤمنین ہیں، متقین ہیں، راشدین ہیں اور فرمایا **رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ** اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے ہیں اور فرمایا **اولئک عنھا مبعدون**[4] کہ انہیں جہنم سے دور کر دیا گیا ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۵) [2] (سورۃ الانفال آیت ۴)
[3] (سورۃ الحجرات آیت ۷) [4] (سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۱)

شانِ صحابہ (رضی اللہ عنہم)

الحمدلولیه والصلاة علی نبیه' اما بعد: فاعوذ باللہ الخ بسم اللہ الخ

قال اللہ تعالیٰ: محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم[1] و قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم.[2]

گر چاند محمد تو ستارے ہیں صحابہ
واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہ
ناموسِ صحابہ کی خاطر ہم جان نچھاور کر دیں گے
گر وقت نے ہم سے خون مانگا تو وقت کا دامن بھر دیں گے

سامعین کرام! میں آج آپ لوگوں کے سامنے ''شانِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین'' کے عنوان پر کچھ معروضات پیش کروں گا' دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح بیان کرنے کی توفیق اور آپ لوگوں کو سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں' آمین!

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام! اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک عزیز طلبہ! صحابۂ کرام کون تھے؟ یہ ایک سوال ہے' ارے صحابہ کرام وہ لوگ ہیں جن کی قربانیوں کی وجہ سے ہمیں رحمٰن ملا' جن کی قربانیوں کی وجہ سے ہمیں قرآن پاک ملا' جن کی قربانیوں کی وجہ سے ہمیں روزہ ملا' جن کی قربانیوں کی وجہ سے ہمیں رمضان ملا' جن کی وجہ سے ہمیں حج ملا' جن کی وجہ سے ہمیں پانچ وقت کی نماز ملی' جن کے بارے میں قرآن مقدس نے کہا: اولئک هم المفلحون[3] اور کبھی کہا: اولئک هم الراشدون[4] اور کبھی کہا: اولئک هم الصادقون اور کبھی کہا: اولئک هم المومنون حقا.[5]

یہ سب صفات صحابۂ کرام کی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا۔ صحابۂ کرام نے اس دین کی خاطر بہت سی تکالیف برداشت کیں' لاٹھیوں کو سہنا پڑا' بیویوں کو بیوہ کرنا

---

[1] (سورۃ الفتح آیت ۲۹) [2] (مشکوۃ ص ۵۵۴) [3] (سورۃ البقرہ آیت ۵)
[4] (سورۃ الحجرات آیت ۷) [5] (سورۃ الانفال آیت ۴)

پڑا، بچوں کو یتیم کرنا پڑا، لیکن اس دین کو نہیں چھوڑا، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: **محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم.** (الفتح) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو انکے ساتھی ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں شیر و شکر ہیں۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت حذیفہ بن جہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچازاد بھائی حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاش کر رہا تھا، وہ زخمی حالت میں پڑے تھے اور پانی مانگ رہے تھے، میں نے پانی لاکر ان کو دیدیا تو دوسرے صحابی نے آواز دی کہ پانی پانی!! میرے چچازاد نے کہا یہ پانی اسکے پاس لے جاؤ، میں اسکے پاس گیا تو تیسرے صحابی نے آواز لگائی پانی پانی!!! اس نے کہا یہ پانی اسکو دے دو، میں اسکے پاس گیا تو وہ شہید ہو چکا تھا، میں جلدی جلدی دوسرے کے پاس گیا تو وہ بھی شہید ہو گیا تھا، میں اپنے چچازاد کے پاس آیا تو اس نے بھی شہادت پائی تھی آگے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں اے قرآن! صحابۂ کرام کی علامات کیا ہیں؟ کہ جنھیں ہم دیکھ کر انکو پہچان لیں، قرآن کہتا ہے کہ **تراھم رکعا سجدا.** (الفتح) تو دیکھتا ہے کبھی رکوع کی حالت میں اور کبھی سجدے کی حالت میں آگے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں اے قرآن! وہ رکوع کس لیے کرتے تھے؟ سجدے کس لیے کرتے تھے؟ قرآن جواب دیتا ہے **یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا.** (الفتح) وہ چاہنے والے تھے اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا مندی، آگے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں اے قرآن! ظاہری علامات کیا تھیں؟ قرآن جواب دیتا ہے: **سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود.** (الفتح) انکی پیشانیوں سے سجدے کے آثار نظر آتے تھے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں۔ اے قرآن! آیا تم نے صحابۂ کرام کا امتحان لیا ہے کہ نہیں؟ تو قرآن جواب دیتا ہے: **اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم**[1] اے قرآن! تم نے کیا پایا؟ تو قرآن کہتا ہے **اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ** میں نے انکے دلوں میں تقویٰ پایا ہے، ہم قرآن سے پوچھتے ہیں اے قرآن! انکے لیے کیا انعام ہے؟ تو قرآن جواب دیتا ہے: **لھم مغفرۃ و اجر عظیم** انکے لیے بخشش اور بڑا اجر عظیم ہے، اب آیئے کہ آقائے دو

[1] (سورۃ الحجرات آیت ۳)

عالم کیا فرماتے ہیں: صحابۂ کرام کے بارے میں فرمایا: **اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهدیتم**[1] فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جو ان کی اقتداء کرے گا ہدایت حاصل کرے گا۔ دعا کریں کہ اللہ رب العزت ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وما علینا الا البلاغ المبین



[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید: محمد رسول اللہ والذین معہ (الی آخرہ) و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ [1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ ......الخ

شان اصحاب نبی کیسے کرے کوئی بیان
نطق بھی بے دست و پا ہے اور عاجز ہے زبان
وہ قاری قرآن تھا وہ مرید مصطفیٰ
عشق و مستی کی شریعت میں شہیدؓ مصطفیٰ
تیغ بے زنہار تھا وہ قوم کی للکار تھا
مصطفیٰ کی تربیت کا بے بدل شاہکار تھا
طلحہ و سعد و زبیر ابن مسعود و ابن عوف
پاس تک جن کے نہ پھٹکا کوئی غم اور کوئی خوف

میرے محترم واجب القدر اور واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شاہ حزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آپ حضرات بخوبی اس بات سے واقف ہوں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد دنیا کے مقدس ترین انسان صحابہ ہیں' حبیب کبریا' سید الانبیاء' محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں' ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے' مجھے بھی ان ہی ستاروں میں سے ایک ستارہ کا نام دیا گیا ہے کہ میں اس ستارہ کی روشنی سے یہاں پر چراغاں کروں۔

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

نام آپ کا عبداللہ‘ کنیت ابوعبدالرحمٰن‘ والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام ام عبد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا‘ خاص طور پر امانت و دیانت داری کی یہی خاص صفت ان کے اسلام لانے کا ذریعہ بنی ہوا یوں کہ ایک روز وہ حسب معمول ایک قریشی سردار کی بکریاں چرا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف آ نکلے‘ جہاں عبداللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے یہ دونوں حضرات سخت پیاس کی حالت میں تھے انہوں نے پہلے ان کو سلام کیا‘ پھر دودھ پلانے کی فرمائش کی‘ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ یہ بکریاں میری نہیں ہیں‘ مالک کی اجازت کے بغیر آپ کو دینا دیانت کے خلاف ہے‘ میں امانت میں خیانت نہیں کر سکتا‘ ان دونوں حضرات نے اس بات کی تعریف کی‘ پھر فرمایا ہمیں کوئی ایسی بکری لا دو جو دودھ نہ دیتی ہو انہوں نے ایک بکری پیش کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے‘ آپ کے یار غار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دودھ نکالا اور تینوں حضرات سیر ہو گئے‘ اس کرشمہ قدرت نے آپ کے دل پر بے حد اثر کیا‘ چنانچہ جب واپس مکہ تشریف لائے تو عقیدت سے معمور دل لے کر دربار رسالت میں حاضری دی اور عرض کیا مجھے اس موثر کلام کی تعلیم دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا: "**إِنَّکَ عَالِمٌ مُعَلَّمٌ**" اس دن سے وہ معلم دین مبین کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے اور بلا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی‘ جن کے سیکھنے میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہ تھا‘ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا خادم خاص بنا لیا‘ یہ عبداللہ بن مسعود تھے‘ جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**إِنَّکَ عَالِمٌ مُعَلَّمٌ**" کہ تم تعلیم یافتہ جوان ہو ان کی زندگی تحمل شدائد‘ حب رسول‘ تفقہ فی الدین وشغف قرآن سے مزین تھی‘ قرآنی علوم میں ان کو خوب مہارت تھی‘ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن کی ستر سورتیں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر یاد کی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم کی کوئی ایسی سورت‘ ایسی آیت نہیں جس کے

بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اور کب نازل ہوئی اور اس کا شان نزول کیا ہے۔

ان کے بارے میں امیر المؤمنین وخلیفۃ المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود قرآن کے قاری' دین کے فقیہہ' سنت کے عالم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں عبداللہ بن مسعود کو قرآن فہمی میں سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم چھ آدمیوں کو ملا چھ میں سے پھر دو کو' ایک حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔

آپ سے روایات بھی بکثرت منقول ہیں جن کی تعداد ۸۴۸ ہے ان میں ۶۴ بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں میں ہیں' ان کے علاوہ ۲۱ بخاری اور ۳۵ مسلم شریف میں ہیں۔

ان تمام علمی وعملی خصوصیت کے باوجود یہ میدان جنگ سے کبھی پیچھے نہیں رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور آپ کے بعد جنگ یرموک میں بھی داد شجاعت دیتے رہے' امت محمدیہ کے فرعون ابو جہل کے سر کو کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت بھی انہی کے حصے میں آئی اقبال مرحوم نے ایسی شخصیات کے بارے میں کہا ہے

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے' جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا' سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن' نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

الحمدللہ جل و علا والصلوۃ والسلام علی نبیہ المصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت اولئک مبرؤن مما یقولون لھم مغفرۃ و رزق کریم[1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ[2] صدق اللہ العظیم.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام و بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس پررونق بزم میں بندہ جس عنوان پر لب کشائی کرنے جارہا ہے وہ ہے سیرت عفیفہ کائنات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا۔

سامعین کرام! مجھ جیسا ادنیٰ اور بے مایہ انسان اس ہستی کے متعلق کیا بیان کرے جس کی صفائی اور برات کی گواہی آسمانوں سے اوپر عرش بریں پر خود رب لم یزل کی ذات باری نے ان الفاظ میں دی الخبیثت للخبیثین والخبیثون ...... الخ اور جن کی ایمانی طہارت اور باطنی پاکیزگی براہ راست خدائے پاک نے اپنی زیر نگرانی کی ہو۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔[3]

اور جن کی فضیلت اور عظمت لسان نبوت نے ان الفاظ میں بیان کی ہو

فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ[4]

میری مراد اس سے عفیفہ کائنات صدیقہ بنت صدیق زوجۂ رسول اُمنا و امکم عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں:

عزیزان من! نبوت کے چار سال بعد صدیق اکبر کے گھر میں ام رومان کے بطن سے اس روشن مہتاب کی ولادت ہوتی ہے جسے دنیا صدیقہ اور حمیرا کے لقب سے جانتی ہے صدیق اکبر کا

---

[1] النور [2] (مشکوۃ ص ۵۰۹) [3] الاحزاب [4] (مشکوۃ ص ۵۰۹)

کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں پرتو فگن ہوئیں اسی بناء پر ان کے کانوں نے کفر وشرک کی آواز تک نہیں سنی خود فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا جب عمر مبارک چھ برس کو پہنچتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آتی ہیں اور نکاح اس سادگی سے ہوتا ہے کہ آپ لڑکیوں میں کھیل رہی ہوتی ہیں ان کی اماں آتی ہے اور ان کو لے جاتی ہے صدیق اکبرؓ نکاح پڑھا دیتے ہیں جب نو سال کی ہوتی ہیں تو رخصتی بھی اس انداز سے ہوتی ہے کہ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی ہوتی ہیں کہ ام رومان آواز دیتی ہیں ماں کے پاس آتی ہیں وہ منہ دھوتی ہیں بال درست کر دیتی ہیں گھر میں لے جاتی ہیں جہاں انصار کی عورتیں انتظار میں ہوتی ہیں گھر میں داخل ہونے کے بعد سب مبارک باد دیتی ہیں تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں تمام ازواج میں سب سے زیادہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ ہی سے تھی یہاں تک کہ جب روح پرنور پرواز کر گئی تو اس وقت سینے پر سر ٹیک کر لیٹے تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت عبدالرحمٰن آئے ہاتھ میں مسواک تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کیا اور خدمت اقدس میں پیش کی آپ نے مسواک فرمایا آپ رضی اللہ عنہا فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آخر وقت میں بھی میرے جھوٹے کو آپ نے منہ لگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۴۸ سال آپ نے بیوگی کی حالت میں بسر کیے اس زمانہ میں اپنے روحانی فرزندان کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیا کرتی تھیں سانحہ جنگ جمل پر عمر بھر افسوس کرتی رہیں وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے روضہ رسول میں نہ دفنانا بلکہ بقیع میں ازواج کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے جب یہ آیت **وقرن فی بیوتکن** پڑھتیں تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔

آپ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں **ما رایت افصح من عائشة**[1] آپ کی فصیح اللسانی کا اندازہ آپ کی ان احادیث سے ہوتا ہے فرماتی ہیں:

فکان لا یریٰ رویا الا جاءت مِثلَ فَلَقِ الصُّبحِ[2]

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۷۳) [2] (بخاری ۲/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے جو خواب دیکھتے وہ سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا [1] آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبین مبارک پر عرق آ جاتا تھا اس کو یوں ادا کرتی ہیں مثل الجمان [1] پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے واقعہ افک کی راتوں میں بے خوابی کا تذکرہ یوں کرتی ہیں لا اکتحل بنوم [2] میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا خطابت میں حضرت عمر اور حضرت علی کے علاوہ سب سے زیادہ ممتاز تھیں جنگ جمل میں جو تقریریں کیں وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ایک جگہ فرماتی ہیں۔ اے لوگو! خاموش خاموش تم پر میرا مادری حق ہے مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے سواء اس شخص کے جو خدا کا نافرمان ہے مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا آپ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں خدا نے مجھے دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن و فاسق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا فضل و کمال اور علمی میدان میں اپنی مثال آپ تھیں ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں

مَا اشْتَکَلَ عَلَیْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثٌ قطُّ فسَاَلْنا عائشۃ الا وَجَدْنا عندھا منہ عِلْمًا۔ [3]

ہمیں کسی حدیث کے بارے میں اگر اشکال ہوتا تو عائشہ کے پاس ہم اس کو پاتے امام زہری جو سر خیل تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں بی بی عائشہ سب سے زیادہ جاننے والی تھیں

کانت عائشۃُ اَعْلَمَ الناسِ یَسْئَلُھَا الا کابرُ مِن اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عروہ بن زبیر کا قول مشہور ہے کہ آپ کو میں نے ہر فن و ہنر میں ماہر پایا

مارایتُ احدًا أعلمَ مِنْ عائشۃَ بالقرآن ولا بفرِیْضَۃٍ وَلا بحلالٍ و لا بفقۃٍ ولا بشعرٍ ولا بطبٍّ ولا بحدیثِ العرب وَلاَ بِنَسَبٍ

امام زہری کی یہ شہادت بھی مشہور ہے کہ اگر تمام لوگوں کے علم کو جمع کیا جائے آپ کا علم ان سے بڑھ کر ہوگا

لو جُمِعَ علمُ النَّاسِ کُلِّھِم ثم عِلمُ ازواجِ النبیّ فکانت عائشۃُ اَوْ سَعَھُم علمًا

الغرض آپ کی زندگی تمام کمالات اور صفات کی جامع ہے اور آپ کی سیرت اپنے روحانی فرزندان کے لیے حقیقی نمونہ ہے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

---

[1] بخاری ۲/۵۹۶ [2] بخاری ۲/۵۹۶ [3] مشکوۃ ص ۵۷۳

عظمت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین اما بعدفاعوذ تسمیہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم. (الفتح)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ.[1]

لے شوق سے نام صحابہ کا کر چرچا عام صحابہ کا
گر طلب ہے تجھ کو جنت کی تو پلہ تھام صحابہ کا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ کے سامنے عظمت صحابہ کے عنوان پر کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سامعین کرام! صحابہ کرام اس امت کی افضل ترین جماعت ہے کہ جن کی تربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی صحابہ کرام میں سے اللہ رب العزت نے بعض کو بعض پر فضیلت کے اعتبار سے مرتبہ دیا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بلند مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے قرآن اس کو اس انداز میں بیان کرتا ہے وسیجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى. (اللیل) اسی طرح فضیلت کے اعتبار سے دوسرا مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی جائیں تو اللہ نے دو رکعت نماز کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى. (الفتح) صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لیں گے قرآن اس قصے کا نقشہ کھینچتے ہوئے بول اٹھتا ہے لقد رضى الله عن المومنين اذا يبايعونك تحت الشجرة. (الفتح) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کے افضل ہونے کا ذکر تھا لیکن میرے پیغمبر کے گلشن کا ہر پھول چمکتا اور دمکتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے ان کو اپنی فوج قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اولئک حزب الله. (المجادلہ) ان کو متقی اور

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

پرہیزگار بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا **اولئک ھم المتقون** ان کے ایمان کو معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا **فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اھتدوا**

سامعین کرام! صحابہ کرام کی عظمت اتنی ارفع و اعلیٰ ہے کہ قیامت کے دن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کے اصحاب موجود ہوں گے لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے انہیں صحابہ کرام میں سے سیدنا صدیق اکبر ہوں گے انہیں صحابہ کرام میں سے ایک صحابی حضرت بلال ہیں کہ جن کی اذان کی وجہ سے اللہ رب العزت نے نظام شمسی کو تبدیل کر دیا انہی صحابہ کرام کی شہادت بیان کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے **فمنھم من قضٰی نحبه و منھم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا.** (احزاب) میرے دوستو صحابہ کرام جنت کے شیدائی تھے۔ ناموس رسالت کے فدائی اور پروانے تھے۔ اگر صحابہ کرام کی شان کو دیکھنا ہے تو صرف تاریخ سے نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کی شان کو دیکھنا ضروری ہے آئیے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قرآن میں صحابہ کرام کی شان کا تذکرہ ہے ان کے عمل کا تذکرہ ہے ان کی صداقت کا تذکرہ ہے ان کے ایمان کا تذکرہ ہے قرآن میں صحابہ کی عظمت کا تذکرہ ہے قرآن میں صحابہ کے اعمال کا تذکرہ ہے ان کے افعال و اقوال و گفتار کا تذکرہ ہے ان کی رشد و ہدایت کے تذکرے، حدیث رسول پیش کرتی ہے **أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ** [1] ان کی پیروی کرنا واجب ہے **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ** یاد رکھو! ایک وقت وہ بھی تھا جب ایک مربع میل کیا ایک گز جگہ بھی ایسی نہ تھی کہ جہاں پر اللہ کا نام آزادی کے ساتھ بلند کیا جا سکتا لیکن آج بحر و بر میں عرب اور عجم میں مصر اور شام میں ایشیاء اور افریقہ میں اللہ تعالیٰ کا نام آزادی کے ساتھ بلند ہو رہا ہے کیا یہ انقلاب خود بخود برپا ہو گیا نہیں نہیں دوستو یہ انقلاب صحابہ کرام کی قربانیوں کی بدولت قائم ہوا ہے آئیے اللہ تعالیٰ سے ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہیں

گھر اپنا کسی کو جلانے نہ دیں گے
صحابہ پر کبھی آنچ آنے نہ دیں گے

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

جہاد فی سبیل اللہ

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین اما بعد! اعوذ، تسمیہ. و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ. (الحج)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْجِھَادُ مُخْتَصَرُ طَرِیْقٍ اِلَی الْجَنَّۃِ.

اٹھ از سر نو دھرتی کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ تسبیح و مصلی
کچھ دن کے لیے طرز عبادات بدل ڈال

میرے انتہائی معزز اساتذہ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میری آج کی گفتگو کا عنوان جہاد فی سبیل اللہ کے نام سے معنون ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مجھے حق سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر ہم سب کو جہاد و قتال کے راستے میں للہ فی اللہ خون کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے آمین۔

سامعین کرام! ہر طرف سے آواز آرہی ہے کہ جہادؑ جہادؑ میں نے قرآن میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ جہاد اسلامی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے اس کے بغیر دین اسلام کی حفاظت ناممکن ہے اور جہاد کی فرضیت کا ایک اہم نکتہ اور راز یہ ہے کہ

ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صَلَوٰتٌ و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا. (الحج)

جہاد کی فرضیت **کتب علیکم القتال** (البقرۃ) اور **اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا** (الحج) سے ثابت ہے جب معلوم ہوا کہ جہاد فرض ہے تو میں نے سوچا کہ اس فریضے کو ادا کرنے کا کیا طریقہ ہوگا تو مجھے قرآن نے بتایا کہ اس کے لیے سب سے پہلے تربیت کریں اور ٹریننگ حاصل کریں **واعدوا لھم** کہ ان کے لیے قوت جمع کرو میں نے سوچا کہ میں غریب آدمی ہو اتنی استطاعت نہیں رکھتا تو **ما استطعتم** کے جملے نے میری پریشانی دور کردی کہ غم وفکر

کی ضرورت نہیں جتنا ہو سکے تیاری کرو تیاری ہو گئی "غوری اور شاہین" پرواز کے لیے تیار ہیں الضرار اور الخالد اپنے نام سے ہی دشمن پر رعب بٹھا چکے ہیں پھر میں نے سوچا کہ میں خود ہی جاؤں یا اوروں کو بھی تیار کروں اللہ کا فرمان نظر آیا **یایھا النبی حرض المومنین علی القتال**. (التوبۃ) یہ حکم جس طرح نبی علیہ السلام کے لیے ہے اسی طرح امت کے ہر ہر فرد کے لیے ہے کہ اس سعادت سے یہ ننھے منے طلبہ کرام محروم نہ ہوں ساتھ لے کر چلو قافلہ تیار ہو گیا میدان کارزار کی طرف روانہ ہو گئے بارڈر کراس کر گئے وادیٔ کشمیر، فلسطین، افغانستان، چیچنیا، بوسنیا، شیشان، عراق میں قافلہ پہنچ گیا اب دشمن قریب ہے میں نے سوچا کہ لڑنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے صف بندی کیسے کریں تو اللہ رب العزت کے فرمان نے ہماری رہنمائی کی **ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص**. (الصف) لیکن پریشانی حل نہیں ہوئی میری ذہنی الجھن اور بڑھ گئی کہ ہم تو افغانستان میں شمالی اتحاد کے خلاف صف بندی کرتے ہیں کشمیر، فلسطین اور چیچنیا، عراق میں صف بندی کیسے ممکن ہے وہاں چھاپہ مار کر کاروائی کرنی پڑتی ہے خودکش حملہ کرنا پڑتا ہے تو میری اس الجھن کو اللہ کے فرمان نے دور کر دیا کہ اے مجاہد فکر کیوں کرتا ہے سوچتا کیوں ہے آگے بڑھو جہاں کہیں کافر اور مشرک ملے اسے قتل کرتا جا **فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم** پھر میرے ذہن میں خیال آیا کہ کافر تو بہت زیادہ ہیں میں کس کس کو قتل کروں تو قرآن کا یہ فرمان سامنے آ گیا کہ جو لڑنے والے ہیں ان سب کو قتل کرو **وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ**. (التوبۃ)

سامعین کرام! میرا وعدہ تھا کہ فرضیت سے لے کر شہادت تک کے مراحل بیان کروں گا اب تو میدان تک پہنچے ہیں آگے چلتے ہیں چھاپہ مار کاروائی نے رخ بدل لیا اب آمنے سامنے لڑائی ہو گی کیونکہ اب ہم افغانستان پہنچ چکے ہیں ایک طرف میرے مجاہدین ہیں دوسری طرف کفار کی فوج ہے ان کے کمانڈر انچیف سروں پر تاج سجائے اپنی صفیں مرتب کر رہے ہیں تو میں نے پھر قرآن اٹھایا تو قرآن میں اللہ کا پیغام نظر آیا **ان اللہ یحب الذین** کہ اب تو میدان میں آمنا سامنا ہو گیا ہے اور **ھل من مبارز** کا نعرہ لگ گیا ہے ابتدا کس کے قتل سے کریں؟ تو قرآن

پکار اٹھتا ہے کہ اے مجاہدو آگے بڑھو اور مٹا ڈالو ائمۃ الکفر کو اے وقت اور اس زمانہ کے اوباش، بدمعاش شیطانی چیلے ابو جہل زمر لیلا پرویز واجپائی شیرون بش ایڈوانی موہن سنگھ کرزئی؛ دو قسم کے سروں کو تنوں سے جدا کر دو فقاتلوا ائمة الكفر لیکن یاد رکھنا ان کے وزیر مشیر بھی نہ بچنے پائیں فقاتلوا اولياء الشيطن. (النساء) معرکہ سخت گرم ہے خون کی دھاریں ہوا میں اڑ رہی ہیں بم کے ٹکڑے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں اب کفار کو کس انداز سے ماریں قرآن کھول کر دیکھتا ہوں تو گویا پیغام خداوندی ابھی ابھی ہماری رہنمائی کے لیے نازل ہوا ہے کہ ان کفار کے ہر ہر جوڑ کو مار کر گردنیں الگ کردو **فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان.** (الانفال) پھر ذہن میں خیال آیا کہ یہ تو بڑا دشوار راستہ ہے اس راستہ میں اگر میری جان بھی جائے تو میری جان کے بدلے مجھے کیا ملے گا تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرما کر اس الجھن کو بھی دور کر دیا **ان الله اشترى من المؤمنين...... الخ** (التوبہ) میں شہید ہو گیا لوگ مجھے دہشت گرد کہیں گے کہ ایک دہشت گرد مارا گیا جس سے لوگوں کے دلوں میں جہاد سے نفرت پیدا ہو گی تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے مجاہد غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہم ان کی زبانوں پر تالا لگا دیں گے **ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات**.(البقرۃ) یا اللہ ٹھیک ہے زبانوں پر تو پابندی عائد ہو گی لیکن ذہنوں کا کیا ہو گا تو رب کریم کا ارشاد ہے کہ میں ان کی سوچوں پر بھی (دفعہ ۱۴۴) نافذ کرتا ہوں **ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله اموات.** (آل عمران) میں تو قبر میں چلا گیا اب میرے خون کا کیا بنے گا تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تمہارے خون کو ہم ضائع نہیں ہونے دیں گے بلکہ تمہارے خون سے مدارس اور مساجد کی حفاظت ہو گی اور آنے والی نسلیں اسلامی نظام کے سائے میں زندگی بسر کریں گی۔ ان شاء اللہ

وما علينا الا البلاغ المبين

خلافتِ راشدہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد!

تعوذ: تسمیہ: وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملو الصالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم. (القرآن)[1]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ تَکُوْنُ مَلِکًا[2] (الحدیث)

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام! بزم شاعری شمیہ میں شریک طلبہ کرام! آج میں جس موضوع کا سہارا لیکر حاضر خدمت ہوا ہوں وہ موضوع ہے خلافت راشدہ کی خصوصیات و امتیازات۔

سامعین محترم! خلافت کے لغوی معنی جانشینی و نیابت کے آتے ہیں' اصطلاح شریعت میں خلافت اس اسلامی سلطنت اور فرمانروائی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے بطریق نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قائم و مستحکم کیا جائے' پھر خلافت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) خلافت الٰہیہ (۲) خلافت راشدہ

خلافت الٰہیہ کے حاملین حضرت انبیاء کرام علیہم السلام ہیں' اس پر قرآن کی یہ آیت گواہ ہے:

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ. (القرآن)[3]

اور خلافت راشدہ دراصل نیابت نبوت کو کہتے ہیں جسکی زندہ مثال چاروں خلفاء راشدین ہیں۔

سامعین کرام! رحلت نبوت کے بعد ایک قائد پیدا کرنے کے لیے خلافت کا منصب ضروری تھا' چنانچہ اس منصب کی تکمیل کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔

نبوت کے بعد اسلام میں سب سے بڑا درجہ خلافت کا ہے' اس لیے ایسے امور جن میں وحی الٰہی یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد موجود نہ ہو تو وہاں خلیفہ راشد کا حکم اور فیصلہ واجب الاطاعت ہوتا ہے' جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک شاہد عدل ہے:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ. (الحدیث)[4]

---

[1] (سورۃ النور آیت ۵۵) [2] (مشکوۃ ۴۶۳) [3] (سورۃ بقرۃ آیت ۳۰) [4] (ابن ماجہ ص ۵)

اسی بنیاد پر خلافت راشدہ چند امور کی وجہ سے ممتاز و منفرد ہے' خلافت راشدہ کی خصوصیات میں سب سے پہلے جس چیز کو رکھا جاتا ہے' وہ ہے ''مساوات''۔ لیکن یہ خیال سراسر غلط ہے کہ اسلام کلی مساوات کو جائز قرار دیتا ہے جو کہ فطرت کے بھی خلاف ہے کوئی حکومت یا ریاست مختلف لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں کو جسمانی سطح پر لانے کی کوشش کرے ایسا کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واللہ فضل بعضکم علی بعض. (القرآن)[1]

میرے عزیز دوستو! خلافت راشدہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ''آزادی'' ہے جو اپنے صحیح خدو خال میں سب سے پہلے اسلام نے ہی پیش کی ہے' اسی بنیاد پر خلافت اسلامیہ کا ادنیٰ شہری بھی بڑے عہدے دار پر تنقید اور اس کا محاسبہ کر سکتا تھا۔ انہی میں سے ایک خصوصیت ''اخوت'' بھی ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی تصور کیے جاتے تھے۔ اخوت ایسی مضبوط تھی کہ خونی رشتہ بھی اس کے سامنے ہیچ تھا' آقا و غلام' سیاہ و سفید' عربی و عجمی' امیر و غریب سب اخوت اسلامی کے دائرہ میں برابر تھے۔ خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت ''عدل'' تھی' اسلامی عدل کی نگاہ میں مسلم و غیر مسلم سب یکساں تھے' حتیٰ کہ عدالت میں حاضر ہونے سے خلیفہ وقت بھی مستثنیٰ نہیں تھا۔ خلافت راشدہ میں دوہری ذمہ داری کا احساس پایا جاتا تھا۔ ایک طرف اگر خدا کے سامنے جوابدہ ہوتا تھا تو دوسری طرف دنیاوی افسر کے سامنے' اسی بنیاد پر نہ وہ شخص پوشیدہ جرم کرتا تھا' نہ اعلانیہ طور پر' منصب خلافت راشدہ میں ''غیر مسلموں کے ساتھ رواداری'' بھی خاص تھی' جس پر قرآن گواہ ہے۔

لا اکراہ فی الدین. (القرآن)[2]

خلافت راشدہ کی خصوصیت ''امور انتظامیہ کی مرکزیت'' تھی۔ یہ ریاست قرآنی اصولوں پر قائم تھی' مجلس شوریٰ کے مشورے سے تمام والیوں' عاملوں' سپہ سالاروں' قاضیوں کا تقرر قرآن کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے ہوا کرتا تھا:

---

[1] (سورۃ النحل آیت ۷۱) [2] (سورۃ آل عمران آیت ۲۵۶)

و امرھم شوریٰ بینھم . (القرآن)[1]

اسی طرح خلافت راشدہ کی حکمت عملی احکام قرآن اور ہدایات نبوی پر مبنی تھی' جیسے فرمان الٰہی ہے:

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم. (القرآن)[2]

خلافت کو بادشاہت وملوکیت سے یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدے کیے تھے' وہ سب خلافت کے دور میں پورے ہوئے' مثلاً اقامت الصلوٰۃ' ایتاء الزکوٰۃ' امر بالمعروف ونہی عن المنکر' اور تمکین وتقویت دین کے وہ وعدے پورے ہوئے جس پر یہ ارشاد ربانی ہے:

الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر[3]

اسی طرح دوسری آیت ہے: **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ.** (القرآن)[4]

اسلام کے دور میں یہودیت' نصرانیت' مجوسیت اور رافضیت کے مغلوب ہونے سے **لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون.**[5] کی بشارت ہے' خلافت راشدہ کے دور میں فتوحات کی کثرت تھی: **مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل**[6] کی موعودہ خیروبرکت کو پورا کردیا۔ دور خلافتِ راشدہ میں **ان علینا جمعہ و قرآنہٗ**[7] یعنی قرآن کی کتابی شکل میں تدوین کی طرف جو اشارہ ہے یہ بھی پورا ہوا۔ قتال کے متعلق میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں خوارج کو پاتا تو ان کو عادیوں کی طرح قتل کرڈالتا' پیغمبر کے اس ارشاد کو خلیفہ رابع سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عملی جامہ پہنایا' خلافت راشدہ کا یہ درخشندہ دور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے اختتامی دور تک مسلسل تیس سال رہا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً.[8]

---

[1] (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۸) [2] (سورۃ الحشر آیت ۷) [3] (سورۃ الحج آیت ۴۱) [4] (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)
[5] (سورۃ الصف آیت ۹) [6] (سورۃ الفتح آیت ۲۹) [7] (سورۃ القیمۃ آیت ۱۷) [8] (مشکوٰۃ ۴۶۳)

سامعین کرام! اگر ہم اور آپ خلافت راشدہ کے اوصاف کو سامنے رکھیں تو ہمیں اسلام کے نظام خلافت اور آمریت و جمہوریت میں واضح فرق اور امتیاز نظر آئیگا۔ نظام خلافت راشدہ اقتدار کی طلب اور عہدوں کی ہوس سے پاکیزہ نظام کا نام ہے' جبکہ آمریت و جمہوریت کیلئے ہر ہتھکنڈہ استعمال کرنا جائز سمجھا جاتا ہے۔

خلافت میں حکمران خادم ہوتا ہے اور آمریت و جمہوریت میں مطلق العنان' خلافت راشدہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ خلیفۂ وقت عاقل' بالغ اور باشرع مسلمان مرد ہو' جبکہ عورت خلافت کی اہل ہی نہیں' اس لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ يُفْلِحَ الْقَوْمُ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً [1]

اس لیے کہ مسلمانوں کا خلیفہ لڑائیوں کا سپہ سالار اور نمازوں کا امام ہوتا ہے' یہ فرائض عورت کے بس میں نہیں ہیں بلکہ مجھے یوں کہنے دیجئے کہ خلافت راشدہ کا نظام وہ نظام ہے جس میں وقت کے حکمران کو بھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا تھا' وہ نظام تھا جس میں راعی اور رعایا کے لیے ایک قانون تھا' وہ نظام تھا جس میں خلیفہ کے صاحبزادے کو سرعام کوڑے لگائے گئے' وہ نظام تھا جس میں حکم صرف خدائے واحد کا چلتا تھا' وہ نظام تھا جس کی بدولت معاشرہ جنت نظیر تھا' خلافت راشدہ کا نظام وہ نظام تھا جس میں ماؤں' بہنوں کی ردائے عصمت کا تحفظ موجود تھا۔

سامعین کرام! یہ اٹھنے اور جاگنے کا وقت ہے کیونکہ سوشلزم کی ناکامی کا اعتراف خود اس کے علمبرداروں نے کرلیا ہے' جمہوریت کے نقائص کا اعتراف مغرب میں ہو رہا ہے' انسان کسی نئے نظام کی تلاش میں ہے' آگے بڑھو اور مشرق و مغرب کے سامنے نظام خلافت راشدہ پیش کرو' کیونکہ یہی وہ نظام ہے جو ہر دور کے انسانوں کے دکھوں کا مداوا کر سکتا ہے۔

---

[1] (بخاری ۲/ ۶۳۷)

وطن تو آزاد ہو چکا ہے؛ دل و دماغ ہیں غلام اب بھی
شراب غفلت کو پی چکے ہیں یہاں کے ہر خاص و عام اب بھی
غلط ہے ساقی تیرا یہ نعرہ نظام محفل بدل چکا ہے
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں؛ وہی کہنہ سا ہے جام اب بھی
میرے میخانے کا عجب انداز ہے اے لوگو!
کسی پر جام شراب جائز؛ کسی پہ پانی حرام اب بھی

وما علینا الا البلاغ المبین

علم اور جہاد

الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام ...... الخ

قال اللہ تعالیٰ: کتب علیکم القتال وھو کرہٌ لَّکُمْ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم واعلموا اَنَّ الجنۃ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوف۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ قل ھل یستوی اللذین یعلمون واللذین لا یعلمو ن۔(القرآن)

و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللہ لَہٗ بِہٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ۔[1] (حدیث شریف)

و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔[2]

بغاوت برملا ہر وقت طاغوت کی کرنا
اگر ڈرنا ہے تو بس اس قادر قیوم سے ڈرنا
صنم خانوں میں بھی اللہ اکبر کی صدا دینا
خس و خاشاک غیر اللہ کو یکسر جلا دینا
عمر کا فاصلہ لمحوں میں سمٹ جاتا ہے
ظلم جب حد سے گزرتا ہے تو مٹ جاتا ہے
چیخ بن کر جب بغاوت کی صدا اٹھتی ہے
آمر وقت کا تختہ الٹ جاتا ہے
زندگی کی کرن ڈھونڈنے نکلے تھے
گزر گئیں صدیاں مگر وہ گھر نہیں آئے
تلاش زندگی سے لوٹے تو ماؤں نے دیکھا
بدن تو لوٹ آئے ہیں مگر بیٹوں کے سر نہیں آئے

[1] (مشکوۃ ص ۳۲۰) [2] (مشکوۃ ص ۳۶)

میرے واجب الاحترام دوستو: انتہائی غور طلب قابل التفات و توجہ بات ہے کہ علم اور جہاد کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ ان دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟ یہ بات آج سے کئی سال پہلے انگریزوں نے کہی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص عالم ہوتا ہے وہ مجاہد بھی ہوتا ہے اور جو شخص مجاہد ہوتا ہے وہ عالم بھی ہوتا ہے آخر کیوں؟ تو آیئے میرے دوستو ان دونوں چیزوں کا آپس میں جو تعلق ہے وہ ہم پہلے سوچیں اور پھر اس کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

میرے دوستو! علم اور جہاد کا آپس میں یہ تعلق صرف ۱۴۰۰ سال سے ہی نہیں بلکہ کئی ہزار سال پہلے سے ہے کہ جب سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں مبعوث ہوئے تو جس طرح ان کی صفت وعلم ادم الاسماء تھی تو اسی طرح و یسفک الدماء بھی تھی اور جہاد کے ذریعے سے انہیں یہ بتایا گیا کہ کس کا خون بہانا ہے اور علم کی روشنی سے انہیں یہ سمجھایا گیا کہ کس کا خون بہانا ضروری ہے کس کا خون بچانا ضروری ہے۔ علم اور جہاد کندھے سے کندھا ملا کر چلتے رہے منزلوں کی منزلیں طے کرتے رہے اور اس عروج پہ پہنچے جب علم کی دنیا نے ایک امّی نبی کو دیکھا جس کے علم کے مقابلہ میں دنیا کا سارا کا سارا علم ہیچ معلوم ہونے لگا کہ جس کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ تھا میدان جہاد میں نکل کر کہتا ہے کہ اَنَا نَبِیُّ الْمَلَاحِمِ' اَنَا نَبِیُّ السَّیْفِ اور کہیں فرماتا ہے بُعِثْتُ مُعَلِّمًا[1] یہی کے صحابہ میں ہر شخص عالم تھا ہر کوئی محدث اور ہر کوئی مفسر اور فقیہ تھا تو اسی طرح ہر کوئی میدان جنگ کا غازی بھی تھا۔ علم اور جہاد کا یہ حسین امتزاج چلتا رہا فارس کی سلطنت زمین چاٹنے پہ مجبور ہوگئی اور یہ سلسلہ چلتا رہا مگر اور اب وہ وقت آیا کہ جب انگریز عیار یہ سوچنے لگا کہ آخر ان دو چیزوں کا آپس میں کیا تعلق ہے کیا رابطہ ہے؟ قرآن مجید ہر سپارے میں علماء کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تمہیں جہاد کرنا ہے ورنہ یہ علم تمہارے لیے رہبانیت بن جائے گا اور اسی طرح قرآن مجید ہر سپارے میں مجاہدین کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تمہیں علماء کے تابع ہونا پڑے گا ورنہ یہ جہاد تمہارے لیے فساد بن جائے گا مگر ایک ملعون شخص آیا اور اس نے علمی اصطلاحات کو

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۶

غلط استعمال کیا اور یہ بھی کہا کہ جہاد فرض عین ہے یا کفایہ جہاد اکبر کیا ہے اور جہاد اصغر کیا ہے جہاد حسن لعینہ کیا ہوتا ہے اور حسن لغیرہ کیا ہوتا ہے۔ اس ملعون شخص کی بات کو اتنی شدت سے کہا گیا کہ اس کی یہ بات لوگوں کے ذہن میں نقش کالحجر بن گئی اور یہ ملعون وکذاب شخص جسے تاریخ مرزا غلام احمد قادیانی بے ایمان وخبیث کے نام سے جانتی ہے اور ان شاء اللہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس ملعون کی قبر پر لعنت بھیجتی رہیں گی غلط اصطلاحات کا بیج اس ملعون نے بویا، خدا جانے یہ غلط اصطلاحات کب تک استعمال کی جائیں گی اور معلوم نہیں کتنی قربانیاں دینے کے بعد یہ غلط استعمال ہونے والی اصطلاحات بند ہوں گی اس ملعون نے مسلمانوں پر بہت ظلم کیا کتنی ماؤں کے سہاگ اجاڑ دیئے کتنی عورتوں کو بیوہ کر دیا کتنے بچوں کو یتیم بنایا حالانکہ علم اور جہاد یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے نفاذ سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی راحت محسوس کرتے ہیں جب اس کا نفاذ بند ہو جائے تو یہ زمین یہ فضاء یہ سمندر ظالموں سے بھر جاتی ہے آج ہم وہ دن دیکھ رہے ہیں جب امت مسلمہ ہر طرف سے کفر کی یلغار کا شکار ہے اور جہاں کفار نہیں تو وہاں کفار کے ایجنٹوں کی یلغار کا شکار ہے انگریز نے ایسے لوگوں کو کھڑا کیا کہ جو علماء کی صفوں میں رہتے ہوئے مجاہدین کی مخالفت کرتے ہیں اور مجاہدین کی صفوں میں ایسے ایجنٹ کھڑے کیے کہ جو علماء کے خلاف زبان درازی سے دریغ نہیں کرتے اور اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ علماء کے ہاتھوں سے اسلحہ چھین لیا گیا اور قتل و غارت کا وہ دور شروع ہوا کہ علماء کو چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح سڑکوں پر قتل کیا گیا چنانچہ انسانیت کے سب سے بڑے محسن اعظم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ میری امت کے علماء پر ایک وقت آئے گا کہ جب انہیں چوروں کی طرح قتل کیا جائے گا اور ہم سب نے اپنی آنکھوں سے وہ دلخراش مناظر دیکھے کہ انسانیت کی روح کانپ اٹھی اور علم و جہاد کے پہاڑ اور ستونوں کو گرایا گیا اور یہ ستون اور پہاڑ کبھی رئیس الجامعہ مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور مفتی عبدالسمیع شہیدؒ کی شکل میں تو کبھی فقیہ العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور محدث العصر امام المجاہدین مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا حسن جان شہیدؒ، مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، مولانا عبد

الغفور ندیم شہیدؒ، علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ کی شکل میں لیکن افسوس کہ ہم خاموش تماشائی بنے رہے۔

میرے دوستو! اب وقت ہے عملی جہاد کا اور کفر کے غرور کو خاک میں ملانے کا تاکہ آئندہ نسلوں کے سامنے جب ہماری تاریخ دھرائی جائے تو وہ ہم پر لعنتیں برسانے کی بجائے ہماری قبروں پر پھول نچھاور کریں۔ دوستو! اگر آج بھی ہم خاموش تماشائیوں کی طرح صرف دیکھتے رہے تو آئندہ آنے والے نسلوں کو ہم آزادی کا تحفہ دینے کی بجائے انگریزوں کی غلامی کی ہتھکڑیوں اور بیروں میں ڈالنے کے لیے زنجیریں دیں گے اور وہ ہمارا نام سنتے ہی ہم پر لعنتوں کی بوچھاڑ کریں گی تو عالم ارواح میں ہماری روحیں کانپ اٹھیں گی تو اس ندامت اور ملامت سے بچنے کے لیے آج ہی سے ہم پختہ عزم کرلیں کہ ہم علم کے ساتھ ساتھ عملی جہاد سے کسی بھی وقت دریغ نہیں کریں گے۔

کتاب سادہ رہے گی کب تک کبھی تو آغاز باب ہوگا
جنہوں نے بستی اجاڑ ڈالی کبھی تو ان کا حساب ہوگا
سکوت صحرا میں بسنے والو ذرا رُتوں کا مزاج سمجھو
ابھی تو اتنی گھٹن بڑھے گی کہ سانس لینا عذاب ہوگا
وہ دن اور تھے جب ہر ستم کو ادائے محبوب کہہ کر خوش تھے
اب جو گولی چلے گی راکٹ اس کا جواب ہوگا

وما علینا الا البلاغ المبین

سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی الہ و اصحابہ الذین اوفوا عہدہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ[1] صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم.

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے — کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے — خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی — رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

واجب الاحترام معزز علماء کرام اوراس پرفتن دور میں حق کا پھریرا بلند کرنے والے دیوبند ثانی، بنوری ٹاؤن کے غیور نوجوانوں اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس بابرکت وپروقار محفل میں جس عنوان پر اپنے بکھرے بے ربط خیالات کا اظہار کرنے لگا ہوں وہ شمع رسالت کے پروانوں آسمان نبوت کے چمکتے ستاروں بستان نبوت کے مہکتے پھولوں آفتاب رسالت کی چمکیلی شعاعوں آغوش نبوت کی پروردہ ہستیوں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت مقدسہ ہے۔ ۷،۸ منٹ میں ان نفوس قدسیہ کی سیرت مطہرہ پر سیر حاصل گفتگو تو کیا اس کو اشارۃً کنایۃً بیان کرنا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے لیکن پھر بھی خریداران یوسف علیہ السلام کی فہرست میں نام شامل کرنے کی خاطر اس بڑھیا کی طرح محبین صحابہ کی صف میں اپنا نام شامل کرنے کی خاطر اپنے منتشر خیالات بیان کرنے کی جسارت کررہا ہوں بارگاہ ایزدی میں تڑپ کر استدعا کیجئے کہ حق و سچ کہنے کی توفیق عطا ہو۔

سامعین محترم! خلاق عالم نے جب اس عالم اسباب میں اپنی توحید و وحدانیت کی

[1] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

آبیاری کا ارادہ فرمایا تو نوع انسان میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء مبعوث فرمائے اور ہر نبی ورسول کو ایک مکمل ضابطہ حیات بشکل صحف سماویہ عطا کیا گیا چنانچہ ہر نبی ورسول نے اپنے اپنے ادوار واعصار وازمان میں دین حق کی آبیاری کے لیے انتھک محنت وبے مثال کوشش اور لافانی جدوجہد کی ہے ان برگزیدہ ہستیوں کی تو**مَلِکُ المُلوک** نے براہ راست بھی امداد فرمائی اور انہیں کئی ایسے ساتھی بھی فراہم کیے جو منصب رسالت کے تمام امور کائنات عالم میں پھیلانے کے لیے ان کے یارو مددگار اور اعوان وانصار بنے اسی عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جب عالم ہستی میں رونما ہوتے ہیں تو پھر انہیں ایسے جاں نثار جیالے ساتھی دیئے جاتے ہیں جو **اِتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ** کا عملی مثالی نمونہ بن جاتے ہیں جن کے مقام ومرتبے کا یہ عالم ہے کہ رب کائنات اپنے محبوب سے فرماتے ہیں **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ** کہ میرے حبیب آپ کے سامنے روسائے قریش موجود ہیں آپ کے سامنے سرداران مکہ موجود ہیں زعمائے قبائل موجود ہیں لیکن آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ مقید کر لیجئے جنہوں نے غم واندوہ کے پہاڑ سہہ کر اپنی جان کے نذرانے دے کر خود کو خوں میں نہلا کر قیامت تک آنے والوں کو یہ پیغام بزبان حال دے دیا۔

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

سامعین محترم! سلسلہ نبوت کی انتہاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے احکامات الٰہیہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے دامن میں ڈالنے کی ضرورت تھی جس کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو اپنی جان کی بازی لگا کر اپنے بچے یتیم کروا کر اپنا ملک ووطن قربان کروا کر گھر سے بے گھر ہو کر در سے بے در ہو کر اپنا مال ومتاع واولاد قربان کر کے ساری کشتیاں جلا کر اسلام کی نشر واشاعت کا واسطہ وذریعہ بن سکے اس کے لیے جو جماعت منتخب ہوتی ہے اس کے افراد وہ لوگ ہیں جو شرم وحیات کے پیکر تھے جو بندگان تسلیم ورضا تھے جن کی

امداد کیلئے فرشتے قطار اندر قطار جن کا سب سے بڑا سرمایہ انبیاء کا تاجدار جو سچے پکے مسلمان جن کا سرمایہ اسلام کا سائبان جن کی تجارت عاقبت کا سامان' جن کی دولت اہل فقر کے لیے قربان ان کی ہر مشکل آسان جو مثل کہکشاں ابراہیم جیسے بلند عالیشان مرتب حسن ان پر نازاں' چاند ان پر قربان جن کا گھر ساتواں آسماں کسی اور کی کہاں یہ شان' اصحاب انبیاء کے درمیان جن کے خلفاء ابوبکر و عمر علی و عثمان۔

وہ سفرائے آقائے دو جہاں ان کی صورت صورت ایماں' ان کی سیرت ایمان کی ترجماں' ان کی جاں رسول خدا کو عزیز از جاں ان کے ہاتھ نبی کے ہاتھ پر وہ اصحاب بیعت رضواں' ان کی بخشش پر خود نبی آخرت الزماں ان کی رضا پر راضی خود خالق دو جہاں خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی اس پر گواہ ان کے نام سب کے نوک زباں ان کے حامی کارواں در کارواں ان کی حکومت مادر مہرباں ان کے لشکر مرگ دشمناں' ان کا پرچم سارے عالم پر آویزاں ان کا عہد کثرتوں اور عشرتوں کا سامان ان کے عفو و درگزر پر دنیا حیراں' ان کی ہیبت سے باطل لرزاں خشک ہو یا تر بر ہو یا بحر ان کے لیے یہ سب تھے یکساں ان کے مقابل اشخاص بد بخت و بدگماں' وہ اٹھے کہ اٹھا اتحاد کا نشاں ان کے بعد منتشر سارے مسلماں' ان کے خون سے رنگین تاریخ کی داستان وہ تھے جامع القرآن نظر آتے تھے قراء حقیقت میں تھے قرآن **فبای آلاء ربکما تکذبان.**

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں

سامعین محترم: آیئے سیرت صحابہ کو سب سے پہلے رب کے کلام سے پھر نبی کے فرمان سے سمجھانے کی کوشش کروں گا اور اگر وقت۔ نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ عربی ادب میں جانے سے بھی گریز نہیں کروں گا آیئے ذرا قرآن سے پوچھتے ہیں کہ اے قرآن تو ہی بتلا کہ صحابہ کا مزاج کیا تھا؟ تو قرآن پکار اٹھتا ہے **اشداء علی الکفار رُحماء بینھم** اے قرآن تو ہی بتلا کہ ان کی عبادت کیسی تھی؟ تو قرآن پکار اٹھتا ہے **تراھم رکعا سجدا** اے قرآن تو ہی بتلا کہ ان کی چاہت کیا تھی؟ تو قرآن کہہ اٹھتا ہے **یبتغون فضلا من ربھم و رضوانا** اے

قرآن تو ہی خبر کران کی علامات عبادت کیا تھیں؟ تو قرآن سیما هم فی وجوههم من اثر السجود کہہ کران کی علامت عبادت کی خبر دیتا ہے قرآن کی ورق گردانی کیجئے قرآن ذلک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کہہ کران کے تذکرے کی گواہی دیتا ہے اولئک هم الراشدون کہہ کران کی ہدایت کا چرچا کرتا ہے اولئک هم المفلحون کہہ کر قرآن ان کی کامیابی پر مہر صداقت ثبت کرتا ہے آمنوا کما امن الناس کہہ کر قرآن ان کے ایمان کی شہادت دیتا ہے اولئک حزب الله کہہ کر قرآن نے انہیں حزب اللہ کا لقب دیا ارے قرآن تو رضی الله عنهم و رضوا عنه کہہ کر خدا کے ان سے راضی ہونے کا پروانہ جاری کرتا ہے۔

سامعین مکرم! اب نبی کے فرمان کی طرف چلتے ہیں لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ [1] کہہ کر آقائے نامدار ان پر سب وشتم سے منع فرماتے ہیں فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ [2] کہہ کر زبان نبوت ان سے محبت کو نبی سے محبت اور ان سے بغض رکھنے کو نبی سے بغض رکھنے کی وجہ بتلاتے ہیں ان پر لعن طعن کرنے والوں پر زبان نبوت لعنت کا حکم دیتی ہے اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّكُمْ [3] فرما کران کی اقتداء کا حکم دیتے ہیں قربان جایئے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو یہاں تک فرما گئے لَا تَمَسُّ النَّارَ مُسْلِمًا رَآنِیْ [4] کہ میرے صحابہ کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔

سامعین محترم! اب آیئے عربی ادب کی طرف میں صرف صاحب قصیدہ بردہ علامہ بوصیری کے اشعار پر اکتفاء کروں گا جن اشعار سے خود ہی صحابہ کی بلندی شان متشرح ہوتی ہے۔

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مَصَادِمَهُمْ ۔۔۔ مَاذَا رَاٰیْ مِنْهُمْ فِیْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

فَسَلْ حُنَیْنًا وَ سَلْ بَدْرًا وَ سَلْ اُحُدًا ۔۔۔ فُصُوْلُ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰی مِنَ الْوَخِمِ

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (مشکوة ص ۵۵۳) [2] (مشکوة ص ۵۵۳) [3] (مشکوة ص ۵۵۳) [4] (مشکوة ص ۵۵۳)

چاروں میں ایک چار کا سردار

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین

نعوذ تسمیہ قال اللہ تعالی: اللہ الذی خلق السموٰت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش[1] صدق اللہ العظیم

میرے معزز اساتذہ کرام! اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کیا تو اس میں بڑی بڑی مخلوقات تھیں لیکن ان میں سے چار کو اللہ نے چن کر پوری دنیا میں نمایاں کر دیا۔ ایک کو اللہ نے انسان کہا' ایک کو اللہ نے حیوان کہا' اللہ نے ایک کو ملائکہ کہا اور ایک کو اللہ نے جنات کہا' پھر ان چاروں مخلوقات میں سے اللہ نے انسان کے سر پر ساری کائنات کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد کرّمنا بنی آدم و حملنھم فی البر والبحر و رزقنھم من الطیبٰت و فضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا[2]

پھر انسانوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں فرشتے بھی پیدا کر دیے تو فرشتے بھی کروڑوں تھے لیکن اللہ نے چار فرشتوں کو چن کر ساری دنیا میں نمایاں کر دیا' ایک کو جناب جبرائیل علیہ السلام کہا' ایک کو حضرت اسرافیل علیہ السلام کہا' ایک کو جناب میکائیل علیہ السلام کہا اور ایک کو جناب عزرائیل علیہ السلام کہا پھر ان چاروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے جناب جبرائیل علیہ السلام کے سر پر فرشتوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور ارشاد فرمایا:

عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔[3]

پھر کائنات کے رب نے ارض و سماء بنائے' ارض و سماء بنانے کے بعد دنوں کو پیدا کیا' راتوں کو پیدا کیا' مہینوں کو پیدا کیا' جب مہینے پیدا ہوئے تو اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو محرم کہا' ایک کو شعبان کہا' ایک کو رمضان کہا اور ایک کو رجب کہا پھر ان چاروں مہینوں میں

---

1 (سورۃ الاعراف آیت ۵۴) 2 (سورۃ التین آیت ۴) 3 (سورۃ التکویر آیت ۲۰'۲۱)

اللہ رب العزت نے رمضان کے سر پر سارے مہینوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن[1]

فرما کر رمضان کے مہینے کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے' پھر اللہ نے دنوں کو بھی پیدا کر دیا دن تو بہت تھے' لیکن اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک دن کو اللہ نے یوم جمعہ کہا' ایک دن کو یوم الفطر کہا' ایک دن کو اللہ نے یوم الاضحیٰ کہا' ایک دن کو اللہ نے یوم عرفات کہا' پھر ان دنوں میں سے اللہ نے یوم الجمعۃ کے سر پر سارے دنوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا۔ اور

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ[2]

فرما کر اس دن کی عظمت کو بیان کر دیا' پھر اللہ نے راتیں بھی پیدا کر دیں' راتیں تو بہت تھیں' لیکن اللہ نے چار راتوں کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک رات کو اللہ نے شب ابو درعا کہا' ایک رات کو اللہ نے شب قدر کہا' ایک رات کو اللہ نے شب برأت کہا' ایک رات کو اللہ نے شب عرفہ کہا پھر ان چاروں راتوں میں سے اللہ نے شب قدر کی رات کے سر پر سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں **انا انزلناہ فی لیلۃ القدر.** (القدر) کہہ کر اس رات کی عظمت کو دوبالا کر دیا' پھر دن اور راتوں کے بعد انسانیت اور حیوانیت کے بعد اللہ نے انسانوں میں بہت سارے طبقات پیدا کر دیئے' قرآن کہتا ہے' ایک کو اللہ نے **من النبیین**[3] کہا' ایک کو اللہ نے **والصدیقین** کہا' ایک کو اللہ نے **و الشھداء** کہا' ایک کو اللہ نے **و الصالحین** کہا' پھر ان طبقوں میں سے اللہ نے نبیوں کے سر پر ساری کائنات کے تینوں انسانوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں **و ان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینٰت**[4] کہہ کر انبیاء کی شان کو بیان کر دیا' پھر انبیاء میں چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا' ایک کو جناب ابراہیم علیہ السلام کہا' ایک کو جناب موسیٰ علیہ السلام کہا' ایک کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کہا' پھر ان چاروں نبیوں میں سے اللہ نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ساری دنیا کے نبیوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں پوری سورۃ الضحیٰ اتار کر محمد صلی

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵) [2] (سورۃ الجمعۃ آیت ۹) [3] (سورۃ النساء آیت ۶۹) [4] (سورۃ آل عمران آیت ۱۸۴)

اللہ علیہ وسلم کی شان کو بتا دیا' پھر اللہ نے ساری دنیا میں کتابیں بھی پیدا کر دیں کتابیں اور صحائف بھی بہت تھے' لیکن اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو توریت کہا' ایک کو انجیل کہا' ایک کو قرآن کہا' ایک کو زبور کہا پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سر پر ساری دنیا کی کتابوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون . (الحجر)

پھر کتابوں کے بعد اللہ نے مساجد بھی پیدا کر دیں' مساجد تو بہت ہیں' لیکن ان مساجد میں سے اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو اللہ نے بیت اللہ کہا' ایک کو بیت المقدس کہا' ایک کو اللہ نے مسجد نبوی کہا' ایک کو اللہ نے طور سینا کی مسجد کہا' پھر اللہ نے ان چاروں مساجد میں سے بیت اللہ کے سر پر سرداری کا تاج رکھ دیا اور فرمایا: **ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا و هدی للعلمین**[1] پھر کائنات کے رب نے اپنے لاڈلے پیغمبر کو بیویاں بھی عطا فرمائیں' پھر ان بیویوں میں سے بھی اللہ نے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو اللہ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہا' ایک کو اللہ نے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا' ایک کو حفصہ رضی اللہ عنہا کہا' ایک کو اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا' پھر ان چار بیویوں میں بھی اللہ نے طیبہ طاہرہ عالمہ زاہدہ عفیفہ صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں ان کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے پوری سورۃ نور کو اتارا' پھر اللہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی چنا' ایک کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کہا' ایک کو عمر رضی اللہ عنہ کہا' ایک کو عثمان رضی اللہ عنہ کہا' ایک کو علی رضی اللہ عنہ کہا' پھر ان چاروں میں سے اللہ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرداری کا تاج رکھ دیا اور قرآن میں: **اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا**[2] کہہ کر ان کی عظمت کو دوبالا کر دیا' پھر رب ذوالجلال نے اس دور میں ہمارے سامنے جو تاریخ آئی ہے' اس کے مطابق دنیا میں بڑے بڑے امام بھی

---

[1] (سورۃ آل عمران آیت ۹۶) [2] (سورۃ سورۃ التوبہ آیت ۴۰)

پیدا کر دیئے لیکن ان میں سے چار کو چن کر نمایاں کر دیا' ایک کو امام اعظم ابو حنیفہؒ کہا' ایک کو امام احمد بن حنبلؒ کہا' ایک کو امام شافعیؒ کہا' ایک کو امام مالکؒ کہا' پھر ان چاروں آئمہ میں سے اللہ نے امام ابو حنیفہؒ کے سر پر ساری دنیا کے اماموں کی سرداری کا تاج رکھ دیا' اور قرآن میں فرما دیا:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء[1]

وہ پھول چنا میرے گلستان سے اجل نے
جس پھول کی خوشبو سے معطر ہے جہاں آج
وہ اسوۂ اسلاف کی رخشندہ علامت
اے خاک! بتاؤ تو نے چھپائی ہے کہاں آج
وہ امام اعظم وہ معارف کا خزینہ
وہ جس کے فتویٰ سے منور ہے جہاں آج

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (سورۃ فاطر آیت ۲۸)

منکرینِ زکوۃ کے خلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جہاد

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین.

اما بعد اتعوذ، تسمیہ، یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ[1]

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو: میں آج جس موضوع پر اپنی معروضات پیش کرنے کا آغاز کر رہا ہوں وہ موضوع ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد"۔

سامعین کرام! دنیا میں کوئی بھی فتنہ پرداز اپنی ناپاک کاروائی کی ابتدا کرتا ہے فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتا ہے دین اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی ناپاک سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے کفر وطغیانی کے سیلاب کو روکنے کے لیے اہل باطل کے فتنوں کے سامنے سد سکندری بنانے کے لیے کسی مرد حق پرست کو پیدا کر دیتا ہے پھر وہ مرد قلندر اپنی جرات سے باطل کے خرمن میں آگ لگا دیتا ہے قصر باطل کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا ہے گمراہی اور بے راہ روی کے سیلاب کے سامنے بند باندھ دیتا ہے اہل فتن کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں ان کے پاؤں ثابت قدم نہیں رہ سکتے ان کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے انکے ہاتھ تھر تھر کانپتے ہیں انہیں طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے انہیں پھر اپنے کیے کی سزا ملتی ہے نتیجتاً مرد خدا اللہ کے دوست اپنا سفر موج لے کر اہل باطل کے جہاں میں تباہی پھیلا دیتا ہے اہل باطل مغلوب ہو کر چوہوں کی طرح اپنے اپنے بلوں میں بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں فتنوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے امن وسلامتی کا پھریرا ہر سو لہرانے لگتا ہے بدامنی اور

---

[1] (بخاری ۱/۹۳)

انتشار و فراق کی کالی کالی گھٹائیں چھٹ جاتی ہیں۔ حق کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔

سامعین کرام! اس تمہید کے بعد اب میں آپ حضرات کو چودہ صدیاں پیچھے لے جانا چاہتا ہوں ربیع الاول کے پہلے عشرے کے چند دن ہی گزرے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی آخری آیت نازل ہوتی ہے **واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله ثم توفی کل نفس بما کسبت و هم لا یظلمون** چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیاری حملہ کر دیتی ہے بیمار ہونے کے باوجود حضرت علی اور حضرت عباس کے سہارے آپ مسجد نبوی میں تشریف لے جا کر نماز پڑھاتے ہیں قرآن کا نزول مکمل ہو چکا ہے جب بیاری میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ** کہ ابوبکر کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں یہیں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا آغاز ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی سترہ نمازیں مسلمانوں کو پڑھائیں بالآخر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے مسلمانوں نے اپنے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چن لیا۔ زمام اقتدار سنبھالتے ہی ہر طرف سے ارتداد کی صدائیں آنے لگیں ایک خبر آئی کہ فلاں قبیلے والے مرتد ہو گئے دوسری خبر آئی کہ فلاں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر لیا کہ ان مرتدین و منکرین زکوٰۃ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے آپ نے لشکر کشی کے لیے حکم صادر فرمایا، ادھر اسلامی حکومت ابھی تک مستحکم نہ ہو سکی تھی صحابۂ کرام کی رائے تھی کہ اول خلافت کو مضبوط بنایا جائے پھر مدعیان نبوت اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کریں گے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمام مسلمان میرا ساتھ چھوڑ دیں تب بھی میں اکیلا کافروں سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ اونٹ کے گلے کی رسی کی زکوٰۃ بھی وصول کی جائے گی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میرے جسم کو کوے نوچتے ہیں یا میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔

سامعین کرام! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس جوش و جذبے کو دیکھ کر عام صحابہ بھی تیار ہو گئے مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی، مرتدین کا قلع قمع کیا۔ منکرین زکوٰۃ کے سیلاب کے سامنے بند باندھ دیا اور اس آیت میں جو خوشخبری دی گئی ہے اس کے مستحق قرار

پائے۔ یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم الخ کہ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایسی قوم لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی مومنین پر رحم دل اور کفار پر سخت ہوگی اللہ کی راہ میں جہاد کرے گی کسی ملامت سے نہ ڈرے گی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (الحدید) یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے اس کی مرضی ہو اس کی عملی تصویر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین



شوقِ شہادت

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین۔

اما بعد اعوذ: تسمیہ: قال اللہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔[1]

اٹھ از سر نو دھرتی کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے حالات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ کے تسبیح و مصلی
کچھ دن کے لیے طرز عبادات بدل ڈال

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

جب میری نگاہ تاریخ کے اوراق پر پڑتی ہے تو مجھے ہر جگہ شہداء کا خون بہتا ہوا نظر آتا ہے اور تاریخی اوراق شہداء کے خون سے رنگین اور لبریز و معطر نظر آتے ہیں۔

آیئے صحابہ کے شوق شہادت کو دیکھنے سے قبل صحابہ کے سردار اور رہبر کو دیکھتے ہیں امام الانبیاء سرتاج المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا کیا ہے؟ میرے مدنی آقا تڑپ کر فرماتے ہیں لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ۔[2]

سامعین کرام! صحابہ میں شہادت کی تڑپ تھی شہادت کا جذبہ تھا اگر صحابہ میں شوق شہادت نہ ہوتا تو بدر میں چودہ صحابہ شہیدؓ نہ ہوتے اگر صحابہ میں شوق شہادت نہ ہوتا تو احد میں ۷۰ صحابہ شہیدؓ نہ ہوتے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اگر صحابہ میں شوقت شہادت نہ ہوتا تو خندق میں چھ صحابہ شہیدؓ نہ ہوتے' بیر معونہ میں ۶۷ صحابہ شہیدؓ نہ ہوتے ارے میں تو کہتا ہوں اگر صحابہ میں شوق شہادت نہ ہوتا تو

---

[1] مسلم ۱۴۳/۲ [2] بخاری ۳۹۲/۱

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۸ ہزار صحابہ اپنی جانوں کے نذرانے پیش نہ کرتے۔

اگر صحابہ میں شوق شہادت نہ ہوتا تو خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم کے دور خلافت میں ۱۴ ہزار صحابہ شہید نہ ہوتے' خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین کے دور خلافت میں ۱۶ ہزار صحابہ شہید نہ ہوتے۔ ارے میں تو کہتا ہوں کہ اگر صحابہ میں شوق شہادت نہ ہوتا گھروں میں بیٹھ جاتے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھ جاتے ارے کس کو اپنے گھر کے نرم گداز بستر پر سونا پسند نہیں ہے لیکن سن لو جب میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں نے نبی کا کلمہ پڑھ لیا تو انہیں گھروں میں بیٹھنا پسند نہیں آیا بلکہ میدان کارزار میں تلواروں کے سائے میں چلنا پسند آیا یہی تو میرے آقا نے اپنے مجاہد صحابہ کو خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا ہے: **إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ.**

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔ [1]

اے اللہ دنیا کی زندگی کوئی زندگی نہیں اصل زندگی تو آخرت ہے اے اللہ تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

نبی کے جاں نثاروں نے جب یہ دعا سنی تو ان سے رہا نہ گیا بول پڑے: ارے ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔ ارے یہ تو وہ صحابہ ہیں جنہوں نے آبرو کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کے پورے دین کو پوری دنیا میں پھیلانے کی خاطر اپنی بیویوں کو بیوہ کروایا اپنی اولاد کو یتیم کروایا گھروں سے بے گھر ہو کر پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اب آیئے ذرا ان صحابہ کی تڑپ کو دیکھتے ہیں جنہوں نے اپنے خون سے تاریخ اسلام کو رنگین قباء پہنائی اور اپنے سرمایہ زندگی سے گلشن اسلام کی آبیاری کی وہ کون ہے؟ وہ خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظم تھے جو یہ دعا کرتے تھے:

---

[1] (بخاری ۲/۹۳۹)

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ [1]

جس کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شان حق ہویدا ہو
عرب کے ریگزاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
مساوات و عدالت کا زمانے بھر میں چرچا ہو
پھر وہی برق تجلی افق پہ آشکارا ہو
بڑا غوغا ہے پھر قصر جہاں میں اہل باطل کا
کوئی فاروق پھر اٹھے تو حق کا بول بالا ہو

سامعین کرام! اگر صحابہ کے شوق شہادت کو دیکھنا ہے تو پھر آیئے ذرا احد کے پہاڑ سے پوچھتے ہیں اے احد ذرا تو بتا نا میرے عبداللہ بن جحش تیرے سینے میں کس جذبے اور شوق سے آئے تھے؟ تو احد کا پہاڑ بہانگ دہل جواب دیتا ہے اے رفیق کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تمنا کرتے ہوئے یہ دعا کرتے رہے۔

اے رب کعبہ کل دشمن سے مقابلہ ہے اے رب کعبہ کل میرے مقابلے میں ایک بہادر شخص آئے میں اس پر وار کروں وہ مجھ پر وار کرے پھر میں اس پر وار کروں وہ مجھ پر وار کرے یہاں تک کہ میرے ہاتھ ناک کان کاٹ دیئے جائیں کل تیرے دربار میں حاضر ہوں اور تو سوال کرے اے عبداللہ یہ ناک کہاں کٹوائی ہے تو میں جواب دوں اے اللہ تیرے دین کی خاطر تو کہے صدقت یا عبداللہ

سامعین کرام! جذبہ شہادت کو دیکھنا ہے تو حرام ابن ملحان کو دیکھو جب دشمن کا تیر سینے میں پیوست ہوا تو جام شہادت نوش فرماتے وقت کہتے تھے

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

---

[1] (بخاری ۱/۲۵۳)

غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین اما بعد!تعوذ' تسمیہ: و لقد نصر کم اللہ ببدرو انتم اذلۃ.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شاعری شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر لب کشائی کی جسارت حاصل کر رہا ہوں۔

سامعین کرام! پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سالہ عرصۂ نبوت مکہ میں گزارنے کے بعد بحکم خداوندی مدینہ طیبہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کا عرصہ مدینہ طیبہ میں گزارا ان دس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ۲۷ غزوات میں حصہ لیا اور صحابہ کرام کے سرایا کی تعداد ۵۶ تک پہنچ جاتی ہے کفر اور اسلام کا معرکہ اول جس کو دنیا جنگ بدر کے نام سے جانتی ہے اس سے قبل اور معرکے پیش آئے لیکن ان معرکوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفار سے آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ۲ھ میں جو کفار کا آمنا سامنا ہوا وہ جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے اسی کو شاعر نے کیا خوب بیان کیا۔

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا	یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا	کہ افسر اس لشکر کا کالی کملی والا تھا

مشرکین مکہ نے پانی والی جگہ پر قبضہ کر رکھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مدد ونصرت فرمائی **و ینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ و یذھب عنکم رجز الشیطن و لیربط علیٰ قلوبکم و یثبت بہ الاقدام** چنانچہ اللہ رب العزت کی مدد شامل حال رہی مسلمان کفار کو برابر شکست دیتے رہے **ولقد نصر کم اللہ ببدر و انتم اذلۃ** اس دوران افواہ پھیل گئی کہ تازہ دم دستہ کرز بن جابر کی قیادت میں پہنچنے والا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل دعا مانگی تھی کہ **اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ** اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ مدد ضرور آئے گی اللہ رب العزت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں **اذ تقول**

من الملئکۃ منزلین یمد کم ربکم بثلثۃ الاف للمومنین الن یکفیکم ان یمد کم ربکم بثلثۃ الاف من الملئکۃ منزلین مجھ کو معلوم ہوا کہ کفار تین ہزار کا لشکر لے کر آ رہے ہیں آپ کو اللہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اگر کافر تین ہزار کا لشکر لے کر آ رہے ہیں تو ہم پانچ ہزار کا لشکر بھیجیں گے۔ بلی ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورھم ھذا یمدد کم ربکم بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین اس آیت کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر سختی کی جنگ لڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی کمال شجاعت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں ولقد رایتنی یوم بدر و نحن ناوز ما بنی و ھو اقدامنا الی العبد و کان اشد الناس یومئذ باسا نتیجتاً یہ معرکہ سر کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس پلٹے ستر قیدی ساتھ تھے ستر ہی مردار ہوئے تھے اور صحابہ کرام میں جان نثار شہداء کی تعداد صرف تیرہ تھی کفار آتش انتقام میں جل کر واپس ہوئے اس لیے اگلے سال جبل احد پر آ کر براجمان ہو گئے اسی سال وہ تین ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے ادھر عاشقان الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں میدان کارزار میں کود پڑے تین سو منافقین میدان جنگ سے بھاگ گئے سات سو مخلصین کا دستہ باقی رہ گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمقدم رہے آپ کے ساتھ رہے وہ کفار کے مقابلے میں لڑتے رہے اگرچہ اپنی غلطی کی وجہ سے بظاہر زخم ہزیمت اٹھانے پڑے لیکن اللہ نے صبر اور حوصلے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ و ما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین اس کے بعد مختلف دستے روانہ ہوتے رہے لیکن شوال ۵ھ میں ایک عظیم الشان معرکہ پیش آیا کہ مشرکین نے مل کر صحابہ کرام کو کچلنے کی کوشش کی تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر عمل پیرا ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے ارد گرد خندقیں کھودنے کا کام شروع ہو گیا صحابہ کرام بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں لیکن جب کدال اٹھا کر مارتے ہیں تو نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِہَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

بارگاہ رسالت سے جواب ملتا ہے اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ [1] اللہ کو یہ انداز اتنا پسند آیا کہ قرآن میں مدد و نصرت کا اعلان کر دیا یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا و جنودا لم تروھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت آپ کے ساتھ رہی آپ کے ہمقدم وہی کفار کو تو آخر جانا تھا قرآن کہتا ہے و اورثکم ارضھم و دیارھم و اموالھم و ارضا لم تطؤھا کفار بھاگ گئے ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا و کفی اللہ المومنین القتال و کان اللہ قویا عزیزا اس کے بعد معرکے پیش آتے رہے ۷ھ میں خیبر کا معرکہ پیش آیا ایک ماہ تک محاصرہ کرنے کے بعد آخر جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا گیا اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ [2] چنانچہ اس معرکہ میں ۹۳ یہودی قتل ہو کر جہنم واصل ہوئے اور چند مسلمان تمغۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے جو معاہدہ کیا انہوں نے اس کا ایفاء نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا انا فتحنا لک فتحا مبینا [3] دوسری جگہ ارشاد فرمایا اذا جاء نصر اللہ و الفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا [4] چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مدد و نصرت کا اعلان دیکھتے ہوئے دس ہزار سرفروشوں کا لشکر لے کر آگے بڑھتے ہیں مکہ فتح ہو جاتا ہے ابھی آپ مکہ کو بتوں سے صاف کر رہے ہوتے ہیں کہ خبر ملتی ہے کہ بنی ہوازن مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں چنانچہ بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر مقابلے کے لیے روانہ ہوئے اگرچہ بظاہر تو آپ کو شکست ہوئی کہ کفار مسلمانوں پر غالب آ گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے جا رہے تھے اور اعلان فرما رہے تھے آپ ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینک دیتے ہیں جو کہ اللہ رب العزت ایک ایک کافر کی آنکھ میں پہنچا دیتے ہیں اسی کو قرآن نے وما رمیت الخ میں بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مدد و نصرت کا اعلان کر دیا لقد نصر کم اللہ فی مواطن الخ ارے دوستو! یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات تھے یہ آپ کے تیر و تلوار چلانے کے انداز تھے لیکن ہمیں دعوت و فکر دے رہے تھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] بخاری ۲/۹۳۹ [2] بخاری ۲/۶۰۳ [3] سورۃ الفتح [4] سورۃ النصر

غزوات النبی ﷺ کا اجمالی خاکہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[1] صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم.

محترم اساتذہ کرام اور معزز سامعین! مکی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ اور آپ کے اصحاب کو مشرکین مکہ کے ظلم وستم کے باوجود ان سے لڑنے جھگڑنے کی اجازت نہیں تھی، بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ فاعفوا و اصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ لیکن جب آپ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ ہجرت کی تو بالآخر بارگاہ خداوندی سے ان کو وہ پیغام دیا گیا جس کی تمنا عرصہ دراز سے صحابہ کر رہے تھے، رب ذوالجلال نے پیغام بھیجا

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر

صحابہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس کے بعد حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس بہت ساری لڑائیوں میں شرکت کی، جس لڑائی میں بہ نفس نفیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی، علماء سیر کی اصطلاح میں اس کو "غزوہ" کہتے ہیں، صحیح ترین قول کے مطابق غزوات کی تعداد ۲۷ ہے، سب سے پہلا غزوہ، غزوہ ابواء ہے اور سب سے آخری غزوہ، غزوہ تبوک ہے۔

سامعین گرامی! اسلام میں سب سے پہلی لڑائی جس نے کفار کے غرور و تکبر کو خاک میں ملایا، غزوہ بدر ہے، بلا شبہ غزوہ بدر غزوات اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے، اس لیے کہ اسلام کی عزت و شوکت کا آغاز اور کفر و شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے دن کو قرآن مجید کے اندر "یوم الفرقان" کے ساتھ یاد فرمایا۔

---

[1] (مشکوۃ ص ۱۲)

وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن . (انفال)

کیونکہ اس دن تین سو تیرہ نہتے صحابہ کرام نے ایک ہزار مشرکین کے لشکر جرار کو شکست فاش دے کر حق اور باطل کا فرق روز روشن کی طرح عیاں کر دیا' جی ہاں اس دن اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا' قرآن نے کہا:

و یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ و یقطع دابر الکافرین لیحق الحق و یبطل الباطل و لو کرہ المجرمون. (انفال)

غزوہ بدر اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے نہتے صحابہ کرام کی مدد کے لیے قطار اندر قطار فرشتوں کو جبرائیل علیہ السلام کی قیادت میں پہلی مرتبہ زمین پر اتارا' قرآن نے کہا

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ

فرشتوں کو انسانوں کے ساتھ قتل و قتال کا طریقہ معلوم نہ تھا' رب ذوالجلال نے ان کو قتل کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا:

فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ فرشتوں کے مقتولین انسانوں کے مقتولین سے یکسر مختلف تھے' فرشتوں کے مقتولین کی گردنوں اور پوروں پر آگ کے سیاہ نشان صاف نظر آتے تھے' غرض یہ کہ مشرکین مکہ کو عبرتناک شکست ہوئی اور ستر لاشیں چھوڑ کر مکہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

سامعین گرامی! بدر کے مقام پر شکست کھانے کے بعد مشرکین مکہ ناکام و نامراد مکہ واپس چلے گئے' وقت گزرتا گیا' ان کے دلوں پر انتقام کی آگ آہستہ آہستہ بھڑکنے لگی' چنانچہ ابوسفیان' عکرمہ بن ابی جہل' حارث بن ہشام' صفوان بن امیہ اور دیگر سرداران قریش ایک مجلس میں جمع ہوئے اور مسلمانوں سے بدر کی شکست کا انتقام لینے پر اتفاق کر لیا اور ایک مرتبہ پھر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کا اعلان کر دیا' بالآخر شوال ۳ ھ کو ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر جرار مدینہ کی طرف روانہ ہوا' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا' اکابر انصار و مہاجرین نے مدینہ کے اندر رہ کر دفاعی

جنگ لڑنے کا مشورہ دیا' جبکہ نوجوانوں نے شوق شہادت سے سرشار ہو کر مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی' حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے

وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ لَا اُطْعِمُ الْیَوْمَ طَعَامًا حَتّٰی اُجَالِدَھُمْ بِسَیْفِیْ خَارِجَ الْمَدِیْنَۃِ.

نعمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ پکار اٹھے

یا رسول اللہ! لا تحرمنا الْجَنَّۃَ فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَاَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ

میرے رسول کی خواہش بھی یہی تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے' مگر نوجوان صحابہ کے جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو دیکھ کر مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا' چنانچہ احد کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا' گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی' کفار کے پیر اکھڑنے لگے اور پہاڑوں کی طرف بھاگنے پر مجبور ہو گئے' آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیر اندازوں کا ایک دستہ پہاڑی درے پر تعینات کیا تھا' جب اس دستے کے افراد نے کفار کی پسپائی دیکھی تو پہاڑی درے سے نیچے اتر گئے' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اس وقت لشکر کفار کے میمنہ کی قیادت کر رہے تھے' جب اس پہاڑی درے کو خالی پایا تو مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دیا' مشرکین کے اس ناگہانی حملے سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں' اس افراتفری کے عالم میں ستر صحابہ شہید ہو گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا' دندان مبارک شہید ہو گئے' مگر صحابہ نے ہمت نہیں ہاری' ایک مرتبہ پھر اپنی قوت کو جمع کر کے بھرپور حملہ کیا اور مشرکین مکہ کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

سامعین کرام! وقت گزرتا گیا' یہودی قبیلہ بنونضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد شکنی کی' جس کی پاداش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا' بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی ابن اخطب یہودی مکہ چلا گیا اور قریب کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے تیار کر لیا' چنانچہ ابوسفیان دس ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر جرار لے کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو

صحابہ سے مشورہ فرمایا' مشورے میں یہ طے پایا کہ مدینہ کے اردگرد خندق کھود کر مدینہ کے اندر رہ کر کفار کا مقابلہ کیا جائے' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا' جاڑوں کا موسم تھا' سرد ہوائیں چل رہی تھیں' کئی دنوں کا فاقہ تھا' مگر مہاجرین وانصار اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار ہو کر خندق کھودنے میں مصروف عمل تھے' مٹی اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ شعر پڑھتے جاتے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کے ایمان افروز کلمات سنے تو بے ساختہ پکار اٹھے:

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ' فاغفر الانصار والمھاجرۃ' اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ و بارک فی الانصار والمھاجرۃ

چنانچہ خندق تیار ہوگئی' مشرکین مکہ نے مدینے کا محاصرہ کرلیا' مگر مدینے میں داخل ہونے کی جرات نہ کرسکے' محاصرہ طول پکڑتا گیا' مسلمان تنگ آگئے' چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ ذوالجلال میں التجا کی

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَ هَازِمَ الْاَحْزَابِ اِهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ.

رب ذوالجلال نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور مشرکین مکہ پر ایک سخت ہوا مسلط کی جس سے ان کے تمام خیمے اکھڑ گئے طنابیں ٹوٹ گئیں' ہانڈیاں الٹ گئیں' گرد و غبار اڑ کر آنکھوں میں پڑنے لگا' کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہو کر ناکام و نامراد ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوگیا' قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا: ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیراً. (احزاب)

جنگ خندق کے بعد کفار کی کمر ٹوٹ گئی اور انہیں آئندہ کے لیے مسلمانوں پر لشکر کشی کی جرات نہ ہوسکی اور مسلمان کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چلنے کے قابل ہوگئے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اہمیت جہاد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون. (الصف)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1]

اٹھ مسلم از سر نو دہر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ کے تسبیح و مصلی
کچھ دن کے لیے طرز عبادات بدل ڈال

میرے واجب الاحترام قابل صد احترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہید" میں شریک طلبہ کرام! میں آج کی اس محفل میں "جہاد فی سبیل اللہ" کی اہمیت کے عنوان سے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے صحیح بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعین محترم! جہاد اسلام کا وہ عظیم فریضہ ہے جس کے بارے میں رب کائنات نے اپنے مبارک کلام قرآن مجید میں ساڑھے چار سو سے زائد مقامات پر اس کی شان کو بیان فرمایا کہ جہاد وہ فریضہ ہے جس میں آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس مرتبہ خود بنفس نفیس شریک ہوئے اور اس کی شان کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں مسلمان اس سے غافل نہ ہوں

اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ.

کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔

---

[1] (بخاری ۲/۱۰۸۱)

اور جو جہاد تو ترک کردے گا اس قوم پر ذلت مسلط کر دی جائے گی۔

"اِذَا تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ فَسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةَ"

نیز وضاحت کے ساتھ شریعت نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ کہیں کوئی ملعون وقت مثلاً قادیانی، مرزائی اس میں تاویل نہ کریں۔

"قِتَالُ الْكُفَّار" یعنی کفر کے ساتھ تو قتال کرنا جہاد ہے یہ وہ محکم فریضہ ہے کہ رب کریم نے اس کی ابتداء وانتہا کو بیان فرمایا ہے

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ (الحج) حکم ہوا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا۔ جہاد کی فرضیت کو اہمیت كُتِبَ عَلَيْكُم الْقِتَالُ کے الفاظ سے بیان فرمایا۔ جہاد کے طریقے کو بیان فرمایا کہ **فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان** انکی گردنوں پر مارو اور ان کے جوڑ جوڑ پر مارو مزید حکم فرمایا کہ **فقاتلوا ائمة الكفر** انکے ائمہ کو قتل کرو اور ان کو اس لیے قتل کرو کہ **قاتلوهم يعذبهم الله بايديكم** اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دینا چاہتا ہے یہ سب بیان فرما کر جزاء کو بیان کرتے ہیں **ان الله اشترىٰ من المؤمنين انفسهم و اموالهم بانّ لهم الجنة** بے شک جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتے ہیں اللہ نے ان کے جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے جہاد کرنے والوں کے مقام کا ذکر قرآن نے واضح اعلان میں فرما دیا ہے کہ **فضل الله عليك عظيما** میں نے قرآن سے سوال کیا کہ اے قرآن اگر ہم گھروں میں نہ بیٹھیں بلکہ بیت اللہ کو آباد کریں اور حاجیوں کو پانی پلائیں کیا ہمارا مقام مجاہدین سے پھر بھی نہیں بڑھے گا تو قرآن نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ **اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن امن بالله واليوم الآخر و جاهد فی سبیل الله** "کیا تم نے گمان کر لیا کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا ان کے برابر ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔"

بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جن سے ان کا رب خود محبت کا اعلان فرما رہا ہے **ان الله يحب الذين يقاتلون فی سبيله صفاً**۔ (الصف) بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو اس

کی راہ میں صف بنا کر قتال کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کا رب خوشخبریاں سناتا ہے **یبشرھم ربھم برحمۃ منہ و رضوان و جنٰت لھم فیھا نعیم مقیم** ان کا رب ان کو خوشخبری دیتا ہے مہربانی کی رضا مندی کی اور ان باغوں کی جن میں ہمیشہ یہ آرام سے رہیں گے یہ سب اعلانات کرنے کے بعد ہم قرآن سے پوچھتے ہیں "اے قرآن ذرا بتا تو سہی ہم جہاد کا یہ عظیم عمل کب تک جاری رکھیں" کیا یہودی و نصاریٰ ہم سے راضی ہو جائیں تو ہم جہاد چھوڑ دیں تو قرآن ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتا ہے کہ **ولن ترضی عنک الیھود و لن نصرٰی حتیٰ تتبع ملتھم** یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے یہاں تک تم ان کے مذہب کو اختیار کرلو۔

میں نے پھر پوچھا اے قرآن بتا جب کشمیر، فلسطین، چیچنیا، برما اور دیگر مسلم مظلوم ریاستیں آزاد ہو جائیں تو ہم جہاد چھوڑ دیں۔ تو قرآن نے ہماری اس بات کی انتہائی سختی سے تردید کی اور فرمایا **وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ** تم قتال کرتے رہو اس وقت تک کہ جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین پورا کا پورا اللہ کا ہو جائے یہ فتنہ قیامت تک رہے گا اور امام المجاہدین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ بھی قیامت تک رہے گی **اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ**[1] جہاد قیامت تک جاری رہے گا اسی طرح کتاب اللہ بھی قیامت تک رہے گی اسلام بھی قیامت تک رہے گا۔ آخر میں اس شعر پر اپنی تقریر کا اختتام کرتا ہوں۔

سلام اس پر جس کا نام لے کر اس کے شیدائی
الٹ دیتے تھے تخت قیصر و دالائی
سلام اس پر جس کا نام لے کر اس کے پریشان حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و ضرار کے افسانے
اب بھی نہ سمجھو گے تو کٹ جاؤ گے مسلمانو!
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

وما علینا الا البلاغ المبین

[1] (مشکوۃ ص ۳۳۱)

موجودہ دجالی فتنے اوران سے بچاؤ کے طریقے

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا و دوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ القرآن

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خور
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے گرتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

عالم اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشیں ابتدا اسلام سے جاری ہیں ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا خواب دیکھنے والے دجال کے حواری مختلف روپ دھار کر عالم اسلام پر حملہ آور ہورہے ہیں دور حاضر میں یہود کی سازشیں اور دجالی فتنے اپنے عروج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ یہودی سائنس دان' عالمی بینکرز' ملٹی نیشنل کمپنیاں' ورلڈ بینک' پینٹا گون کے مالک اور عالمی ادارۂ صحت کے شیطان صفت ڈاکٹر دجال کا راستہ ہموار کرنے اور دجالی ریاست کے قیام کے منصوبہ پر عمل پیرا ہیں ان کے دجالی منصوبے کے سامنے کباب میں ہڈی بن کر مسلمانوں کی یہ قلیل جماعت ان کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھ رہی ہے جس کو راستے سے ہٹانے کے لیے کبھی وہ عالم اسلام کے خلاف اعلان جنگ کر کے عراق وافغانستان پر گولے برساتا ہے جس کی پیش گوئی پیغمبر اسلام نے چودہ سوسال قبل دی تھی فرمایا:

يُوْشِكُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعىٰ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعىٰ الْاَكَلَةُ اِلىٰ قَصْعَتِهَا۔[1]

کبھی وہ خاندانی منصوبہ بندی کا ڈھونگ رچا کر عالم اسلام کی بڑھتی ہوئی آبادی کو تشویش ناک قرار دیتا ہے امریکا کی سلامتی کے لیے مستقبل میں خطرات پیدا کرنے کا باعث قرار دیتا ہے اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہودی ملٹی نیشنل کمپنیاں اہم کردار ادا کر رہی

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۵۹ قلمی' ابوداؤد ۲/ ۵۹۰ میر محمد)

ہیں اشیاء خورد و نوش میں کیمیائی اجزاء شامل کر کے خاندانی منصوبہ بندی کے نتائج با آسانی حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں مثلاً آیوڈین ملا نمک' بناسپتی گھی اور کوکنگ آئل ہی نسل انسانی کے لیے ایسی تباہ کن چیزیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دجال اپنے خروج سے پہلے دنیا بھر کے مواصلاتی نظام کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہتا ہے دنیا کو عالمی گاؤں (گلوبل ویلیج) بنانے کی کوشش دراصل دجال کے منصوبوں کا حصہ ہے اس طرح وہ پوری دنیا کو اپنی ضیاع کے تحت لانا چاہتا ہے موبائل انٹرنیٹ ٹریکنگ نظام سیٹلائٹ فون' شناختی کارڈ' پاسپورٹ سڑکوں کے نظام کو جدید بنانا تا کہ ہر جگہ آمد و رفت آسان اور ہر ایک گاڑی اس کی نظر میں رہے یہ تمام دجالی فتنوں کے مقدمات ہیں دنیا کے وسائل پر قبضہ اور دنیا کو اپنا غلام بنا کر رکھنا دجالی منصوبوں کی اہم کڑی ہے خاص کر پانی پر تو عالمی جنگ چھڑنے کے خدشات نظر آ رہے ہیں فلسطین اور اردن کا پانی اسرائیل نے بند کر دیا' روم کے نیل کو خشک کرنے کی تیاریاں جاری ہیں پاکستان کے دریاؤں کو مزید خشک کرنے کے لیے بھارت دریائے جہلم و نیلم پر ۶۲ چھوٹے بڑے ڈیم بنا رہا ہے عالم اسلام کے خلاف پانی کے محاذ پر یہ جنگ ورلڈ بینک لڑ رہا ہے۔

إِذَا غَارَتِ الْعُيُوْنُ وَ نَزَفَتِ الْأَنْهَارُ وَاصْفَرَّ الرَّيْحَانُ [1]

میں پیغمبر اسلام نے انہی دجالی فتنوں کی طرف اشارہ کیا ہے دجالی فتنوں کا اہم حربہ غیر سرکاری تنظیم جنہیں دنیا این جی اوز کے نام سے جانتی ہے یہ اہل دنیا کو انسان دوستی' ہمدردی اور خیر خواہی کا تاثر دیتی ہے لیکن پس پردہ یہ دجالی فتنوں کو فروغ دینے کی درسگاہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر مسلمان عورتوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر عورتیں گھروں سے باہر نہ نکلیں تو معاشرے میں ترقی نہیں

---

[1] عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال: للدجال آیات معلومات' اذا غارت العیون و نزفت الأنهار واصفر الريحان و انتقلت مذحج و همدان من العراق فنزلت قنسرين فانتظروا الدجال غادياً او رائحاً (مستدرک حاکم ۶۵۲/۵ رقم الحدیث ۸۳۶۸۱ دالمعرفة بيروت)

ہو سکتی ان خوبصورت نعروں کے پیچھے دجال کے مذموم مقاصد پوشیدہ ہیں مسلمان عورت مغربی تہذیب وتمدن میں ڈھل کر اسلامی تعلیمات سے بیزار ہو جانے کی اولین خواہش ہے۔

نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَ كَذَا۔[1]

میں پیغمبر اسلام نے اسی بے راہ روی کی پیش گوئی فرمائی ہے یہ این جی اوز دجالی ریاست کے راستے ہموار کرنے کے لیے کبھی بچوں کے حقوق اور ان کی آزادی کا نعرہ لگاتی ہے اور کہتی ہے کہ بچوں کو ہر طرح کی کتابیں رسالے اور اخبارات پڑھنے کی آزادی ملنی چاہیے اگر وہ عریاں اور فحش رسالے اور جنسی معاملات سے متعلق مضامین اور تصاویر خریدنا چاہیں اگر وہ شیطان کی پرستش کرنا چاہیں تو یہ ان کے بنیادی حقوق ہیں ماں باپ اس میں مداخلت نہیں کر سکتے اور انہیں کسی مذہب کسی دین کا پابند نہیں بنا سکتے، عجب تماشا ہے کہ اس کی تکمیل ہماری مروجہ تعلیم کر رہی ہے۔

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا پتا تھا کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

سامعین محترم! ان دجالی فتنوں کی سرکوبی کے لیے عالم اسلام کو عملی تدابیر اختیار کرنے پڑیں گی، دجالی فتنوں سے وہی شخص محفوظ رہے گا جس کے اندر صحابہ کرام جیسی ملکوتی صفات موجود ہوں، وہی ملک محفوظ رہے گا جو علم جہاد کو بلند کر کے جہاد کو نقطۂ کمال پر لے جا کر پہنچائے یعنی جہاد کو علمی و عملی، داخلی و خارجی اعتبار سے عمیق تر اور وسیع تر کرے، مال اور اولاد کے فتنہ میں پڑنے سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ غذا اور لباس اور رہائش کو قدرتی فطری اور مسنون سطح پر لے جائے، ان تدابیر کو اختیار کیے بغیر نہ دجالی میکانزم سے بچا جا سکتا ہے، نہ اس کو توڑا جا سکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، جو شخص ان میں سے کسی ایک چیز پر عمل سے محروم رہے اتنا ہی دجالی میکانزم کا شکار یا شریک کار ہے، جو مومن، فرد معاشرہ، تنظیم، تحریک یا حکومت دجالی

---

[1] مسلم ۲/۲۰۵ قدیمی

میکانزم کا جتنا شکار ہوگی اس کی بحیثیت مومن ختم ہو جانے کے اندیشے اسی قدر زیادہ ہیں۔ ترقی کے خواب دیکھنے والا اتنا ہی اپنی زندگی تاریک کرتا چلا جائے گا۔

جس قدر تسخیر خورشید و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی
کائنات ماہ انجم دیکھنے کے شوق میں
اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

شانِ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ، والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار الذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم و رضوا عنه

زمانہ بھر نے خزینہ بھر میں بہت تجسس کیا لیکن
ملا نہ کوئی امام تجھ سا امام اعظم ابو حنیفہؒ
جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوئے مشرک
بخاریؒ مسلمؒ ابن ماجہ امام اعظم ابو حنیفہؒ

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! اور گلشن بنوریؒ کے غیور نوجوان ساتھیو! آج میں اس بابرکت محفل میں شان امام اعظم ابوحنیفہؒ کے عنوان پر کچھ معروضات آپ حضرات کے گوش گزار کروں گا۔

سامعین کرام! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نمودار ہونے والی بشارتوں میں سے ایک بشارت نے پردہ عدم سے نکل کر منصۂ شہود کو جلا بخشی، کہ کوفہ کی سرزمین پر اپنے وجود کا لباس زیب تن کرنے اور محسن الامت، محی القرآن والسنۃ کا تمغہ پانے والی عبقری شخصیت اور آٹھ ستاروں کی دمک کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے تابعیت کا سند یافتہ اور مذاہب اربع کا منبع تفقہ فی الدین قیام باللیل وصیام بالنہار اور شہادت کی شاخوں والا ایک شجر کوفہ کے ایک خوشحال گھرانے میں جناب ثابت کے گھر سایہ افگن ہوا میری مراد نعمان بن ثابت ہے جب اس شجر کے تنوں میں تناؤ آیا تو اس کی شاخوں نے اپنے سائے کا امتداد شارع دار المتاع پر بچھا دیا اور اندھیروں کو اپنے علم کی روشنی سے روشنائی بخشی جب امام صاحبؒ کے علم فقہ عبادت و ریاضت کا ڈنکا آفاق عالم میں بجنے لگا تو چند خصوصیات کی وجہ سے امام صاحب درِ فرید کہلائے جانے لگے وہ خصوصیات کیا تھیں امام صاحب اپنے ہم عصروں میں منفرد ہونے کی وجہ سے **خیر امتی**

قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم[1] کے حقیقی مصداق ٹھہرے اور صحابہ کی روایت اور ان سے روایت کرنے میں منفرد ہیں چار ہزار تابعین سے علم حاصل کرنے میں امام صاحب منفرد ہیں اور فقہ کے تدوین اول کرنے میں منفرد ہیں اور مظلومیت اسیری میں سجدہ کی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کرنے میں منفرد نظر آئیں گے اگر تفقہ فی الدین کے نظریہ سے امام صاحب کی شخصیت کو دیکھا جائے تو امام صاحب سراج الائمہ امام الائمہ اور امام الامت نظر آئیں گے اور عبادت و ریاضت اور قیام باللیل کے زاویہ میں امام صاحب کی شخصیت کو اگر دیکھا جائے تتجا فی جنوبهم عن المضاجع والذین یبیتون لربهم سجدا و قیاما والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم. (الفرقان) کے حقیقی مصداق نظر آئیں گے صیام بالنهار کے آئینے میں اگر امام صاحب کو دیکھا جائے تو علماء آپ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ خدا کی قسم تیس سال سے امام صاحب نے افطار نہیں کیا اگر توکل کی کسوٹی پر امام صاحب کو دیکھا جائے تو وما لنا الا نتوکل علی الله کا عملی نمونہ آپ کو نظر آئیں گے قرآن کی محبت کے دریا میں غوطہ لگائیں گے تو آپ کو تین صحابہ کے علاوہ چوتھا نعمان بن ثابت بھی ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے نظر آئیں گے جب اس جلیل القدر تابعی فقیہ اعظم فقہ کے مدون اول کے ذکر کا چرچا عام ہوا اور فقہ حنفی کی شہرت آفاق عالم میں پھیلی تو الناس چڑیوں کے چہچہانے کی طرح امام صاحب کی مدح سرائی میں چہچہائیں چنانچہ امام مالک کہہ اٹھتے ہیں وَلَوْ قَالَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةُ مِنْ ذَهَبٍ فَاَثْبَتَهٗ امام شافعی نے مدح سرائی اس طرح کی اَلنَّاسُ عَيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ علامہ سفیان نے ایک دوسرے انداز میں مدح سرائی کی ما مقلیت علی مثل ابی حنیفة ابن مبارک اپنا ہادی کا راستہ لوگوں کو بتاتے ہیں اُنْظُرُوْا فِيْ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِنْ كُنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَفَقَّهُوْا عبداللہ ابن داؤد لوگوں کو جہالت سے نکلنے کا راستہ بتلاتے ہیں مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ ذُلِّ الْعَمٰي وَالْجَهْلِ فَلْيَنْظُرْ كُتُبَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ امام طحاوی فقہ شافعی چھوڑ

---

1 (مسلم ۲/۳۰۹)

کر حنفی بننے کی وجہ لوگوں کو بیان کرتے ہیں لِاَنِّیْ کُنْتُ اَرٰی خَالِیْ یُدِیْمُ النَّظَرَ فِیْ کُتُبِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فَانْتَقَلْتُ اِلَیْهِ امام اہل خلف بلخ بن ایوب علم کے مراکز روشناس کراتے ہوئے امام صاحب کا مرتبہ بتلاتے ہیں صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰی مُحَمَّدٍ ثُمَّ صَارَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ ثُمَّ صَارَ اِلَی التَّابِعِیْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰی اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابِهٖ فَمَنْ شَاءَ مرض وَ مَنْ شَاءَ فلسیخط۔ یحییٰ بن سعید القطان امام صاحب کے علم کی گواہی دے کر فرماتے ہیں اِنَّهٗ وَاللّٰهِ لَاَ عْلَمُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِمَا جَاءَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ علی ابن جعد امام صاحب سے منقول احادیث کا مقام بتلاتے ہیں اِذَا جَاءَ بِالْحَدِیْثِ جَاءَ بِهٖ مِثْلَ الدر امام ابوبکر بن عتیق فقہ حنفی کے خطاء سے پاک ہونے پر عقلی دلیل دیتے ہیں۔ فَاِذَا کَانَ اللّٰهُ قَدْ ضَمَّنَ لِنَبِیِّهٖ حِفْظَ الشَّرِیْعَةِ وَ کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَهَا فَیَبْعُدُ اَنْ یَکُوْنَ اللّٰهُ قَدْ ضَمَّنَ ثُمَّ یَکُوْنُ اَوَّلُ مَنْ دَوَّنَهَا عَلٰی خَطَا یہ تھا امام صاحب کا عالی شان مرتبہ۔

کل نفس ذائقة الموت یعنی موت ایک اٹل حقیقت ہے میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ایک سو پچاس ہجری آئی تو اپنے حزن وغم کو لائی اور خطہ ارض کا سب سے بڑا عابد و زاہد ایک سو پچاس ہجری کو اس دنیا فانی سے غروب ہو گیا جب یہ خبر فضاء میں گونجی تو موت العالم موت العالم کے معنی نے جنم لیا اور لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی علماء کی ایک جماعت نے جب امام صاحب کو لحد کے اندر اتارا اور قبر مبارک پر ایک مٹھی مٹی کی پھینکی تو ہاتف غیب سے آواز آئی لوگو اب تم خلف الصالح بنو اس لیے کہ فقہ غروب ہو گئی ہے آخر میں ابن مبارک کے اشعار پر اجازت چاہوں گا۔

فَاِنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ کَانَ بَحْرًا   تَقِیًّا خَاشِعًا وَلَدَیْهِ حَنِیْفَة
وَلَمْ یَکُ بِالْعِرَاقِ لَهٗ نَظِیْرٌ   وَلَا بِالْمَشْرِقَیْنِ وَلَا بِکُوْفَة

وما علینا الا البلاغ المبین

علماء کا مقام

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ' تسمیہ: قال الله تعالیٰ: یرفع الله الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[1] و قال النبی صلی الله علیه وسلم: فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد[2]۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! یہ دنیا تضادات کا مجموعہ ہے' یہاں بلندی ہے تو پستی بھی ہے' گرمی ہے تو سردی بھی ہے' پھول ہے تو کانٹے بھی ہیں' بہار ہے تو خزاں بھی ہے' صدق ہے تو کذب بھی ہے' ظالم ہے تو مظلوم بھی ہے' عالم ہے تو جاہل بھی ہیں داعی الی الخیر ہے تو داعی الی الشر بھی ہے' غرض اس کی حکمت اور فلسفہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک چیز کی پہچان اور قدر و قیمت اس وقت ہوتی ہے جب اس چیز کی دوسری ضد موجود ہو' جیسے عربی محاورہ ہے:

تُعرَفُ الاشیاءُ باَضدَادِ ھَا اگر دنیا میں غریبی کا وجود نہ ہوتا تو امارت کی قدر کون کرتا' اگر بھوک کا نام و نشان نہ ہوتا تو شکم سیری کی قدر کون کرتا' اگر بیماری نہ ہوتی تو صحت کی حفاظت کون کرتا' اگر جہالت نہ ہوتی تو حصولِ علم کے لیے انسان مشقت کیوں اٹھاتا' پس زمین کی پشت جب جاہلوں سے خالی نہیں تو ضروری ہے کہ علماء بھی موجود ہوں' جب فرعون اور قارون کے وارثوں سے دنیا خالی نہیں تو ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے وارثوں سے بھی یہ بزم

---

[1] (سورة المجادله آیت ۱۱) [2] (الترمذی ۲/۹۳)

جہاں خالی نہ ہو بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ دنیا میں کسی چیز کا وجود اتنا ضروری نہیں جتنا علماء کا وجود ضروری ہے آپ کو میرا یہ دعویٰ بہت بڑا معلوم ہوگا مگر میں دلیل سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ اس دنیا کی بقاء علماء حق سے مربوط ہے اگر علماء حق نہ رہے تو دنیا بھی نہ رہے گی۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے:

لا تقوم الساعة حتى لا يقال في الارض الله الله۔[1]

سامعین محترم! اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں۔ لیکن یہ عالم اسباب ہے دنیا میں ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ ہر اثر کا کوئی مؤثر ہوتا ہے تو اسباب کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ اگر علماء نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے ورثاء نہ ہوتے اگر علماء نہ ہوتے تو قرآن وسنت کے تراجم وتفاسیر نہ ہوتیں اگر علماء نہ ہوتے تو اولیاء نہ ہوتے اگر علماء نہ ہوتے تو اکبر جیسے سرپھروں کو دین اکبری کے ایجاد سے کون روکتا۔

سامعین کرام! علماء کا مقام بہت اونچا ہے علماء کی عظمت قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی ہے:

انما يخشى الله من عباده العلماء۔[2]

خدا سے وہ بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا:

يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجت۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: **فاسئلو ا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون**[3]

علماء کی تعظیم وتکریم کا اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: میرے بعد سب سے زیادہ وہ ہوگا جو علم سیکھ کر اسے پھیلائے کبھی یوں فرمایا: **فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد۔**[4] میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: **ان العلماء ورثة الانبياء۔**[5] سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: **اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تكن الخامس فتهلك۔**[6]

---

[1] (مشکوٰۃ ۴۸۰) [2] (سورۃ فاطر آیت ۲۸) [3] (سورۃ النحل آیت ۴۳)

[4] (ترمذی ۹۳/۲) [5] (ابو داؤد ۱۵۷/۲) [6] (مجمع الزوائد للهيثمى ۱۲۲/۱)

سامعین کرام! علماء حق نے ہر دور میں قربانیاں دی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا جنازہ جیل خانے سے اٹھا' امام مالک رحمہ اللہ کو وقت کے حکمرانوں کی ہاں میں ہاں نہ ملانے کی وجہ سے بے انتہا ستایا گیا' ایک مجرم کی حیثیت سے گدھے پر بٹھا کر شہر میں گشت کرایا گیا۔ لیکن اس مہاجر مدینہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے **من یعرفنی فھو یعرفنی و من لا یعرفنی فلیعرف انا مالک ابن انس** امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دیکھئے' خلق قرآن کے مسئلے میں آپؒ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے۔ قید تنہائی میں رکھا گیا مگر حق گوئی سے باز نہ آئے پھر آپ برصغیر پاک و ہند پر نظر ڈالیں' دین اکبری ایجاد ہو رہا ہے' خنزیر اور کتے کی پاکی کا حکم دیا گیا' کلمہ تک بدل دیا گیا اور یوں پڑھا جانے لگا **لا الــه الا الله اکبـر خلیفة الله** حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بڑی دلیری کیساتھ فتنہ اکبری کا مقابلہ کیا' جب انگریزوں اور عیسائی مشنریوں کا جال بچھایا گیا تو ان کا مقابلہ کرنے والے بھی علماء حق تھے جو علماء دیوبند کے نام سے مشہور ہیں۔ اگر یقین نہیں آتا تو جاؤ مالٹا کے در و دیوار سے پوچھو شیخ الہند محمود حسنؒ کون تھے' کراچی اور انڈیا کی جیلوں سے پوچھو سید حسین احمد مدنیؒ کون تھے؟ میانوالی اور سکھر کی جیلوں سے پوچھو سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کون تھے؟ افسوس صد افسوس! کہ آج ان علماء حق کو بدنام کیا جا رہا ہے' ان کو سب و شتم کیا جاتا ہے اور آج کل کے بعض نام نہاد مولویوں کی غلط حرکتوں کی وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ مولویت ایک پیشہ کا نام ہے مولویت لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے کا نام ہے مولویت مالداروں کی چاکری کا نام ہے مولوی قبروں کی مجاوری اور نذرانوں کے کاروبار کا نام ہے' مگر میں علماء حق کی تاریخ کے کردار کی بنا پر ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ مولویت نبی کی وراثت کا نام ہے مولویت پیام نبوتؐ کی دعوت کا نام ہے' مولویت ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کی جرات کا نام ہے' مولویت امام اعظم کی فقاہت کا نام ہے' مولویت امام مالکؒ کی جرأت کا نام ہے' مولویت امام احمد حنبل رحمہ اللہ کی استقامت کا نام ہے' مولویت مجدد الف ثانی کی جہد مسلسل کا نام ہے' مولویت شاہ ولی اللہؒ کی بصیرت کا نام ہے' مولویت قاسم نانوتویؒ کے علم و حکمت کا نام ہے' مولویت عبید اللہ سندھی کی تڑپ کا نام ہے'

مولویت مولانا محمد الیاس ؒ کی دعوت و تبلیغ کا نام ہے' مولویت مولانا حسین احمد مدنی کی عظمت اور شوق شہادت کا نام ہے' مولویت عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ بیانی کا نام ہے' مولویت مفتی محمودؒ کی سیاست کا نام ہے' مولویت مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت کا نام ہے' مولویت مولانا محمد یوسف بنوری کی للّٰہیت کا نام ہے۔

باطل کی جو پوجا کرتے ہیں وہ حق کی صداقت کیا جانیں
قسمت میں ہو جن کی گمراہی وہ راہِ ہدایت کیا جانیں
فطرت میں جن کی مکاری' عادت میں ہو جن کی غداری
وہ محبِ وطن کو کیا سمجھیں' اسلام کی الفت کیا جانیں

وما علینا الا البلاغ المبین

علماء کرام کا دعوتی و اصلاحی کردار

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب

وقال اللہ تبارک و تعالیٰ فی مقام آخر انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء[1]۔ صدق اللہ العظیم

یہی ہیں جنکے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر　　انہیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے　　ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

نہایت ہی ذی وقار قابل صد احترام اساتذہ کرام اور میرے ہم فکر ساتھیو! آج جس موضوع کو لے کر شرف مخاطبت حاصل کر رہا ہوں وہ دعوتی و اصلاحی میدان میں علماء کرام کا کردار کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین محترم! اگر آپ قرآن وحدیث پر گہری نگاہ دوڑائیں تو یہ بات آپ پر آشکارا ہو جائے گی کہ امت محمدیہ اپنے نبی کی معیت میں امم عالم کی طرف مبعوث ہوئی ہے۔ چنانچہ رب ذوالجلال نے آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خاتم النبیین ہونے کا تاج مزین کیا تو ساتھ ہی ساتھ اس امت کے علماء کو نفوس قدسیہ انبیائے کرام کے وارث ہونے کا اعزاز عطا کیا جس کو لسان نبوت نے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **العلماء ورثۃ الانبیاء**[2] رہی یہ بات کہ انبیاء کرام کی ذمہ داری اور وراثت کیا ہے تو میں آپ کو بتاتا چلوں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبے کی تعمیر پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں تو اپنے رب کے سامنے التجاء کرتے ہوئے امت محمدیہ کے حق میں دعا فرماتے ہیں **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ** جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کی ذمہ داریوں اور وراثت میں سے دعوت اور اصلاح ہے جو علماء کرام کو

۱(مشکوۃ ص ۳۴) ۲(مشکوۃ ص ۳۴)

وراثت میں ملتا ہے چنانچہ ان دو میدانوں میں جو کردار علماء نے ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہیں یہی وجہ ہے کہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں علماء کرام کی جماعت کہیں **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر** کا نمونہ بن کر نظر آتی ہے تو کہیں **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر** پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نظر آتی ہے اس میدان کے اندر مولانا الیاسؒ نے جو کردار ادا کیا ہے شیخ الحدیث علامہ زکریاؒ نے جس انداز کے ساتھ محنتیں اور کاوشیں کی ہیں تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے یہی وجہ ہے کہ آج کرۂ ارض کے گوشے گوشے میں یہاں تک کہ مغربی ممالک میں جہاں حکومتی سطح پر آئے دن اسلام کو مٹانے کی سازشیں تیار ہو رہی ہیں لیکن وہاں کے عوام کے قلوب بڑی تیزی سے آفتاب اسلام کی کرنوں سے منور ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں ان ہی اکابر کی محنتوں کے سبب آج پوری دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **بلغوا عنی ولو آیۃ**[1] کو شعار بنا کر علماء کرام کی سرپرستی میں دین اسلام کی دعوت عام ہوتی چلی جارہی ہے کتنے کفار ممالک ہیں جہاں پر کسی زمانے میں مسجد کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا آج جا کر دیکھیں تو وہاں ہزاروں کی تعداد میں مساجد بن کر شہادتین کی صدائیں کفر کے ایوانوں سے ٹکرا رہی ہیں۔

سامعین محترم! جس طرح علماء کرام دعوت کے میدان میں اعلیٰ کردار کے حامل ہیں اسی طرح اصلاح کے میدان میں بھی انہوں نے کوئی راہ نہیں چھوڑی ہر لمحہ انہوں نے معرفت خداوندی سے ناآشنا اور صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی انسانیت کی اصلاح فرمائی اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے امت کو نکال کر شریعت مطہرہ کے نورانی طریقوں پر گامزن کیا تصوف کے میدان میں دیکھو تو برصغیر پاک و ہند میں سینکڑوں کی تعداد میں خانقاہیں قائم کرنے والے علماء کرام ہی نظر آئیں گے جنہوں نے مسلمانوں کو طریقت کی لڑی میں پرو کر اصلاح کی بلند و بالا گھاٹیوں سے عبور کرایا مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا موسیٰ روحانی البازیؒ مولانا خواجہ خان محمد ان اکابر علماء صلحاء میں سے ہیں جنہوں

---

[1] مشکوۃ ص ۳۲

نے مسلمانوں کی اصلاح کرتے ہوئے معرفت الٰہی سے ان کے دلوں کو زندہ کیا خطابت کے میدان میں دیکھو تو ان ہی علماء کرام کا ستارہ افق آسمانی پر چمکتا ہوا نظر آئے گا خطیب ایشیا مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے ہزاروں خطباء امت نے اپنی خطابت کو بروئے کار لا کر حد کمال تک پہنچایا۔ درس قرآن کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح کرنے والے شیخ غلام اللہ خان اور مولانا حسین علی، مولانا عبدالہادی شاہ منصور، مولانا صوفی عبدالحمید صاحب جیسے عظیم مفسرین نے ساری زندگی قرآنی تعلیمات کا درس دے کر ملت کو راہ ہدایت پر چلایا تصنیف وتالیف کے میدان میں دیکھیے تو فرق باطلہ کا قلع قمع کر کے مسلمانوں کو صحیح مسلک پر چلانے والے مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا تقی عثمانی جیسے اکابر نظر آئیں گے درس وتدریس کے ذریعے اصلاح کے فیض کو عام کرنے والے یہی علماء ہیں جنہوں نے مدارس اسلامیہ کی بنیاد رکھ کر علوم کے سمندر سے پیاسے مسلمانوں کو سیرابی بخشی قاسم العلوم والخیرات مولانا قاسم نانوتوی نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھ کر ایسے فضلاء تیار کیے جن کی بدولت کرہ ارض کے چپے چپے پر مدارس اسلامیہ نے جنم لیا ان فضلاء میں سے سرفہرست پاکستان سے تعلق رکھنے والے محدث العصر علامہ یوسف بنوری، مولانا عبدالحق حقانی، مولانا شیخ سلیم اللہ خان، مولانا مفتی شفیع بھی ہیں جنہوں نے سرزمین پاکستان پر ایسے عظیم ادارے قائم کر دیئے جن کے انوارات نے پورے ملک کو روشن کر دیا قربان جاؤں علماء حق کی اس جماعت پر جنہوں نے ہر میدان کے اندر لمحہ بلمحہ قوم وملت کی اصلاح فرمائی میں ان کے حق میں صرف اتنا ہی کہوں گا۔

أُولٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيرُ الْمَجَامِعُ

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

علماء دیو بند کی خدمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ حَمَلَنِیْ عَلٰی مَدْحِ الْاَکَابِرِ وَالْاَمَاثِلِ وَاشْکُرُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ لِاِظْهَارِ حَقِّهٖ فِی الْعَوَالِمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی الَّذِیْ اشْتَهَرَ بَیْنَ الرُّسُلِ بِاَلْقَابِ صَاحِبِ السَّیْفِ وَ رَسُوْلِ الْمَلَاحِمِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ بَلَّغُوا الْاِسْلَامَ فِی الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبِ.

اما بعد فاعوذ باللہ الخ بسم اللہ الخ

انما یخشی اللہ الخ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء۔[1]

سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کہ کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

صدر ذی وقار، معزز علماء کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! ۳ مئی ۱۸۶۶ء میں گلشن امداد کے شجر قاسمی نے سرزمین دیو بند میں جڑیں پکڑیں تو انار کے نیچے اجتماع محمودین سے تعلیم و تعلم کا وہ مینارہ روشن ہوا جس نے برصغیر بلکہ پورے عالم کو بقعہ نور بنا دیا جہالت کی تاریکیوں کے چھٹنے کے ساتھ ساتھ بزدلی و مدہوشی کے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو گئے کفر و شرک کے بیوت عنکبوت سیلاب علم و عمل میں تنکوں کی طرح بہہ گئے گورے انگریز کے سارے عزائم دھرے کے دھرے رہ گئے جہاد کے وہ باب کھلے جو **جاھدوا فی اللہ حق جھادہ.** (الحج) کے عین مطابق تھے مجاہدانہ انداز میں کفر پر ایسی یلغار کی گئی کہ **فبھت الذی کفر** کا مصداق بن کر رہ گیا اس مرکز علم و عمل نے ایشیا میں ایسے سپوت جنم دیے کہ جن کی للکار سے برطانوی سلطنت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔

عزیزان من! میرے قاسم کو دیکھو جس کی صیقل شدہ تلوار کے چمکارے نے علاقہ شاملی میں گوروں کو مبہوت کر دیا لارڈ میکالے کا نعرہ تھا کہ ذہنوں پر مغربی چھاپ ہوگی میرا قاسم کہتا

---

[1] مشکوۃ ص ۳۴

الٰہی بانہ شہری کے تقویٰ میں علامہ حق نواز جھنگوی کی فکر میں مولانا احمد علی لاہوری کے ذکر میں مفتی موسیٰ خان بازرئی روحانی بازی کی سائنس میں مولانا خیر محمد جالندھری کے درس حدیث میں، قاری عبدالرحیم کی تلاوت میں، علامہ خواجہ خان محمد کی خاموشی میں، اسامہ بن لادن کی ہجرت میں، عمر ثالث ملا محمد عمر مجاہد کی حکومت میں، مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی عظمت میں ایثار القاسمی کے ایثار میں، ضیاء القاسمی کی گفتار میں، مولانا فضل الرحمن کی قیادت میں، مولانا سرفراز خان صفدر کے قلم میں، مولانا یوسف بنوری کی تکبیر میں، مفتی رشید احمد کی ضرب شدید میں، جالندھری کی طلب میں، پھول پوری کی پھلواری میں اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے جھنڈا لہرانے میں مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کے جذبہ شہادت میں دین و مسلم کی خدمات کے وہ راز پنہاں ہیں جن پر مطلع ہونا بھی اغیار کے بس کی بات نہیں جن کی مثل مثیل پیش کرنا بھی متعذر نظر آتا ہے، وہ خدمات جن کو دیکھ کر قوم ورطہ حیرت میں گم ہو کے رہ گئی اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم یہ ہیں میرے ماں باپ دادا ان کی مثل لا کر تو کھاؤ۔ مگر مجھے یقین ہے کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وما علینا الا البلاغ المبین

علماء دیو بند کا ماضی میں کردار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ حَمَلَنِیْ عَلٰی مَدْحِ الْاَکَابِرِ وَالْاَمَاثِلِ وَاشْکُرُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَہٗ لِاِظْھَارِ حَقِّہٖ فِی الْعَوَالِمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الَّذِی اشْتَھَرَ بَیْنَ الرُّسُلِ بِالْقَابِ صَاحِبِ السَّیْفِ وَ رَسُوْلِ الْمَلَاحِمْ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ بَلَّغُوا الْاِسْلَامَ فِی الْمَشَارِقِ وَ الْمَغَارِبْ.

نہایت ہی ذی وقار قابل صد احترام اساتذہ کرام اور میرے ہم فکر ساتھیو! آج جس موضوع کو لیکر شرف تخاطب حاصل کر رہا ہوں وہ "علماء دیو بند کا ماضی میں کردار" کے عنوان سے معنون ہے۔

معزز قارئین! علماء دیو بند کا عزم و ہمت زمانے میں ان کے تاج کا موتی ہے ان کے کلمات سے لب تشنہ سیراب ہوتا ہے خوش روئی خاموشی و وقار ہیئت اور بے پناہ برسنے والا علم ان کی تواضع و شرافت اور متانت تقویٰ وطہارت ضرب المثل ہے ان کے انوارات چہروں پر چمکتے ہیں ان کا جلال و جمال طریقہ نبوی کی تصویر ہے کرم واخلاق' عفت و دیانت میں ان کا قول و عمل صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہے۔

اس قوم کی کیا تعریف کی جائے جن کے آثار حیات تاباں و درخشاں ہیں آفتاب خود ہی روشن ہے اور مدح و ثنا خیال محض ہے البتہ گفتگو کی مجال وسیع ہے۔

قارئین کرام! ۱۸۵۷ء کے حالات نے غیر ملکی حکمرانوں کا اس طرح ساتھ دیا کہ وقت کے بگاڑ میں دیر نہ لگ سکی خصوصاً ہندوستان کا مسلمان جس نے ہنوز گزرے ہوئے کل ہندوستان کی ۱۸ لاکھ مربع میل زمین پر اپنے اقتدار کے گھوڑوں کی ٹاپ سنی تھی برطانوی پرچم کی اڑانوں پر سر دھننے لگا خیرات بانٹنے والے ہاتھ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر بھیک مانگنے لگے جو پاؤں مخملی فرش پر زخمی ہو جاتے تھے وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ لیے گئے اذانوں کی جگہ گرجوں کے گھڑیال بجنے لگے غلامی کی زنجیریں مضبوط ہوتی چلی گئیں نہ صرف دہلی کا لال قلعہ اپنے مکینوں کے لیے جیل خانہ بن گیا بلکہ سارا ہندوستان فرنگی سلطنت کے زیر اقتدار آ گیا یونین جیک کے سائے جوں جوں پھیلتے چلے گئے ہندوستان کا تمدن سکڑتا چلا گیا اسلام کے

اصول عیسائی سلطنت کے تابع نظر آنے لگے مسلمان اپنے ہی گھر اجنبی دکھائی دینے لگے انسانیت
کی دیواریں آہستہ آہستہ گرنے لگیں ایمان کے متزلزل ہونے کے خدشات بڑھنے لگے ایسے منحوس
دن تھے جب کہ ان لوگوں کے جذبات واحساسات نے پھر انگڑائی لی اور ۱۸۵۷ء کے جہاد حریت
میں شاملی کے میدان میں انگریزوں سے جو نبرد آزما ہو چکے تھے ہنوز ان کی ہمتوں میں فرنگی کے
خلاف وہی آگ سلگ رہی تھی جس نے انہیں ایمان کی پختگی کے تحت میدان کارزار میں لا کھڑا
کیا تھا مگر آج حالات کچھ مختلف تھے غیر ملکی طاقت کا مقابلہ تشدد یا فوج سے ہی ممکن تھا مگر اب
یہ چیزیں مفقود ہو چکی تھیں ملک غلام بن چکا تھا اپنے بھی غیروں کی نظروں سے دیکھ رہے تھے
تاہم ہندوستانی تمدن طرز معاشرت اور اسلام کی گرتی ہوئی قدروں کا تقاضا تھا کہ یہ وقت تن
آسانی کا نہیں ہمت ہار کر بیٹھ جانے سے ایمان کی رہی سہی پونجی بھی ضائع ہونے کا خدشہ تھا
لہٰذا وہ لوگ پھر اٹھے اور ایک دوسرے رخ سے فرنگی پر حملہ کا انداز سوچا ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء میں
دیوبند کی ایک ویران مگر تاریخی مسجد چھتہ میں ایک غیر معمولی عربی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی اور
اس مدرسہ کا پہلا طالب علم محمود حسن تھا جس کو دنیا شیخ الہندؒ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے اور
اس مدرسہ کا پہلا استاد مدرس ملا محمود تھا یہ مختصر مگر مخلص قافلہ جس کے سالار قاسم العلوم والخیرات
مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے جیسے جیسے آگے بڑھتا گیا اس کی رونق میں اضافہ ہوتا گیا پھر اس
قافلہ سے جدا یا فارغ ہونے والا ہر طالب علم انگریز کے خلاف جہاد کے جذبات سے معمور ہو کر
نکلا اس کے دل میں ایمان کی وہ شمع روشن ہوئی جو مدرسہ کے بانیوں کے دل میں کارفرما تھی۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۲۸۳ھ سے لے کر ۱۳۹۲ھ تک کل فضلاء کی تعداد ۸۲۰۳ اور غیر ملکی
فضلاء کی تعداد ۱۲۱۷۱ سند یافتہ فضلاء جنہوں نے دارالعلوم دیوبند سے استفادہ کیا ان کی تعداد
۸۰۰۴۲ اور دارالعلوم دیوبند نے اسی عرصے میں ۵۳۶ مشائخ، ۵۸۸۸ مدرس، ۱۱۶۴ مصنف،
۱۷۴۸ مفتی، ۴۵۴۰ مناظر، ۶۸۴ صحافی، ۴۲۸۸ خطیب و مبلغ جبکہ ۲۸۸ طبیب پیدا کیے۔
دارالعلوم دیوبند کے ۷۴۸ فضلاء صنعت و حرفت والے تھے، جنہوں نے تجارت کے
ساتھ دینی خدمات بھی انجام دیں دارالعلوم دیوبند نے جو مدارس و مکاتب پیدا کیے ان کی تعداد

۱۹۳۶ء تک دارالعلوم دیوبند نے مختلف علوم وفنون کے مصنف پیدا کیے قرآن کی تفسیر میں اہم کردار ادا کیا، تفسیر فوائد شیخ الہند مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھی۔ تفسیر بیان القرآن حضرت تھانویؒ نے لکھی، فتح المنان مولانا عبدالحق دہلوی نے لکھی، ترجمہ قرآن مولانا عاشق الٰہی نے لکھی، مشکلات القرآن انور شاہ کشمیریؒ نے لکھی، اعجاز القرآن شبیر احمد عثمانی نے لکھی، حاشیہ بیضاوی مولانا عبدالرحمن نے لکھی، درس تفسیر القرآن مولانا حسین احمد مدنی نے لکھی معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھی۔

علم حدیث کو دیکھتا ہوں تو مجھے بذل المجہود فی شرح ابی داؤد اور فتح الملہم شرح مسلم فیض الباری اور العرف الشذی اور الکوکب الدری التعلیق الصبیح، معارف السنن دیوبندیوں کے ہاتھوں میں نظر آتی ہیں۔

عالمی تاریخ کی طرف نظر دوڑاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے دیوبند کے قیام کے وقت انگریز نے پانچ محاذ کھولے ہوئے تھے اور انگریز کے ہر محاذ کے مقابلہ میں دارالعلوم دیوبند نے اپنے فرزند پیش کیے۔

(۱) انگریزی سیاست نے ہندوؤں کو اس طرح لگا دیا کہ ہماری قوم کٹ رہی ہے اسے سمجھا دو اور مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوشش کرو۔

(۲) دوسرا محاذ یہ کھولا کہ مسلمانوں کے دل ودماغ سے اسلام کے تہذیبی اثرات کو ختم یا کمزور کر دیا جائے یا پھر آہستہ آہستہ دبا دیا جائے ان دو محاذوں کے خلاف حضرت نانوتویؒ میدان میں اترے کبھی آریوں سے مقابلہ کیا اور کبھی عیسائیوں کو ناکوں چنے چبوائے اور کبھی چند پور کے لیے اجتماع میں اور کبھی شاہجہاں پور میں اور کبھی قاضی پور میں رافضیوں کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

(۳) تیسرا محاذ یہ کھولا کہ انگریزی مدارس کے سہارے عربی مدارس کو کمزور کیا جائے اور عربی مدارس کے لیے دنیوی ترقی کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اس محاذ کے خلاف حضرت گنگوہیؒ اور مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ میدان میں آئے۔

(۴) چوتھا محاذ یہ کھولا کہ مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے بیگانہ کر کے ان کے دینی ذوق کو بگاڑ دیا جائے اس میدان کے خلاف حضرت تھانویؒ میدان میں اترے جنہوں نے ۱۳۰۰ کے قریب کتابیں لکھ کر ان کا مقابلہ کیا۔

(۵) پانچواں محاذ یہ کھولا کہ ہندوستان میں معاشرتی اور سماجی زندگی اس طرح ترتیب دی جائے کہ دور دراز آبادیوں کے مسلمان برائے نام مسلمان رہ جائیں تاکہ ان کی اولادوں کو ہندو بنانا آسان ہو جائے تو اس محاذ کے خلاف بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ میدان میں آئے جن کے خلوص، للّٰہیت کی برکت سے دنیا کے ۱۲۰ ممالک تک الحمدللہ تبلیغی جماعت پہنچ چکی ہے۔

جب میں ماضی کے جھروکوں سے دیکھتا ہوں تو مجھے آریہ کے خلاف آواز اٹھانے والے نظر آتے ہیں میں جب تاریخ سے پوچھتا ہوں کہ آریہ کے خلاف آواز اٹھانے والے کون تھے عیسائیت کے خلاف علم بلند کرنے والے کون تھے، مرزائیت، قادیانیت اور سبائیت کے خلاف آواز بلند کرنے والے کون تھے، غیر ملکی سامراج کا خاتمہ کرنے والے کون تھے؟ ۱۸۵۷ء کے غازی کون تھے؟ فلسطینیوں پر مظالم کے خلاف تحریک چلانے والے کون تھے؟ برطانوی سازکو ناکام بنانے والے کون تھے؟ مکمل آزادی کا نصب العین کس نے دیا؟ اردو کو دفتری زبان کس نے قرار دیا؟ بالاکوٹ کے سنگریزوں پر شہادت پانے والے کون تھے؟ تو تاریخ پکار پکار کر ان مقدس شخصیات کے نام لیتی ہے جنہیں لوگ علماء دیوبند کے نام سے پکارا اور یاد کیا کرتے ہیں جنہوں نے ہر باطل کے خلاف علم جہاد بلند کیا ہر ظلم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ جیلیں بھریں، ہتھکڑیاں اور زنجیریں ہاتھوں میں پاؤں میں بیڑیاں پہنیں مگر یہ مرد قلندر نہ بکے نہ جھکے اس لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دیوبند کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو
دیوبند تو ہر دور میں انمول رہا ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

مجدد الف ثانی اور ان کے تجدیدی و اصلاحی کارنامے

الحمد للہ جل و علا و الصلاۃ و السلام علی من صلی علیه الاله اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم یریدون لیطفؤا نور اللہ
بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون. (الصف) و قال علیه السلام: ان اللہ یبعث
لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا[1] او کما قال علیه السلام

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ارباب عقل و دانش اور بزم شاہ عربی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج اس سلسلہ تقریر کے تقابلی میدان میں جس عنوان کو موضوع سخن بنانا چاہتا ہوں وہ ہے "مجدد الف ثانی اور ان کے تجدیدی اور اصلاحی کارنامے"

محترم سامعین! جب ہزارواں برس گزر رہا تھا ایک جادوگر نے آ کر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سال عمر پوری ہو گئی اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ اُمّی کے ذریعے نبی اُمّی کا دین منسوخ ہو کر دین الٰہی کا ظہور ہو' مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے' عیسائیوں نے ناقوس بجائے' برہمنوں نے آراستہ کیے جوگ اور تصوف نے مل کر کعبہ اور بت خانہ کو ایک چراغاں سے روشن کر کے گویا یہ کہا:

دیر کی تحریق لز آتی نہ نے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا' کل تک یہی بتخانہ تھا

بادشاہی آستانہ پر لوگ سر جھکائے سجدہ ایزدی بجالا رہے تھے ملا مبارک' ابوالفضل اور فیضی جیسے درباری ملاؤں کی کارستانیوں اور ریشہ دوانیوں سے شراب نوشی اور خنزیر خوری کی حرمت ختم ہو گئی سچ کہا گیا

وهل افسد الدین الا الملوک
واحبار سوء و رهبانها

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۶)

قاضی و مفتی کو بادہ پیمائی کرتے اور ساغر چھلکاتے دیکھ کر بادشاہ کی زبان پر بے ساختہ یہ شعر نکل پڑتا ہے۔

درود بادشاہ خطا بخش و جرم پوش
قاضی قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

• عرب قوم کو بدو اور گنوار اور بد تہذیب گردان کر شاہنامہ فردوسی کے ان اشعار سے سند پکڑی گئی۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار عرب راجبائے رسید ست کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو تفو باد بر چرخ گردان تفو

مسجدوں کی منبروں سے "تعالیٰ شانہ" اللہ اکبر کی صدا آنے لگی سلام کی بجائے ایک کہتا اللہ اکبر تو دوسرا جواب دیتا جل جلالہ قریب تھا کہ دین عربی مسخ ہو کر اپنا تشخص کھو بیٹھتا، لیکن خدائے لم یزل کا برملا اعلان ہے: **هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله** شمع محمدی کبھی نہیں بجھے گا **یریدون لیطفؤا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو کره الکفرون**

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس دین کی آبیاری اور نگہبانی کے لیے ہمیشہ ایک جماعت کمر بستہ رہتی ہے **لن تزال طائفة من هذه الامة قائمة علی امر الله لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله** اس کی تجدید و اصلاح کے لیے ہر صدی میں ایک فرد کا انتخاب رب کائنات کی طرف سے ہوتا ہے **ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها**[1]

ہزارویں صدی شروع ہونے کو چند عشرے باقی ہیں کہ ایک نیک پارسا اور خدا ترس انسان شیخ مخدوم عبدالاحد نامی شخص کے گھرانے میں سرہند کی سرزمین پر سن ۹۷۱ھ میں قدرت احمد نامی فرزند کو جنم دیتی ہے، جسے دنیا دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد الف ثانی اور شیخ احمد

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۶

سرہندی کے نام سے جانی ہے نبوت کو ہزار سال پورا ہونے کے بعد آپ منصۂ شہود پر فروکش ہوئے اگر میں یہ کہوں کہ اقبال نے اسی طرف اشارہ کر کے یہ شعر کہا ہے تو بے جا نہ ہوگا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اصحاب نظر و فکر! حضرت مجدد نے اپنی تریسٹھ سالہ زندگی میں جو تجدیدی اور اصلاحی کارنامے انجام دیئے اگر کوئی ان کے شمار و اعداد میں لانا چاہے تاریخ کے اوراق پلٹ پلٹ کر اس کا کھوج لگانا شروع کرے تو ان سے نہیں کیا جا سکے گا ۔

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت گل چہ شنید و صبا چہ کرد

حضرت مجدد کے دائرہ تجدید کا مرکزی نقطہ اور اصل تجدیدی کارنامہ نبوت محمدی پر ایمان اور اعتماد کی تجدید ہے آپ نے اپنے مکتوبات میں اس بات پر کافی زور دیا اس لیے کہ یہی ایمان کا بنیادی اثاثہ اور سرمایہ ہے۔ دلیل کیا ہے؟ **فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدون فی انفسهم حرجاً مما قضیت و یسلموا تسلیما**. دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے **یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک هم الکفرون حقا**" آپ علیہ السلام کی موجودگی میں کسی دوسرے نبی کا اتباع مبین گمراہی ہے **والذی نفس محمد صلی الله علیه وسلم بیده لو بدالکم موسی فاتبعتموه و ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسی حیا و ادرک نبوتی لا تبعنی** آپ اپنے تجدیدی مراحل میں احیاء سنت پر کافی کوشاں رہے فرمایا: قیلولہ جو متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے ہو ان کروڑ شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت رسول سے محروم ہوں' مدار فضیلت اور سلوک و طریقت سنت ہی ہے بدعت کا سراغ لگا کر اس کا خوب تعاقب کیا' اس لیے کہ یہ وہ شنیع فعل ہے؟ جس کی شناعت پر امام مالکؒ کا یہ قول دال ہے: **ومن ابتدع فی الاسلام و یراها حسنةً فقد زعم ان**

محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد خان الرسالة فان اللہ سبحانہ یقول الیوم اکملت لکم دینکم ..... فما لکم یومئذ دینا فلا یکون الیوم دینا صاحب بدعت کی توقیر دین محمدی کی توہین ہے من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1]۔

غالی قسم کے صوفیاء نے عقیدہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا اختراع کیا اور اس کا مستدل بایزید بسطامی کے قول وما فی جبتی الا اللہ' سبحانی ما اعظم شانی' اور منصور کے انا الحق کو قرار دیا' آپ نے اس طرح کے غالی و غامض صوفیاء کے باطل تاویلات کا ابطال کر کے یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفونه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین[2] کا عین نقشہ پیش کیا۔

اسکے بعد آپ نے اپنے تجدیدی اور اصلاحی کارناموں کا رخ' امور سلطنت کی طرف پھیرا جو دور اکبری سے لیکر جہانگیری دور تک اسلامی نظریات سے یکسر منحرف ہو چکے تھے' آپ نے گوشہ نشینی اور علم بغاوت بلند کرنے کی بجائے' مدبرانہ اور مصلحانہ طرز اختیار کر کے' بادشاہ وقت کے قریبی عناصر کو اپنے کمالات عالیہ سے اپنا معتقد بنا کر برصغیر پاک و ہند میں دوبارہ دین عربی کا احیاء کیا۔ آپ کی سوانح حیات اور داستان زندگی امت کے لیے ایک مشعل راہ ہے' گویا آپ زبان حال سے اپنے نظریات اور افکار کا پیغام اکبر کی زبانی امت مسلمہ کو یوں دے رہے ہیں۔

تو وضع پہ اپنی قائم رہ' فطرت کی مگر تحقیر نہ کر
دے پائے نظر کو آزادی' خود بینی کو زنجیر نہ کر!
گو تیرا عمل محدود ہے' اور اپنی ہی حد مقصود ہے
رکھ ذہن کو ساتھی فطرت کا' پھر اس پہ در تاثیر نہ کر
باطن میں بھر کر ضبط فغاں' لے اپنی نظر سے کار زباں
دل جوش میں لا فریاد نہ کر' تاثیر دکھا تقریر نہ کر
تو خاک میں مل اور آگ میں جل' جب خشت بنے تو کام چلے
ان مردہ دلوں کے عنصر پر' بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

1۔ مشکوۃ ص ۳۱ 2۔ مشکوۃ ص ۳۶

شاہ ولی اللہ کے اقتصادی افکار اور تحریکات پر ان کا اثر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا تؤتوا السفها أموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما وارزقوهم فیها واکسوهم.

واجب الاحترام صدر محفل اساتذہ کرام مہمانان گرامی اور بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع وعنوان کے تحت شرف تخاطب حاصل کر رہا ہوں وہ "شاہ ولی اللہ کے اقتصادی افکار اور تحریکات پر ان کا اثر" کے عنوان سے معنون ہے' بارگاہ صمدیت میں دست بدعا ہوں کہ حق کو حق والوں کے طرز پر کما حقہ بیان کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

عزیزان گرامی! شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جس معاشرے اور دور میں آنکھ کھولی اس زمانے کے ربانی علماء کا یہ دستور تھا کہ وہ اسباب معیشت میں سوچنے کو برا سمجھتے تھے اور تقویٰ کے حصول کے لیے ترک اسباب پر زور دیتے تھے' اس کے باوجود آپ کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ تصوف وریاضت سے اس قدر دلی وابستگی کے ساتھ اس امر کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے کہ انسان کی اخلاقی زندگی کا دارومدار بہت حد تک اس کی اقتصادی زندگی کے حسن انتظام پر ہے' شاہ ولی اللہ اپنے گرد وپیش کی سوسائٹی کا ۱۲ سال تک مطالعہ کرتے رہے' اس وقت کا ہندوستان سیاسی انتظامی اور اخلاقی حیثیت سے انحطاط وپستی بدنظمی وطوائف الملوکی اور انتشار واضطراب کے بالکل آخری نقطے پر پہنچ چکا تھا' عوام الناس کی اقتصادی بدحالی' پر تکلف رسوم اور کسب معاش سے پہلوتہی جیسی کمزوریاں جنم لے رہی تھیں' جنہیں شاہ صاحب بلیغانہ انداز میں تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لا تتکلفوا فی نفقتکم و زیکم مما لا تطیقون ولا تکونوا کلا علی الناس والما المرض لکم الکسب بایدیکم و لکن من شانہ القناعة والقصد فی المعیشة** اس ۱۲ برس پر محیط مطالعے کے بعد آپ نے اصلاحی پروگرام کے دو اصول معین کیے (۱) زندگی کی عملی اصلاح کے لیے قرآن عظیم کی حکمت عملی کو

اختیار کیا جائے' دوسرا یہ ہے کہ معاشرت اجتماع' حکومت اور ملت میں تمام علمی واخلاقی خرابیوں کا باعث دراصل معاشی واقتصادی عدم توازن ہے' اس لیے سوسائٹی کی اقتصادی اصلاح معنوی اخلاقی اور روحانی کمالات کے لیے سب سے پہلی سیڑھی ہے۔

سامعین مکرم! شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے اقتصادی افکار کا لب لباب اور خلاصہ کل نظام ہے' یعنی کیمونزم سوشلزم جیسے تمام استحصالی نظاموں کو ہٹا کر نظام عدل قائم کیا جائے' شاہ صاحب اپنے ان اقتصادی افکار کو ارتفاقات کے نام سے موسوم کر کے اس کے چار درجات بتاتے ہیں' پہلا درجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی بنیادی ضروریات کھانا' پینا' لباس اور گھر بسانے کو بیوی کا محتاج ہے **ولو ان انسانًا نشاء بالبادية كان له حاجات من الجوع والعطش واشتياق فی الملجة الی المراء** ان چیزوں کے حصول کے لیے اس پر لازم ہے کہ راہ اعتدال اختیار کر کے قناعت کے ساتھ زندگی بسر کرے' دوسرے درجہ کا حاصل یہ ہے کہ انسانی آبادی میں اضافہ ہونے کی وجہ سے آپس میں تعلق و ربط کی زیادتی نے جنم لیا' جس کو قصباتی نظام کہا جاتا ہے' اس کی اقتصادی ترقی کا راز یہ ہے کہ معاشرے کے عقلمند اور سلیم الفطرت انسانوں کی آراء و تجربات کی روشنی میں باہمی تعاون کو ممکن بنایا جائے **وكان معاش كل واحد يتم الا بالآخر** اس نظریہ سے عصر حاضر کے ان نظریات کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں' جو مساوات کلی کی راگنیاں ناچتے رہتے ہیں۔

آگے چلئے تیسرے مرحلے کی طرف کسب معاش نے غیور انسانوں کے مختلف پیشے اختیار کرنے کی وجہ سے پیدا ہونے والا ان کے باہمی ربط و تعلق کو شہریت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' اس شہری نظام کی اقتصادیات کو درست راہوں پر چلانے کے لیے اور بربادی سے بچانے کے لیے حکومت پر فرض ہے کہ وہ ٹیکسوں میں تخفیف کے ساتھ ساتھ تنخواہ دار طبقے کو ضرورت کی حد تک رکھ کر مفت خوروں کی کڑی نگرانی کرے' **انما تصلح المدنية بالجباية اليسيرة واقامة الحفظة بقدر الضرورة**۔

چوتھا درجہ انسانیت کی بلند ترین منزل خلافت کبریٰ کا قیام اور اس کا مالیاتی نظام ہے' شاہ

صاحب ریاست کی اقتصادی ذمہ داریوں کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں' پہلے نمبر پر کفالت عامہ ہے' سرمایہ دارانہ ذہنیت کا منشور ہے کہ ہر شخص بلا شرکت غیرا اپنی دولت کا خود مالک ہے' پیسے کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والوں کا دوسروں کی دولت میں کوئی حصہ نہیں' جبکہ شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ معاشرے کے محروم المعیشت افراد کی کفالت ریاست کے اولین فرائض میں سے ہے **فلو لم تکن السنۃ بینھم مواساۃ الفقراء و اھل الحاجات لھلکو وماتوا جمیعا** ریاست کے کندھوں پر پڑنے والی دوسری اقتصادی ذمہ داری معاشری استحکام ہے' جس کے لیے زراعت صنعت و تجارت کی حوصلہ افزائی مختلف صنعتوں کی منصوبہ بندی شامل ہے' ریاست پر لازم تیسری چیز تقسیم دولت میں اعتدال ہے' شاہ صاحب سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس چند ہاتھوں میں ارتکاز دولت پر قدغن لگاتے ہیں' ایسے امور جو معاشرے میں مسرفانہ زندگی اور اقتصادی عدم متوازن کا سامان بن رہے ہوں' انہیں لگام دینے پر زور دیتے ہیں **اعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عادات العجم و تعامقھم فی الألاء اطمینان بلذات الدنیا فحرم روسھا او صولھا و کرہ ما رون ذلک** آپ کے افکار میں ضروریات و حاجات کو پورا کرنے کے لیے ان تین اصولوں کی پاسداری ضروری ہے' پہلا اصول یہ ہے کہ ان ضروریات کا حل دین و سنت کی مسلمہ اخلاقی قدروں سے مزاحم نہ رہے' دوسرا اصول یہ ہے کہ سائنس کے اصولوں اور تجزیوں سے ہم آہنگ' ہو تیسرا اصول یہ ہے کہ مصلحت عامہ اور اجتماعی مفادات کے تقاضوں کے عین مطابق ہو **ان تستوفی حاجتک علی مراعاۃ مقتضی الاخلاق الفاضلۃ من الدیانۃ و السمت الصالح و غیرھا.**

عزیزان گرامی قدر! یہ تھی شاہ صاحب کے ان اقتصادی افکار کی ایک جھلک جن کو آپ نے اس وقت کے ہندوستان کی ابتری اور معیشت کے انحطاط کے مداوی کے طور پر پیش کیا تھا' آزادانہ وسائل کا استعمال میسر نہ آنے کی وجہ سے شاہ صاحب کے افکار عوام تک مکمل نہ پہنچ سکے' شاہ صاحب نے انہی افکار کو رائج کرنے کے لیے ایک جماعت تیار کی' جو تقسیم و ارشاد کے ذریعے ان کی اشاعت علماء و صوفیاء میں کرتی رہی' تو دوسری طرف سرداران سلطنت میں پروان

بڑھتی رہی اس انقلابی تحریک کے دوررس نتائج کا اندازہ لگا کر چند لوگوں نے عوام میں شور پھیلا کر مسجد فتح پوری سے نکلتے ہوئے امام الہند پر حملہ کر دیا' آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ساٹھ سال کی دعوت وعمل کی اساس شاہ صاحب کے یہی افکار تھے' شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس عہد کی سرمایہ داری اور اسکی ترقی یافتہ شکل شہنشاہیت کو بے نقاب کیا' شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی اس تربیت کی برکت تھی کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں ناز ونعم میں پلے ہوئے نوجوانوں کا لشکر اس فکر ولی اللہی کو نافذ کرنے کے لیے سندھ کے راستے قندھار و کابل سے ہو کر پشاور پہنچ کر بالآخر بالاکوٹ کی سرزمین کو اپنے لہو سے رنگین کر گیا' سقوط دہلی کے بعد دہلی کے طرز پر قائم ہونے والا دارالعلوم دیوبند شاہ صاحب کی انہی کوششوں کا ثمرہ ہے' شیخ الہند رحمہ اللہ کی جمعیت الانصار کو بنانا اور اس میں شاہ صاحب کی کتابوں کی تقسیم لازمی قرار دینا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

تحریک پاکستان میں علماء کرام کا کردار

الحمدللہ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم' اما بعد! قال اللہ تعالیٰ: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء. صدق اللہ العظیم

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: العلماء ورثة الانبیاء۔[1]

زیادہ دن نہیں گزرے یہاں کچھ لوگ رہتے تھے
جو محسوس کرتے تھے علی الاعلان کہتے تھے
ہوتا تھا چاک گریبانوں میں شمار ان کا
قضا سے کھیلتے تھے' وقت کے الزام سہتے تھے

میرے معزز اساتذۂ کرام اور محترم سامعین! ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلام کے نام پر ایک نئی مملکت پاکستان کا وجود دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا' یہ محض ایک وقتی حادثہ یا چند برسوں کی سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کا نتیجہ نہیں تھا' بلکہ اس کی پشت پر برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی کم و بیش تین صدیوں پر محیط جدوجہد تھی۔

آیئے اس کا کچھ تفصیلی جائزہ لیتے ہیں:

ہندوستان میں اورنگزیب عالمگیر کے بعد یہاں کی حکومت کو گہن لگنا شروع ہوا تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے نہ صرف اس کو محسوس کیا' بلکہ افغانستان کے بادشاہ احمد شاہ ابدالی کو لشکر کشی کی دعوت دی' چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جنوبی ہند کی طرف سے مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی یلغا کو روکا اور پانی پت کے تاریخی میدان میں انہیں شکست فاش دی' اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انگریز کے خلاف فتویٰ دیا' اس کے بعد شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے انگریز کے خلاف جہاد کیا' پھر ۱۸۵۷ء میں علماء کرام انگریز کے خلاف جہاد کے لیے کھڑے ہوئے' اس کے بعد تحریک ریشمی رومال'

ا (مشکوۃ ص ۳۴)

تحریک ترک موالات اور ہندوستان چھوڑ دو تحریک' اسی طرح دیگر چھوٹی بڑی تحریکیں جو انگریز کیخلاف چلائی گئیں ان سب کا تاج علماء ملت کے سر ہے' بالآخر انگریز نے جان لیا کہ اسکا ہندوستان میں اب اپنا تسلط باقی رکھنا ناممکن ہے تو انیسویں صدی میں انگریز نے ہندوستان چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

سامعین محترم! ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مرکزی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے لاہور کے تاریخی اجتماع میں قرارداد پاکستان کی منظوری کی' اس موقع پر علماء کے دو گروہ ہوئے' ایک گروہ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا شبیر احمد عثمانی اور ان کے متبعین کا تھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت ہونی چاہئے' جہاں خلافت اسلامیہ کا نفاذ ہو اور یہ بات متحدہ ہندوستان میں ناممکن تھی۔

چنانچہ اس تصور کی تکمیل کے لیے یہ حضرات مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قریہ قریہ' بستی بستی' گاؤں گاؤں کا دورہ کیا اور عوام کو پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کا مشورہ دیا' اوراق تاریخ اس بات کے گواہ ہیں' اپنوں اور غیروں کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ اگر یہ علماء نہ ہوتے تو سرحد میں کسی بھی طور پر مسلم لیگ کامیاب نہیں ہو سکتی تھی' ایک موقع پر بانی پاکستان نے مولانا ظفر احمد عثمانی سے درخواست کی کہ آپ سلہٹ جائیں اور یہاں کی عوام کو پاکستان کے ساتھ الحاق کے لیے تیار کریں' یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اگر علماء اور مشائخ تحریک پاکستان میں شریک نہ ہوتے تو مسلم لیگ عوامی جماعت نہ بنتی اور نہ ہی اس کا پیغام لوگوں کے دلوں میں اترتا' اس کی دلیل یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء کے الیکشن میں جب علماء اس جماعت میں شامل نہیں ہوئے تھے تو پنجاب اسمبلی سے صرف دو مسلم لیگی رکن منتخب ہوئے تھے' جن میں ایک منحرف ہو گیا تھا اور ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں سو فیصد اس جماعت کو کامیابی حاصل ہوئی' جی ہاں! یہ علماء کی قربانیاں تھیں جس کا اعتراف بانی پاکستان نے آزادی کے موقع پر اس انداز میں کیا کہ مغربی پاکستان میں پرچم لہرانے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی اور مشرقی پاکستان میں جھنڈا لہرانے کے لیے مولانا ظفر احمد عثمانی کو منتخب کیا' بس ان حضرات نے اسلامی مملکت کا پرچم لہرایا۔

سامعین محترم! دوسرا گروہ شیخ الاسلام حضرت مدنی اور مفتی اعظم مفتی ہند حضرت مفتی کفایت اللہ اور ان کے متبعین کا تھا' جن کا نظریہ یہ تھا کہ انگریز نکل جائے اور ہندو اور مسلمان

ایک ساتھ رہیں اس کو تقسیم نہ کیا جائے قیام پاکستان سے ان کو اختلاف تھا' یہ ایک واضح حقیقت ہے' لیکن اسی اختلاف کی وجوہ اور پاکستان کی حالیہ تصویر پر غور کرنا اس سے بھی زیادہ اہم ہے' آیئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی زبانی سنئے:

شاہ صاحب نے ۱۹۴۶ء میں دہلی کے اردو پارک کے پانچ لاکھ کے مجمع کے سامنے ایک تاریخی خطاب کیا اس میں فرمایا:

کہ آج آئینی اور غیر آئینی دنیا میں یہ بحث چل رہی ہے کہ آیا ہندو اکثریت کو مسلم اقلیت سے جدا کر کے برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے' قطع نظر اس سے کہ اس کا انجام کیا ہوگا مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا یقین ہے جتنا صبح کو سورج سے مشرق سے طلوع ہونے کا' لیکن یہ وہ پاکستان نہیں بنے گا جو دس کروڑ مسلمانان ہند کے ذہنوں میں موجود ہے' جس کے لیے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں' ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ بات جھگڑنے کی نہیں ہے' سمجھنے سمجھانے کی ہے' لیکن تحریک کی قیادت کرنے والوں میں بلا کا تضاد اور بنیادی فرق ہے' اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلایا جائے کہ کل ہندوستان کے قصبہ کی کسی گلی میں یا شہر کے کسی کوچے میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب کعبہ کی قسم! میں آج سب کچھ چھوڑ کر تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں' لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے' جو لوگ اپنے ڈھائی من لاش' چھ فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے' وہ دس کروڑ انسانی قطعہ زمین پر اسلامی قوانین کس طرح نافذ کریں گے؟

میرے دوستو! یہ تو ان حضرات کا پاکستان بننے سے پہلے کا اختلاف تھا' لیکن قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بمبئی میں حضرت مدنی سے قیام پاکستان کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا بھائی! یہ ممکن ہے' اگر کسی جگہ مسجد کی تعمیر کی گفتگو ہو تو اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ اس جگہ مسجد کی تعمیر کی جائے یا نہ کی جائے؟ لیکن جب مسجد بن گئی تو اب کوئی گنجائش اس اختلاف کی نہیں رہ سکتی' اس مسجد کو باقی رکھا جائے' منہدم نہ کیا جائے' اسی طرح سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے بعد فرمایا' میری خوشی کی انتہا ہے انگریز یہاں

سے چلا گیا' تم میری رائے کو خود فروشی کا نام نہ دو' قیام پاکستان کے وقت میری رائے بار گئی تھی اور اس کہانی کو یہیں ختم کر دو' اب پاکستان نے جب بھی پکارا واللہ باللہ! میں اس کے ذرے ذرے کی حفاظت کروں گا' مجھے یہ اتنا عزیز ہے جتنا کوئی دعویٰ کر سکتا ہے' میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں' اس کی طرف کسی نے آنکھ اٹھائی تو وہ پھوڑ دی جائے گی' کسی نے ہاتھ اٹھایا تو وہ کاٹ دیا جائے گا' وطن اور اس کی عزت کے مقابلے میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں نہ اپنی اولاد کو' میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اور اب بھی تمہارا ہے' لیکن اس سب کے باوجود آج باطل کے ٹکڑوں پر پلنے والے ہمیں یہ طعنہ دیتے ہیں کہ علماء نے چند روپوں کی خاطر پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی' لیکن اگر آج ہم پاکستان کی حالیہ تصویر پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں اور ہمیں علماء کی بات روز روشن کی طرح صاف نظر آتی ہے۔

میرے دوستو! آج باطل ہم سے اس سرزمین کو چھین لینا چاہتا ہے اور اس کی گندی نگاہیں اس سرمائے پر لگی ہوئی ہیں جو تمہارے سینوں میں محفوظ ہے' آؤ اس سرمائے کو باہر نکالیں اور دکھتی قوم کی آنکھوں کا سرمہ اور دل کی دھڑکن بنا ڈالیں' یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے اور قوت کا تقاضا بھی ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

آزادیٔ پاکستان میں علماء کا کردار

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم' اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وعد اللہ اللذین امنوا منکم .... ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا' (النور) و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء صدق اللہ العظیم.

شاد باد شاد ذی اے سرزمین دیوبند! تو نے عالم میں کیا اسلام کا جھنڈا بلند
اسم تیرا باسمیٰ' ضرب تیری بے پناہ دیو استبداد کی گردن ہے اور تیری کمند
کفر ناچا جن کے آگے بار بار تگنی کا ناچ جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

سامعین محترم! یوں تو آزادیٔ پاکستان کی تحریک ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور سے بیان کی جاتی ہے' جب آل انڈیا مسلم لیگ کے منٹو پارک کے اجلاس میں الگ مملکت کا تصور بھرپور جدوجہد کے عزم کے ساتھ پیش کیا گیا' لیکن ہم اور آپ بانیٔ پاکستان کا یہ قول سنتے اور پڑھتے چلے آرہے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد اس وقت ہی پڑ چکی تھی جب سندھ کی سرزمین پر پہلے مسلمان نے اپنا قدم رکھا تھا' اس لیے میں داستان کو زیادہ نہیں تھوڑا سا پیچھے لے جا کر بیان کروں گا' کیونکہ جناح صاحب کے اس قول کی روشنی میں ۱۹۴۰ء سے پاکستان کی آزادی کی تاریخ بیان کرنا تاریخ کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

سامعین محترم! یہ ۱۸۵۷ء ہے' شاملی کا میدان ہے' سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی مسجد کو ذرا تصور میں لایئے اور دیکھئے منصوبہ بن رہا ہے' ہندوستان پر بزور طاقت قابض ہونے والی ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج سے آزادی کی جنگ لڑنے کا منصوبہ بن رہا ہے..... حالت یہ ہے کہ سلطنت مغلیہ کی فوج پایۂ تخت دہلی میں گوری فوج سے ہار چکی ہے' جنرل بخت خان جیسا شیر دل سپہ سالار بھی اپنی ہاری ہوئی فوج کی کمان کرتے ہوئے آخری معرکہ لڑ رہا ہے' مگر یہاں شاملی میں حجۃ الاسلام علامہ نانوتوی' فقیہ الملت علامہ رشید احمد گنگوہی اور حافظ ضامن شہیدؒ جیسے وقت کے اولیاء انگریزی فوج سے لڑنے کے منصوبے بنا رہے ہیں' آخرکار معرکہ گرم ہوتا ہے' تدبیر انسانی پر تقدیر خداوندی غالب آجاتی ہے' شاملی کے میدان میں آزادی کے متوالے

ظاہری طور پر شکست سے دوچار ہوتے ہیں' اس کے ساتھ ہی پورا ہندوستان برطانوی غلامی میں جکڑ جاتا ہے' لال قلعہ پر یونین جیک کا پرچم لہرا دیا جاتا ہے' مگر تحریک ختم نہیں ہوتی' کہانی ایک نیا موڑ لیتی ہے' مسلح جدوجہد سیاسی تحریک کی صورت میں بدل جاتی ہے' علامہ نانوتوی کا کردار ان کے مدرسہ کے اولین طالب علم محمود حسن دیوبندی اپناتے ہیں...... جی ہاں وہی محمود حسن' جسے دنیائے تاریخ ''شیخ الہند'' کے نام سے یاد کرتی ہے' چراغ سے چراغ جلتے ہیں' امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی' مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی' محدث کبیر علامہ شبیر احمد عثمانی' شیخ التفسیر علامہ ظفر احمد عثمانی اور مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع دیوبندی' میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آزادی کے یہ مجاہد استخلاص وطن کے یہ سپاہی کون تھے؟ یہ علماء ہی تو تھے جنہوں نے آزادیٔ پاکستان کی تحریک کو کامیابی کا سہرا پہنایا' یہ علماء ہی تو تھے جنہوں نے آزادی کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے دے کر قیامت تک آنے والوں کو یہ پیغام بزبان حال سنا دیا کہ

واقف تو ہیں اس راز سے دار و رسن بھی ہر دور میں تکمیلِ وفا ہم سے ہوئی ہے

سامعین محترم! اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قیام پاکستان ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک محض سات سالہ جدوجہد کا ثمر ہے تو وہ غلطی پر ہے' کیونکہ یہ سات سال تو اس طویل جدوجہد کا کلائمکس (منتہائے انجام) تھے' جو ۱۸۵۸ء میں ہندوستان کے برطانوی غلامی میں چلے جانے کا بعد شمع حریت کے پروانوں نے چلائی' جس میں علماء دیوبند کا حصہ تحریکِ ریشمی رومال' تحریک ترک موالات' تحریکِ خلافت سمیت کئی پرجوش تحریکوں کی صورت میں سب سے بڑا نظر آتا ہے' ۱۹۴۰ء کے بعد جدوجہد آزادی نیا موڑ لیتی ہے' جب بات دو قومی نظریے اور متحدہ قومیت کی آتی ہے تب بھی علماء دیوبند ہر دو صفوں میں پیش پیش نظر آتے ہیں' ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں موجودہ سرحد' بلوچستان اور مشرقی پاکستان کے صوبہ سلہٹ میں تحریک آزادی پاکستان کے علمبرداروں کی کامیابی کا سہرا اگر کسی شخصیت کے نام کیا جائے تو وہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ہوں گے' جنہوں نے اپنے شاگردوں کے ہمراہ ان علاقوں میں ذہن سازی کر کے قیام

پاکستان کا سنگ بنیاد رکھا' پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ چودہ اگست ۱۹۴۷ء کے موقع پر محمد علی جناح مغربی پاکستان میں پہلی پرچم کشائی علامہ شبیر احمد عثمانی سے اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانی سے کرواتے نظر آئے' مگر جس پاکستان کا تصور لے کر علامہ شبیر احمد عثمانی نے انتھک کاوشیں کی تھیں' وہ پاکستان وجود میں نہ آسکا' اس درد کا اظہار انہوں نے محمد علی جناح کے لاشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی عصا سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ پاکستان مسلمانوں کے لیے حاصل کیا جائے اور پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہوگا' لیکن ایسا نہ ہوسکا اور میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ جن اکابر علمائے کرام نے اپنی دور اندیشی سے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی' قیام پاکستان کے بعد ان حضرات نے پاکستان کے بارے میں اپنے جذبات اور دلی احساسات کو کس طرح بیان کیا تو سنیے شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ' جنہیں اس باب میں سب سے زیادہ طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے' ۱۹۴۸ء کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بمبئی میں کسی کے استفسار پر قیام پاکستان کے متعلق یوں گویا ہوتے ہیں کہ پاکستان کی مثال مسجد کی طرح ہے' جب تک مسجد نہ بنے تو اختلاف کیا جاسکتا ہے' لیکن جب وہ بن گئی تو مسجد ہے اور خطابت کے بادشاہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے متعلق یوں گرجتے ہیں کہ ''میری رائے کو خود فراموشی کا نام نہ دو' پاکستان بننے پر بخاری کی رائے ہار گئی ہے (اور اس قصہ کو اب یہیں ختم کردو) پاکستان ہم نے ہزاروں بہن' بیٹیوں کی عصمتیں اور لاکھوں کروڑوں نوجوانوں کا مچلتا ہوا خون پیش کر کے حاصل کیا ہے' اس وطن کی خاک کا ہر ذرہ مجھے ہر عزیز چیز سے عزیز تر ہے' اس کی سالمیت اور تحفظ جز و ایمان ہے' واللہ باللہ! اب پاکستان نے جب بھی پکارا میں اس کی حفاظت کے لیے ہراول دستے کے طور پر پیش پیش رہوں گا' اس کی طرف جو آنکھ اٹھی پھوڑ دی جائے گی جو ہاتھ اٹھے کاٹ دیے جائیں گے' میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا اب بھی تمہارا ہے' پاکستان کی حفاظت کے لیے کروڑوں عطاء اللہ شاہ بخاری قربان کیے جاسکتے ہیں''۔

میرے عزیز دوستو! میں آج اس راز سے بھی نقاب الٹتے ہوئے بتاتا چلوں کہ جس

پاکستان کے لیے علامہ شبیر احمد عثمانی نے کاوشیں کی تھیں وہ موجودہ پاکستان کا تصور ہرگز نہ تھا اور جس پاکستان کی مخالفت سید حسین احمد مدنی نے کی تھی وہ آج کا بحرانوں میں گھرا ہوا پاکستان ہے۔

میرے دوستو! انہی علماء کرام کی بے مثال قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج یہ بڑے بڑے مدارس ومساجد قائم ہیں' انہی علماء کرام کی لازوال کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ الحمدللہ آج ہم اور آپ ایک سائبان کے نیچے بیٹھ کر آسانی وسہولت "قال اللہ وقال الرسول" کی واشگاف صدائیں بلند کرتے ہیں' اسی کو دیکھ کر شاعر کا یہ شعر لبوں پر رقصاں ہو جاتا ہے۔

اس میں قاسم ہوں کہ انور شاہ کہ محمود حسن
سب کے دل تھے درد مند' سب کی فطرت ارجمند
گرمیٔ ہنگام تیری آج حسین احمد سے ہے
جن سے پرچم روایات سلف کا ہے سربلند
وہ لوگ جنہوں نے خون دیکر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں

وما علینا الا البلاغ المبین

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی قلمی خدمات

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم' اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم' بسم الله الرحمن الرحیم' ن والقلم ما یسطرون' صدق الله العلی العظیم.

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام

رفتم از رفتن من عالمے تاریک شد من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

ارباب علم و دانش و اصحاب فکر و نظر اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج کی اس پروقار محفل میں جس عنوان کو لیکر حاضر ہوا ہوں وہ ہے "حضرت بنوریؒ کی قلمی خدمات"۔

گرامی قدر حاضرین! موضوع اس قدر مطولات کا حامل ہے' جس کا احاطہ کرنے کے لیے عقل سلیم کے ساتھ ساتھ نظر عمیق کی بھی اشد ضرورت ہے' اس لیے کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کی قلمی خدمات کسی ایک فن اور کسی ایک موضوع تک محدود نہیں' بلکہ ہر علمی میدان میں آپ کا قلم سبقت کرتا نظر آتا ہے' علم و ادب ہو یا شعر و حکمت' علم حدیث ہو یا علوم تفسیر' علم مناظرہ ہو یا فرق باطلہ پر رد' ہر فن کے آپ شہسوار نظر آتے ہیں۔

و کان الشیخ ادیبا و شاعرا یقول الشعر باللغة العربیة و کان شعره موقع إعجاب عند الناطقین بالضاد' مع اشغاله العلمیة مکافحا للفرق الباطلة' وله جهود مشکورة فی احمار الفتن الدینیة والدفاع عن العقیدة الاسلامیة

زبان ہے ساکت! عقل ہے حیران! آپ کی کون سی قلمی خدمات پر اپنی توتلی زبان کو حرکت دوں' اس لیے کہ۔

طویل عمر ہے درکار اس کے پڑھنے کو

ہماری داستان اوراق مختصر میں نہیں

سامعین محترم! حضرت بنوریؒ کی قلمی خدمات کا عظیم شاہکار علم حدیث میں "معارف السنن" کی وہ مایہ ناز تصنیف ہے' جو ساڑھے تین ہزار صفحات پر مشتمل چھ ضخیم جلدوں میں منقسم ہے' جس نے دنیائے عرب میں تہلکہ مچا دیا' جس نے بلغاء عدنان اور فصحاء قحطان کے وارثین کو

بھی انگشت بدنداں کر دیا' جامعہ ازہر مصر کے فضیلۃ الشیخ عبدالحلیم محمود کہتے ہیں کہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی شرح حدیث پر معارف السنن کی اعلیٰ توجیہات بے مثال طرز استدلال اور ادب و معانی نے سبقت کر لی ہے **وانکشفت الدرجة التی لم تنقشع بتنویر البدر والشھاب** والی عبارت اسی کی غمازی کرتی ہے' حضرت بنوریؒ نے اپنی اس شاہکار تصنیف میں علامہ کشمیری کی قیمتی آراء اور سنہری تحقیقات کو بڑے شرح و بسط کے ساتھ حسین پیرایہ میں پیش کیا ہے' حافظ ابن حجر' علامہ شوکانی' مولانا مبارک پوری اور دیگر حضرات کی طرف سے احناف پر کیے گئے اعتراضات کا نہایت خوش اسلوبی سے ازالہ کیا ہے' فقہی اسنادی تحقیقات کے علاوہ نحوی' لغوی' کلامی اور اصولی مسائل پر نفیس اور عمدہ تحقیقات اور قیمتی فوائد سے اس کو مزین کیا ہے' فضیلۃ الشیخ عبدالحلیم محمود مصری اس کی تعریف میں یوں گویا ہوتے ہیں **انه یتمیز احیانا ببراعة توجیهاته و طراز استدلالاته و اسلوبه الادبی** شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اس کے متعلق یوں رقم طراز ہوتے ہیں **من اراد ان یطلع علی لمحات من المذاق الحدیثی للشیخ محمد انور الکشمیری فلیطلع علی کتاب معارف السنن** شیخ الحدیث ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب اپنے تاثرات یوں قلمبند کرتے ہیں **انه اکمل شرح لجامع الترمذی من جهة استیفاء المباحث حدیثا و فقها و اصلا" و احسن شرح لحل المشکلات و توضیح المغلقات' و اشمل کتب یحتوی علی فوائد من شتی العلوم و نفائس الابحاث روایة و درایة' فقها و حدیثا' عربیة و بلاغة** اگر میں سعدی کی زبانی یہ کہوں تو بے جانہ ہوگا ؎

بہارِ عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد　برنگش ارباب ظاہر بو ارباب معنیٰ را

محترم سامعین! حضرت بنوریؒ جب علم تفسیر اور اصول تفسیر میں قلم ہاتھ میں پکڑتے ہیں تو حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی کے ہم پایہ نظر آتے ہیں' سوانح نگاری اور شخصیات کے بارے میں جب قلم اٹھاتے ہیں تو علامہ کشمیری کی سوانح و افکار اور علمی زندگی پر بے مثال کتاب "**نفحة العنبر فی حیاة الشیخ أنور**" لکھ ڈالتے ہیں جسے پڑھ کر علماء عرب بھی بے اختیار آپ

کے قلم کی روانی اور سلاست پر قرات کتابک و سجدت لبیانک کہہ کر سر دھنتے ہیں' تحقیقات اور تخریج احادیث پر جب آپ کا قلم اٹھتا ہے تو "مقدمة لنصب الراية فی تخريج احاديث الهداية" جیسا حدیثی' فقہی اور اصولی مباحث کا گنج گراں مایہ مقدمہ لکھ ڈالتے ہیں وله مقدمات علمية قيمة من اهمها عوارف المنن مقدمة معارف السنن و مقدمة فيض البارى شرح صحيح البخارى و مقدمة لامع الدرارى شرح صحيح البخارى و مقدمة اكفار الملحدين فى ضروريات الدين و مقدمة عقيدة الاسلام فى حيات عيسىٰ عليه السلام اور مقالہ نگاری میں اپنی مثال آپ تھے' موتمر عالم اسلامی قاہرہ کے موقع پر عظیم الشان مقالہ ترتیب دیا' رابطہ عالم اسلامی مکہ کے لیے اسلام اور عصری تقاضے کے موضوع پر بصیرت افروز مقالہ لکھا وله تقاريظ و مقالات علمية باللغة العربية و الاردية بعضها القاها فى الموتمرات و بعضها نشرت فى مجلة "بينات" فرق باطلہ کی تردید اور ملاحدہ وزنادقہ کی سرکوبی کے لیے آپ کا قلم خوب چلتا تھا' آپ ہی کی سربراہی میں غلام احمد پرویز اور اس کی جماعت منکرین حدیث کے کفر کا متفقہ فتویٰ شائع ہوا يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله' ينفون عنه تحريف الغالين' و انتحال المبطلين' و تاويل الجاهلين کی عملی تصویر بن کر آپ کے شعلہ افشاں قلم نے الحادو زنادقہ کے ایوانوں کو خاکستر کر دیا۔

فتنہ قادیانیت نے جب سر اٹھایا تو حلقہ علماء میں ایک عجیب بے چینی پھیل گئی' حتیٰ کہ امیر شریعت جیل کی سلاخوں کے پیچھے تاریک راتوں میں بے خودی و بے چینی کے عالم میں یہ اشعار پڑھ کر قیدیوں کو بھی رلا دیتے۔

زندگی کی اداس راتوں میں ایک دیا سا ٹمٹماتا ہے
اے ہوا! اسے بھی گل کر دے' گزر چکی رات اب کون آتا ہے؟
اب ذکر نہ چھیڑ مستی کا' اب نام نہ لے پیمانے کا
جب ساقی نہ رہا پھر لطف ہے کیا میخانے کا؟

جب ۱۹۷۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو تمام مکاتب فکر کے علماء نے بالاتفاق حضرت بنوری کو اس کا سربراہ بنایا تو موقف الامۃ الاسلامیۃ فی القادیانیہ لکھوا کے آپ نے شاہ فیصل، کرنل قذافی، صدر سادات اور دیگر عرب زعماء پر مسئلہ ختم نبوت کی اساسی اہمیت کو واضح کر دیا، جسکے نتیجے میں سعودی عرب، لیبیا، ابوظہبی اور عرب ممالک میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔

واقف تو ہیں اس راز سے دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

الغرض آپ کی قلمی خدمات کا اگر نظر عمیق اور بصیرت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو آپ کی عالمی اور عبقری شخصیت اپنی تحریر سے، اپنی کتابت سے، اپنے افکار و نظریات سے امت مسلمہ کو بزبان قلم یہ پیغام سرمدی سنانا چاہتی ہے

تو وضع پہ اپنی قائم رہ، فطرت کی مگر تحقیر نہ کر
دے پائے نظر کو آزادی خود بینی کو زنجیر نہ کر
باطن میں ابھر کر ضبط فغاں لے اپنی نظر سے کار زباں
دل جوش میں لا فریاد نہ کر، تاثیر دکھا تقریر نہ کر
تو خاک میں مل اور آگ میں جل، جب خشت بنے تو کام چلے
ان مردہ دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ہمارے اکابر کے کارنامے اور نظریات

نحمده و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ فی القرآن: قُلْ هَلْ يستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون و قال فی مقام آخر: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء: الآیۃ

حدیث: العلماء ورثۃ الانبیاء[1]

اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوار چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

عزیزان من! موضوع اس قدر مطولات کا حامل ہے جس کا احاطہ کرنے کے لیے عقل سلیم کے ساتھ ساتھ نظر عمیق کی بھی اشد ضرورت ہے اس لیے کہ ہمارے اکابر کی خدمات کسی علاقے خطے شہر اور ملک تک محدود نہیں ہیں بلکہ جہاں کہیں اسلام کی شعائیں اور کرنیں نظر آئیں گی وہاں اکابر کی خدمات و نظریات کا آفتاب و مہتاب آب و تاب کے ساتھ منور و جگمگاتا نظر آئے گا، عقل و خرد حیران ہے کہ میں اپنے اکابر کے علمی کارناموں کو اجاگر کروں یا ان کے صوفیانہ روداد کی جھلک پیش کروں ان کے مبلغانہ وعظ و نصائح کی سیر کراؤں یا ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ کروں جنہوں نے ہر دور میں غم واندوہ کے پہاڑ اور بحر عشق و وفا کو عبور کیا۔

ہندوستان سے افغانستان تک شاملی سے بالاکوٹ تک زندان مالٹا سے کشمیر کی بلند و بالا چوٹیوں تک جنہوں نے ایفائے عہد کی ایک مثال قائم کر کے عالم دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر یہ اعلان کر دیا:

---

1 (مشکوۃ ص ۳۲)

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دارورسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

محترم سامعین! ہمارے اکابر کے کارناموں کو دیکھنا ہے تو قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی کے مناظرات علمیہ کو دیکھ لیں جنہوں نے **یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین.**[1] کا عملی نمونہ پیش کیا اصلاح نفس و ایمان پر فقیہ نفس قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ کے علمی کارناموں کو دیکھ لیں جو **فقیه واحد اشد علی الشیطان.**[2] کے حقیقی مصداق بنے۔ مولانا الیاس اور شیخ الحدیث زکریا کے مبلغانہ کاوشوں کو دیکھو جنہوں نے علماء امت کی سمجھ میں نہیں آیا، قفس و زنداں کی سلاخوں کو چومنے والے شیخ الہند و مدنی کی روداد کو دیکھو جنہوں نے **لا تزال طائفة من امتی قائمة علی امر الله لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر الله و هم علی ذالک** کی عملی تصویر پیش کی امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کی جرأت و عزیمت کو دیکھو جنہوں نے فرنگی فوج کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے ناموس رسالت کی حفاظت کی۔ محدث زماں بخاری دوراں حضرت انورشاہ کشمیری کی حیات کو دیکھو جنہوں نے علوم نبوی اور اسرار خداوندی کو اپنے سینے میں محفوظ کر کے **نضر الله امرأ سمع مقالتی فحفظها و وعاها و اداها**[3] کے حقیقی مستحق بنے قیادت و سیاست کے امام ذہانت اور سیادت کے امام مفتی محمود کو دیکھو جنہوں نے **کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء** کا مفہوم ہمیں سمجھا دیا اخلاص و وفا کے پیکر محدث العصر حضرت بنوری کی خدمات کو دیکھو جنہوں نے **کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب** اور **انما یخشی الله من عباده العلماء** کا مثالی نمونہ بن کر ہمیں اخلاص و وفا کا درس دیا۔ مجموعہ علم و عمل نمونہ بسطۃ فی العلم والجسم حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کی حیات کا مطالعہ کرو جس نے ہر موڑ میں باطل کو منہ توڑ جواب دے کر **اَفْضَلُ الْجِهَادِ کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ** کا پیغام دیا اس مختصری گھڑی میں ان کے

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۶) [2] (مشکوۃ ص ۳۴) [3] (مشکوۃ ص ۳۰)

کارناموں کا ذکر سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے جیسے کہا گیا ہے:

طویل عمر ہے درکار اس کے پڑھنے کو
ہماری داستان اوراق مختصر میں نہیں

حضرات گرامی قدر: اقوام وملل کی بقاء ان کے افکار ونظریات پر قائم ہے کسی قوم کے نظریات میں جب تک پختگی نہ ہو تو وہ جریدہ عالم پر اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکے گی ہمارے اکابر اپنے افکار ونظریات میں جس طرح یگانہ تھے اسی طرح اپنے نظریات میں وہ پختہ تھے۔ **ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن** اکابر کا طرہ امتیاز تھا اور فرنگی فوج کے خلاف صف آراء ہو کر فریضۂ جہاد کو زندہ کرنا ان کا خاص شعار تھا اسی لیے تو نانوتوی وگنگوہی جنگ آزادی لڑتے نظر آتے ہیں تو سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ شاملی اور بالاکوٹ میں لڑتے نظر آتے ہیں امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور مسلمانوں کی جمعیت کو اکابر بقاء امت کا اہم سبب سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ ابوالکلام آزاد اور حضرت مدنی ہندوستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے مخالف تھے ان کا نظریہ آج ہمیں صحیح طور پر سمجھ آ رہا ہے واقعۂ قلندر ہر چہ گوید دید گوید سچ کہا اقبال نے۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
بہار آئی اگر گلشن میں تو کس کام کی آئی نشیمن شاخ پر باقی رہا نہ دل ہی سینوں میں

وما علینا الا البلاغ المبین

تحصیل علم کے لیے استاذ اور معلّم کی ضرورت

الحمدﷲ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین.

تعوذ' تسمیہ: قال لہ موسیٰ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ و ملائکتہ و اھل السموٰت حتی النخلۃ فی جحرھا لیصلون علی معلم الناس خیرا۔[1]

روشن خطہ مسافت علم ہے استاذ سے
تیرا شئی' ستارہ لقب ہے استاذ سے
تحصیل علم کی سب راہوں میں تقریب ہے استاذ سے
علم کے سب گوشوں میں انتظام ہے استاذ سے
اس کو ملی جو راہ کشائی کی منصبی
خود آفتاب علم راہ علم کے شریک مسافرو!

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت حاصل کروں گا وہ موضوع ہے، تحصیل علم کے لیے استاذ اور معلم کی ضرورت۔

سامعین کرام! اس بات میں کلام نہیں کہ علم ہی بے نام منزلوں کا رہبر ہے' علم ہی ذہنوں کو سیراب کرتا ہے' علم ہی سبیل تقریب ہے' علم ہی روشنی فکر کا نقیب ہے' مگر یہ گوہر گرانمایہ حاصل ہو اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس طرح فصل گل پہ بہار بارش کے بغیر نہیں ہو سکتی؛ جس طرح گلستان میں پھولوں کی مہک باغبان کے بغیر نہیں ہو سکتی؛ جس طرح سمندر کے سینے پر موجوں کا رقص چاندی کے بغیر نہیں ہو سکتا' اسی طرح تحصیل علم کا سفر استاذ اور معلم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

---

[1] (جمع الجوامع للسیوطی ۲/۹۶۳۲ رقم الحدیث ۵۰۹)

برادران اسلام! بارگاہ علم میں استاذ و معلم کی اہمیت بیان کرنے کے لیے رب ذوالجلال نے انسان کو اول جو سبق پڑھایا تو اس کی نسبت خود اپنی طرف کی اور فرمایا:

علم ادم الاسمآء کلھا

علم کے سفر میں استاذ کے ناگزیر ہونے کی وجہ سے ہی ہر آسمانی کتاب کے ساتھ اس کی تعلیم وتشریح کے لیے ایک نبی کو معلم بنا کر بھیجا گیا' استاد وشاگردی نسبت ہی کی وجہ سے محدثین نے استاد کے قوت وضعف کو اس قدر اہمیت دی کہ کہا گیا:

لو لا الا ستاذ لقال مَن شاء ماشاء.

اگر استاذ کی اہمیت نہ ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود پیغمبر ہونے کے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں سرگرداں نہ ہوتے۔ اگر تحصیل علم کے لیے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تعارف **انما بعثت معلما** کہہ کر نہ کرواتے' اگر علم استاذ کے بغیر آ جاتا تو اصحاب صفہ یوں دیوانہ وار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر ڈیرے نہ ڈالتے' اگر علم استاذ کے بغیر آ جاتا تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جیسے ذکی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شاگردی اختیار نہ کرتے' اگر علم استاذ کے بغیر آ جاتا تو حضرت امام ابوحنیفہ حضرت حماد کے ساری زندگی احسان مند نہ رہتے' اگر علم استاذ کے بغیر آ جاتا تو احادیث کے اوراق علم کے لیے سفر کی فضیلت سے یوں نہ مہکتے' اگر علم استاذ کے بغیر آ جاتا تو اکابر یوں اپنے اساتذہ کے عشق میں ان کی ٹوپیاں تک دھودھو کر نہ لیتے۔

سامعین کرام! ہر کس و ناکس سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ سنگ ناتراشدہ کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی' جب تک اسے جوہری کی کارکردگی مرتبہ کمال تک نہ پہنچا دے' اسی طرح استاذ کی محبت کے بغیر شاگرد کی کوئی اہمیت نہیں' یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے صفحات اس بات پر شاہد ہیں کہ جیسے جیسے شاگرد اور استاذ کا تعلق گہرا ہو جاتا ہے اور شاگرد استاذ کے اثرات سے فیضیاب ہوتا چلا جاتا ہے' ویسے ویسے وہ اوج ترقی وکمال پر پہنچ جاتا ہے' مولانا روم' مولانا روم نہ بنتے تو شمس تبریز کی عرفان کی ترجمانی سے حافظ ابن قیم کو دنیا نہ جانتی' اگر وہ ابن تیمیہ کے شاگرد نہ

بنتے۔ حافظ سخاوی کا کمال حافظ ابن حجر کی دیدہ وری کا محتاج ہوا۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بلند مراتب میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ادھر گاہی کا دخل ہے۔ بنور کے خانوادہ کے فرزند کو جس چیز نے شیخ بنوری بنایا وہ شیخ کشمیری کی صحبت بااثر تھی۔

سامعین کرام! آج جو گلی گلی میں درس قرآن و حدیث کے نام سے تسبیح کے دانوں کی طرح فتنے پھیل چکے ہیں' اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ سمجھا جارہا ہے کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے اساتذہ اور ماہرین فن کی ضرورت نہیں' حالانکہ جب ایک معمولی دنیاوی کام کے لیے بھی ماہرین کی شاگردی اور ان کا تلمذ ضروری ہے تو پھر قرآن و حدیث تو اس سے اعلیٰ مقام پر ہیں کہ ان کے لیے ماہر علماء سے تلمذ حاصل کیا جائے' دورِ حاضر کے فراعین اور اہل باطل بھی اس بات کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ اگر ان علوم دینیہ کا راستہ روکنا ہے تو ان کے اساتذہ اور علماء پر دست ظلم وستم بڑھایا جائے' لہٰذا کبھی عوام کو خود قرآن و حدیث سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے اور کبھی ہمارے اساتذہ پر شب خون مارا جاتا ہے' مگر شاید وہ یہ بات فراموش کر گئے کہ یہ روشنیوں کا سفر ہے' جو ان ہتھکنڈوں سے رُکنے کی بجائے اور بڑھے گا۔ ان شاء اللہ

وما علینا الا البلاغ المبین

عقیدۂ ختم نبوت اور اس کے تقاضے

الحمدللہ و کفی والصلاۃ والسلام علی سیدالرسل و خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعد نبوتہ ولا کتاب بعد کتاب اللہ ولا دین بعد دینہ ولا شریعۃ بعد شریعتہ ولا امۃ بعد امتہ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین ...... اما بعد! تعوذ، تسمیہ، ما کان محمد ابا احدمن رجالکم الخ قال النبی ﷺ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم الانبیاء لا نبی بعدی[1]

حق بات کا ہر وقت ہم اظہار کریں گے ۔۔۔ منبر نہیں ہو گا تو سر دار کریں گے
جب کہ دہن میں ہے زبان سینے میں دل ہے ۔۔۔ کاذب کی نبوت کا ہم انکار کریں گے
حقیقت بیان کروں گا دوستو! ۔۔۔ چاہے کٹ جائے میری زباں دوستو!
جس زمین پر نبوت کی توہین ہو ۔۔۔ گر پڑے نہ کہیں آسماں دوستو!
جو خلاف شریعت ہمیں حکم دے ۔۔۔ بدل دیں گے وہ حکمراں دوستو!
اپنی منزل کی دھند میں رہے گا یہ کارواں ۔۔۔ بخاری کا یہ کارواں دوستو!

واجب الاحترام اساتذہ کرام میرے ہم مکتب و ہم سفر جیالے ساتھیو! میری آج کی تقریر کا موضوع ''عقیدہ ختم نبوت اور اس کے تقاضے'' کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین محترم! ختم نبوت کو ماننا دین کے اہم ترین ارکان میں سے ایک رکن ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام امت کا اتفاق ہے. جس طرح خدا کی وحدانیت میں کسی کو شریک کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں بھی کسی کو شریک کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لیے کہ قرآن کریم کی ۱۰۰ آیات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۰۰ فرمودات اور بزرگوں کے تقریباً ۱۵۰۰ ارشادات اس بات پر گواہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کرسی پر نہ کوئی آیا ہے نہ کوئی آئے گا جس طرح خدا

---

[1] (ترمذی ۲/۳۵)

اپنی خدائی میں وحدہ لاشریک ہے اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ختم نبوت میں وحدہ لاشریک ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے واضح اعلان فرمادیا:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین. (احزاب)

دوسری جگہ اعلان فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

محترم سامعین! قرآنی دلائل کے بعد آیئے احادیث کے صفحات کو پلٹتے ہیں چنانچہ خاتم الانبیاء نے اپنی نبوت کے سلسلے کو اپنے اوپر ختم کرنے کے لیے چار واضح دلائل بیان فرمائے۔

۱. یا ایھا الناس ان ربکم واحد و اباکم واحد و نبیکم واحد لانبی بعدی

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا اعلان صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۶۳۲ پر ارشاد فرمایا

اَلا اَنّہٗ لیس نبی بعدی.

۳. انہ سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی.[1]

۴. یا ایھا الناس انہ لا نبی بعدی و لا امۃ بعد کم.

اب جو شخص ان دلائل واضحہ کا انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں "اگر کوئی شخص کہے کہ وہ نبی ہے تو اس سے دلیل مانگنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے ان واضح حقائق اور زرین اقوال کے بعد دینی اور دنیاوی اعتبار سے کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن برطانوی دور اقتدار میں کوئی ہمت نہ کرسکا کہ وہ دجال قادیان سے وہ سلوک کرے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے کیا تھا۔

میرے دوستو! اب آیئے ذرا تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھتے ہیں۔

سب سے پہلے جس شخص کے حصے میں یہ بدبختی آئی اسے دنیا مسیلمہ کذاب کے نام سے جانتی ہے۔ یہ شخص ۹ ھ میں بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ آیا تھا اس نے خاتم النبیین سے کہا کہ اگر

---

[1] مشکوۃ ۴۶۵

آپ اپنے بعد مجھ کو اپنا قائم مقام بنانے کا وعدہ کریں تو میں آپ سے بیعت کراوں گا اس پر رسول عربی نے کھجور کی ایک شاخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے کھجور کی یہ شاخ بھی مانگے گا تو میں نہیں دوں گا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب اپنے وفد بنو حنیفہ کے ساتھ اپنے قبیلے میں واپس پہنچا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اس کے ساتھیوں نے یہ خبر اڑا دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو اپنا شریک تسلیم کر لیا ہے چنانچہ ایک جم غفیر اس کے ساتھ ہو گیا پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس کے لشکر کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اسی طرح ہر دور کے اندر کوئی نہ کوئی جھوٹا کذاب نبوت کا دعویٰ کرتا رہا ہے ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت کی توفیق نصیب کی اور وہ توبہ تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد عصر قریب میں ایک ایسا کذاب انگریزوں کی پشت پناہی میں کھڑا ہوا جس نے کافی خلقت کو گمراہ کیا لیکن علماء ربانیین کی قربانیوں نے اور غیرت مند قوم کے بیٹوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اس کے باطل عقائد کو بے نقاب کیا۔

میرے دوستو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہیں اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **انا حظکم من الانبیاء و انتم حظی من الامم** چنانچہ آج کے بعد عزم کرو کہ جب بھی ناموس رسالت کی حفاظت کی ضرورت پڑے گی تو ہم اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے سے گریز نہیں کریں گے اس لیے کہ مسلمانوں کے ایمان کی مثال حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہونی چاہئے کہ سینے پر پتھر رکھا ہوا ہے ابوجہل خنجر لیکر کھڑا ہوا ہے اور سمیہ کے پاؤں دو اونٹوں سے باندھ کر رسہ کھینچ کر کہنے لگا ''سمیہ بتا تیرا عقیدہ کیا ہے'' کہنے لگی ''ابوجہل مجھے محمد کی صداقت پر ناز ہے ابوجہل میں تیری طاقت اور تیری چھری سے نہیں ڈرتی۔'' ''مار'' ابوجہل نے چھرا مارا کہنے لگیں لوگو! گواہ رہنا میں زندہ دو ٹکرے ہو کر چیری جا رہی ہوں لیکن میرے عقیدے میں فرق نہیں آیا میرا خدا بھی ایک ہے میرا مصطفیٰ بھی ایک ہے۔

میرے بھائیو! آخر میں اتنی بات عرض کروں گا کہ آج کے اس دور میں دو لاکھ انسانوں کو مرتد بنادیا گیا اب عصر حاضر میں یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ ہم ان لوگوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اس لیے کہ کل قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے سوال کریں گے کہ لاکھوں انسانوں کو مرتد بنادیا گیا تم لوگ میرے علم کے وارث تھے بتاؤ تم لوگوں نے کیا کیا۔

اس لیے اب وقت ہم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اپنے علم کو اس پختگی سے حاصل کریں، اس ولولے اور عزم سے حاصل کریں کہ دنیا میں جب کبھی جہاں کہیں تقدیس رسالت کیلئے ہماری ضرورت پڑے گی ہم اپنے علم کے ذریعے سے ان کا توڑ کریں گے اور جب ہماری اس جان کی ضرورت پڑے گی تو ہم اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

اس لیے کہ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ

ختم نبوت کی خاطر ہم جان نچھاور کر دیں گے
گر وقت نے ہم سے خون مانگا تو وقت کا دامن بھر دیں گے

اور یہ کہ

پھولوں سے نہ کبھی بات بنی ہے نہ بنے گی
کانٹوں کی زباں خون جگر مانگ رہی ہے

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

گستاخِ رسول اور ہماری ذمہ داریاں

الحمدللہ و کفی اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا. (احزاب)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ من وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ والنَّاس اَجْمَعِیْنَ[1]

نماز اچھی روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ بطحاء کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کہ میرا ایماں کامل ہو نہیں سکتا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام میرے ہم مشن ہم فکر ساتھیو! آج کی اس بابرکت محفل میں جس عنوان کے تحت حاضر خدمت ہوا ہوں وہ موضوع گستاخ رسول کے نام سے معنون ہے اللہ تعالیٰ مجھے حقیقت اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

معزز سامعین! سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت مسلمان کے ایمان کا بنیادی جز ہے اور کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رشتوں سے بڑھ کر محبوب ومقرب نہ جانا جائے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَایُؤمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ من وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ والنَّاس اَجْمَعِیْنَ[2]
یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] (بخاری ۱/۷) [2] (بخاری ۱/۷)

کے ساتھ ماں باپ اولاد اور باقی اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو جائے یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کا شروع دن سے یہی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت، تعلق کے بغیر ایمان کا دعویٰ باطل اور غلط ہے۔

میرے محترم دوستو! قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ، عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، فتاویٰ ائمہ اور اجماع امت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے اس کی معافی کو ہرگز قبول نہ کیا جائے اور وہ لوگ **خسر الدنیا و الاخرة** کے عملی مصداق ہوں گے جیسے کہ قرآن کریم نے واضح طور پر فرمایا

ان اللذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کو ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے آیئے اب واضح طور پر گستاخان رسول کا انجام دیکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اِنَّ یَھُوْدِیَۃً کَانَتْ تَشْتِمُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَ تَقَعُ فِیْہِ فَخَنَقَھَا رَجُلٌ حَتّٰی مَاتَتْ فَاَبطَلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دَمَھَا

کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور اسے ہلاک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیدیا۔

ایک اور جگہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ سَبَّ نَبِیًّا قُتِلَ وَ مَنْ سَبَّ اصحابی جُلِدَ

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نبی کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔ اسی طرح ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْ یَکْفِیْنِی عَدُوِّی** میرے دشمن کی خبر کون لے گا تو حضرت خالد بن ولید نے اسے قتل کر دیا۔

میرے محترم ساتھیو فتح مکہ والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرمایا لیکن اس دن بھی چھ آدمیوں کے بارے میں فرمایا:

اِنْ وَجَدْ تُمُوْهُمْ تَحْتَ استارِ الْكَعْبَة فَاقْتُلُوهُمْ

ان کو کعبے کے پردے کے نیچے پاؤ تب بھی قتل کرو کیونکہ یہ گستاخان رسول تھے ان میں حباء بن اسود، ابن ابی سرح، مقیس بن صبابہ، حویرث اور ابن خطل شامل تھے۔

اسکے علاوہ دور محمد صلی اللہ علیہ سلم میں گستاخانہ رسول کی ایک لمبی فہرست شامل ہے جن کی گردنیں آپ کے اصحاب نے اڑادی تھیں اور بعض پر قدرتی عذاب نازل ہوا اجمالی طور پر ان میں ابولہب، ابوجہل، مسیلمہ کذاب، ابوعزہ، یہودی ابورافع، ام جمیل، عصمہ بنت مروان وغیرہ شامل ہیں۔

آیئے اب ایک نظر فتاوی ائمہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہ گستاخان رسول کی کیا سزا سناتے ہیں۔

امام محمد بن ابراہیم ابن المنذر فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ عَوَامُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ حَدَّ مَنْ سَبَّ النبی صلی الله عليه وسلم اَلْقَتْلُ

امام خطابی فرماتے ہیں:

لَااَعْلَمُ اَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْتَلَفَ فِي وُجُوْبِ قَتْلِهٖ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ شَتَمَ النبی صلی الله عليه وسلم او تَنَقَّصَهٗ مُسْلِمًا كَانَ اَوْ كَافِرًا فَعَلَيْهِ اَلْقَتْلُ وَاَرٰى اَنْ يُقْتَلَ وَلَا يستتاب.

امام مالک فرماتے ہیں:

مَابَقَاء الْاُمَّةِ بَعْدَ شَتْمِ نَبِيِّهَا

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ مَنْ سَبَّ النبی صلی الله عليه وسلم مِنْ مُسْلِمٍ اَوْ كَافِرٍ فَاِنَّهٗ يَجِبُ قَتْلُهٗ هٰذَا مَذْهَبُ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ.

ایک اور جگہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ لَہٗ اَنْ یَّعْفُوَ عَمَّنْ شَتَمَہٗ وَ سَبَّہٗ فِی حَیَاتِہٖ وَ لَیْسَ لِلْاُمَّۃِ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْ ذٰلِکَ.

ان تمام اقوال سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ گستاخان رسول کو اس دنیا میں جینے کا کوئی حق نہیں۔

لہٰذا امت مسلمہ کا فرض بنتا ہے کہ وہ غازی علم دین سے لے کر غازی عامر چیمہ تک عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچائے اللہ تعالیٰ ہمیں سچی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔ (آمین)

شاہ جن و بشر پہ شر گوارا کر نہیں سکتا
کہ حملہ ذات عالی پر گوارا کر نہیں سکتا
رہے گو زیر خنجر سر میرا تسلیم ہے لیکن
عقیدت پہ چلے نشتر گوارا کر نہیں سکتا
امام انبیاء کی شان اقدس میں یہ بیباکی
صحافت اس قدر کوس سر گوارا کر نہیں سکتا

ختم نبوت اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و قال تعالیٰ: الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا، صدق اللہ العظیم۔

میرے نہایت واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میری گفتگو "سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ختم نبوت" کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین کرام! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایمان کا جزء ہے، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے۔

علامہ ابن کثیر حالات و دلائل اور براہین کے زور پر فرما رہے ہیں کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا سلسلہ بند ہے، آپ کے بعد ہر مدعی نبوت خارج از اسلام ہے، اس عقیدے کے بغیر نہ ایمان بچتا ہے اور نہ ہی اسلام قابل قبول ہے۔

علامہ سید آلوسی رحمہ اللہ نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ خاتم النبیین سے مراد انبیاء کا اختتام ہے، اس میں کسی قسم کی تخصیص یا استثناء نہیں، کہیں خود میرے نبی تعریف ارشاد فرماتے ہیں تفسیر روح المعانی ص ۶۵ جلد ۷ میں درج ہے انا خاتم النبیین۔[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ان مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا، جن پر احادیث نے صاف صاف تقریر کی اور جس پر امت کا اجماع ہے، اس لیے اس کے برخلاف دعویٰ کرنے والے کو کافر سمجھا جائے گا اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے گا۔

محترم سامعین! اب آیئے! ذرا موضوع کے دوسرے جزء کی طرف آتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملت اسلامیہ کا وہ منفرد انسان ہے، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کئی

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۱۱)

صفات اور خصوصیات کا حامل بنایا تھا۔

حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ کہا تھا کہ اے ابوبکر **انت قائم مقام الانبیاء** استقامت کا یہ عالم تھا کہ جس وقت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اتنا کہہ دیا تھا' حضرت! حالات کو سامنے رکھا جائے اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: **یا عمر انت غیارٌ فی الجاھلیة و خوّارٌ فی الاسلام** پھر یہ جملہ فرمایا کہ میں مدینے میں خون کی ندیاں بہنا برداشت کرسکتا ہوں' میں اس بات کو برداشت کرسکتا ہوں کہ پرندے اڑتے ہوئے آئیں ہمارے گوشت نوچ جائیں' میں اس کو تو برداشت کرسکتا ہوں کہ عورتیں بیوہ ہوجائیں' میں اس بات کو برداشت کرسکتا ہوں کہ بچے یتیم ہوجائیں' لیکن **اینقص الدین و انا حی**[1] ابوبکر اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ صدیق بھی زندہ رہے اور نبی کے دین میں کسی قسم کی کمی واقع ہوجائے' جو استقامت خدا نبوت کو عطا کرتے ہیں وہی استقامت صداقت کو عطا کرتے ہیں۔

سامعین گرامی! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مسند آرائے خلافت ہوتے ہی اپنے سامنے صعوبات' مشکلات اور خطرات کا ایک پہاڑ نظر آنے لگا۔ ایک طرف جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوئے تھے' دوسری طرف مرتدین اسلام کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کیے ہوئے تھی' منکرین زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کررکھی تھی' ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید کی مہم بھی درپیش تھی۔ یہ تمام مسائل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت ذمہ داری اور خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرمائے۔

محترم سامعین! جھوٹے مدعیان نبوت سرکاری کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پیدا ہوچکے تھے' چنانچہ مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تھا کہ میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں' نصف دنیا آپ کی اور نصف دنیا میری' سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب کچھ یوں دیا تھا:

من محمد رسول اللہ الی مسیلمة کذاب اما بعد! فان الارض للہ یورثھا

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۵۵۶)

من یشاء من عبادہ و العاقبۃ للمتقین

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو' امابعد! دنیا خدا کی ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنائے گا اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور بھی بہت سے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے اور روز بروز ان کی قوت بڑھتی چلی گئی' چنانچہ طلیحہ بن خویلد نے اپنے اطراف میں علم نبوت بلند کیا تھا' بنو غطفان اس کی مدد پر تھے اور عینیہ بن حسن فزاری ان کا سردار تھا' اسی طرح اسود عنسی نے یمن میں اور مسیلمہ بن حبیب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا' مرد تو مرد یہ مرض ایسا عام ہو گیا تھا کہ عورتوں کے سر میں بھی نبوت کا سودا سما گیا تھا' چنانچہ سجاح بنت حارثہ نے بھی نہایت زور و شور کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اطمع بن قیس اس کا داعی خاص تھا' سجاح نے آخر میں اپنی قوت مضبوط کرنے کے لیے مسیلمہ سے شادی کر لی تھی اور یہ مرض وباء کی طرح عرب میں پھیل گیا تھا۔

اس کے انسداد کی سخت ضرورت تھی' اس بناء پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی اور صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اس مہم کے لیے کون شخص زیادہ موزوں ہو گا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا گیا' لیکن وہ اس وقت تمام تعلقات دنیوی سے کنارہ کش تھے' اس لیے قرعہ انتخاب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام نکلا' چنانچہ وہ ۱۱ھ میں حضرت ثابت بن قیس انصاری کے ساتھ مہاجرین و انصار کی ایک جمعیت لے کر مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کر کے اس کے متبعین کو قتل کیا اور عینیہ بن حسن کو گرفتار کر کے تیس قیدیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا' عینیہ نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا' لیکن طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور وہاں سے معذرت خواہی کے دو شعر لکھ کر بھیجے اور تجدید اسلام کر کے حلقہ مومنین میں داخل ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کے لیے شرجیل بن حسنہ روانہ کیا گیا' لیکن قبل اس کے کہ وہ حملہ کی ابتداء کرتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی اعانت کے لیے روانہ کیا گیا'

چنانچہ انہوں نے مجاعہ کو شکست دی' اس کے بعد خود مسیلمہ مقابل ہوا' مسیلمہ نے اپنے متبعین کو لے کر شدید جنگ کی اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس میں شہید ہوئی' جن میں بہت سے حفاظ صحابہ بھی تھے' لیکن آخر میں فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

• مسیلمہ کی بیوی سجاح' جو خود مدعی نبوت تھی' بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ دنوں کے بعد مر گئی۔ اسود عنسی نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کی قوت بڑھ گئی تھی' اس کو قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے نشہ کی حالت میں واصل جہنم کیا۔

عزیزان محترم! یوں حضرت صدیق اکبر نے جرات واستقامت کے ساتھ ختم نبوت کے باغیوں کا صفایا کر دیا۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا' اخلاص کا' ایقان کا' ایمان کا
تجھ سے پھیلا نورِ اسلام عرب میں اور شام میں
مٹ گیا نام ارتداد و کفر کا' طغیان کا

وما علینا الا البلاغ المبین

تحریک ختم نبوت اور محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم.

سامعین گرامی! نبی آخر الزماں فخر دو جہاں محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور نبوت سے منور بصیرت سے جہاں اور فتنوں کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی تھی، وہاں جھوٹے مدعیان نبوت کے خروج کی بھی اطلاع دی تھی، عہد رسالت کے آخر میں سب سے پہلے اس پیشگی اطلاع کی تفسیر بن کر مسیلمہ کذاب نمودار ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آہنی عزم سے یمامہ کے حدیقۃ الموت میں اس دجال کو اس کے دجل وادعا سمیت دفن کر دیا، اس کارنامے کے ساتھ ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے جانثار سپاہی سب سے پہلے **یاایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المومنین اعزة علی الکفرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم** کے مصداق بن گئے **ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء** اس کے بعد تاریخ اسلام میں جب بھی ادعاء نبوت کا ناپاک فتنہ اٹھا، مسلمانوں نے آیت میں دی گئی سعادت کی یہ بشارت حاصل کرنے کے لیے اس کی سرکوبی کی؛ برصغیر میں یہ دجالی فتنہ قادیانیت کی صورت میں ظاہر ہوا تو حقانیت کے علمبرداروں نے صدیقی نصب العین **اینقص الدین وانا حی** کو اپنا کر اس کی سرکوبی کا آغاز کر دیا، اس سلسلے میں حضرت بنوری کے شیخ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا کردار سب سے نمایاں ہے قادیانیت کے خلاف شیخ کے دل میں جو غیظ و غضب جو درد و سوز اور جو بے چینی و بے قراری مچل رہی تھی، اس کیفیت کا حضرت بنوری کی رگوں میں سرایت کر جانا ایک فطری بات تھی؛ چنانچہ یہ سب کچھ ان کے مزاج کا بھی حصہ بن کر نمودار ہوا "**نفحة العنبر**" میں اپنے اندر کے اس سوز کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: **قد بدت فی هذه الایام فتنة کبری تدع الارض بلاقع الا وهی الفتنة الکارثة التی تسمی بالفتنة القادیانیة والفتنة المرزائیة**

سامعین گرامی! حضرت بنوری اپنے شیخ اکبر حضرت انور سے بلند فکر و نظر کا گرانقدر

خزانہ لے کر اپنے وطن پشاور لوٹے تو سب سے پہلے آپ کا پالا وہاں قادیانیوں سے پڑا' اس معرکہ میں بھی اللہ تعالٰی نے آپ کو سرفراز فرمایا' ۱۹۳۷ء میں آپ ایک علمی دورے پر مصر تشریف لے گئے تو وہاں اپنی گوناگوں علمی و عملی مصروفیات کے باجود ردقادیانیت کے مشن کو فراموش نہ کیا' وہاں کے علماء و مشائخ کو قادیانیت کے خلاف تیار کیا' ان سے ردقادیانیت پر رسالے اور مقالے لکھوائے' ۱۹۵۱ء میں آپ ہندوستان سے پاکستان تشریف لائے اور دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں تدریسی خدمات میں مشغول ہو گئے' دوسال بعد ۱۹۵۳ء میں پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کی برطرفی کی تحریک چلی تو فوراً میدانِ عمل میں کود پڑے اور بھرپور کردار ادا کیا ۱۹۵۴ء میں آپ مستقل طور پر کراچی میں اقامت گزین ہوئے' یہاں رہتے ہوئے آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے خاموشی سے کام شروع کیا' کراچی میں رہ کر ایک طرف اس مقصد کے لیے علماء و وکلاء اور تاجر برادری کو منظم کرنا شروع کر دیا تو دوسری طرف یہاں رہتے ہوئے عالم اسلام کے اکابر علماء سے اس سلسلے میں رابطے شروع کیے' چنانچہ آپ نے اپنی انہی کوششوں سے اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں رابطۂ عالم اسلامی کی کانفرنس میں دنیا بھر کی ۱۴۴ اسلامی تنظیموں کے نمائندوں کو اتفاق سے قادیانیت کے خلاف ایک قرارداد منظور کروائی۔ کانفرنس نے قرار دلایا کہ **القادیانة رسلة الاستعمار البریطانی ولا تظهر الا فی ظل حمایته تخون القادیانیة قضایا الهامة الاسلامیة و تقف موالیة الاستعمار والصیهونیة** تو تیسری طرف آپ نے عالم اسلام کے ارباب اقتدار سے رابطہ مہم کا آغاز کیا اور انہیں فتنہ قادیانیت کے تباہ کن اثرات سے آگاہ کیا' چنانچہ شاہ فیصل شہیدؒ کو اپنے ایک مراسلے میں قادیانیت کے ایمان کش اثرات سے آگاہ کرنے کے بعد قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی کے لیے وزیر اعظم بھٹو پر دباؤ بڑھانے کی درخواست کرتے ہوئے لکھا:

الرجاء ان تنصرو الان باکستان روحیاء بانقازها ان مخالب القادیانیین و بان تنبه الرئیس بوتو بتلک العواقب الوخیمة المظلمة کئی لا یکون خطر اعلی الاسلام مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو آپ کے کندھوں پر مجلس

تحفظ ختم نبوت کا بار امارت ڈالا گیا' جماعت کی زمام قیادت سنبھالے ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن کا شہرہ آفاق سانحہ رونما ہوا' جس کے نتیجے میں قصر مرزائیت پر آخری اور فیصلہ کن وار کرنے کی راہ ہموار ہوئی' قادیانیت کے خلاف تحریک چل پڑی' حضرت بنوری اس قافلے کے سالار تھے، ۹ جون ۱۹۷۴ء کو ملک بھر کی سیاسی و مذہبی جماعتوں کا اجتماع ہوا' اس اجتماع کے بعد مجلس عمل کے مبارک نام سے ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا گیا' حضرت بنوری اس کے صدر چنے گئے' جبکہ مجلس عمل کے پارلیمانی ونگ کے قائد' مفکر اسلام مفتی محمود رحمہ اللہ بنائے گئے' آخر کار بڑی جدوجہد کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو ۴ بجکر ۳۵ منٹ پر نیشنل اسمبلی آف پاکستان سے قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا' اس عظیم فتح کے بعد بھی قادیانیت کے خلاف آپ کی جدوجہد برابر جاری رہی۔ آخر کار ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ کو قادیانیت کے اس عظیم فاتح کو عظیم ملی خدمات کا صلہ دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔

ادا کر کے قرض اپنی خدمات کا' سحر دم وہ جاگا ہوا رات کا
ابد کے نگر کو روانہ ہوا' مکمل سفر کا فسانہ ہوا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عقیدہ حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام

نہایت ہی واجب الاحترام قابل صد تکریم اساتذہ کرام مہمانانِ گرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کے اس عظیم الشان تقریری مقابلہ میں بندہ جس موضوع اور عنوان پر اپنے افکار بے بہا کو لبوں پر لانے کی جرات کررہا ہے وہ عقیدہ حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام ہے رب کریم سے التجاء ہے کہ سدا حق لبوں پر لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ گرامی! دنیائے عیسائیت اور کلیسا کے ارباب بست وکشاد کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اپنے وقت کی عدالت سے سزا پاکر سولی دیئے گئے بعد میں اس عقیدے کے پیشِ نظر وہ لباس میں ٹائی کا استعمال کرتے ہیں لیکن حقائق کچھ اور کہتے ہیں آیئے آج میں آپ کے سامنے نزولِ قرآن کے وقت سے لے کر آج ۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ تک امت مسلمہ کے اکابر علماء اور فقہاء کے عقائد نظریات کی روشنی میں حقیقت کو مبرہن کردوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمانوں پر اٹھالیا ہے اور وہ زندہ ہیں قرب قیامت میں زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور عیسائیت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکا دیا گیا یہ باطل اور غلط عقیدہ ہے۔

سامعین مکرم! تمام کتابوں میں سچی کتاب کتاب اللہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کو یوں بیان فرمایا ہے۔

یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ

دوسری جگہ ارشاد ہے

وما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم

قرآن مجید کے بعد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں اتریں گے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔

اِنَّھَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْا قَبْلَھَا عَشَرَ اٰیَاتٍ منھا نُزُوْلُ عیسیٰ ابن مریم

دوسری جگہ ارشاد ہے:

عِصَابَتَانِ مِن اُمَّتِیْ اَحْرَزَهُمُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الهند و عِصَابَةٌ تَكُوْنُ مَعَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَم

دوسری صدی کے سراج الائمہ امام الفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور تمام قیامت کی نشانیاں برحق ہیں:

وَنُزُوْلُ عِيْسٰى وَسَائِرُ عَلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ حَقٌّ كَائِن

تیسری صدی کے شمس وقمر امام بخاریؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد شریعت محمدیہ منسوخ نہیں ہوگی۔

واذَا نَزَل الْمَسِيْحُ لَمْ يَنْسَخْ شيئًا مِمَّا اتى بِهٖ محمدٌ

چوتھی صدی کے درخشندہ ستارے امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے

اِنَّ نُزُوْلَهٗ اِنَّمَا يَكُوْنُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ وَ شَرِيْعَتُهُ الْاِسْلَامِيَّةُ بَاقِيَةٌ

پانچویں صدی کے امام ابن حزمؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ:

اِنَّ عيسىٰ اِبْنِ مَرْيَمَ سَيَنْزِلُ

چھٹی صدی کے عظیم بزرگ شخصیت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نظریہ، یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عاشورہ کے دن آسمان کی طرف اٹھایا گیا ہے

وَرُفِعَ عِيْسٰى فِي يَوْمِ عَاشُوْرَاء

ساتویں صدی کے امام المفسرین امام قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں اپنے عقیدے کو یوں درج کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے

والصَّحِيْحُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى رَفَعَهٗ اِلَى السَّمَآءِ مِنْ غَيْرِ وَفَاةٍ وَلَا نَوْمٍ

آٹھویں صدی کے جبال علم وفضل امام ابوحیان نے حیات عیسیٰ پر امت کا اجماع نقل کیا ہے؟

وَاجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ عِیسٰی حَیٌّ یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ

نویں صدی کے امام المحدثین ابن حجر عسقلانیؒ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ کے مطابق حکومت کریں گے۔

وَالْمَعْنٰی اَنَّهٗ یَنْزِلُ حَاکِمًا بِهٰذِهِ الشَّرِیْعَةِ

اور وجہ بتاتے ہیں

فَاِنَّ هٰذِهِ الشَّرِیْعَةَ بَاقِیَةٌ لَا تُنْسَخُ

بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

سامعین محترم! دسویں صدی کے شیخ الاسلام کمال الدین عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو قیامت کی نشانی بتاتے ہیں:

وَاَشْرَاطُ السَّاعَةِ مِنْ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ وَنُزُوْلِ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمَ مِنَ السَّمَاءِ حَقٌّ

گیارہویں صدی کے قائد علامہ خلخالی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہو کر شریعت محمدیہ کی اتباع کرنا عقیدۂ ختم نبوت کو مؤکد کرتا ہے

وَاَمَّا نُزُوْلُ عِیسٰی وَھُتَ اِیْفِحَتُہٗ بِشَرِیْعَتِہٖ فَھُوَ بِمَا یُؤَکِّدُ کَوْنَهٗ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

دلیل بتاتے ہیں

لِاَنَّهٗ اِذْ نَزَلَ کَانَ عَلٰی دِیْنِهٖ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ اَنَّهٗ کَانَ اٰخِرَ کُلِّ نَبِیٍّ وَلَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

بارہویں صدی کے امام حدیث شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اس لیے کہ وہ شر کی کنجی ہوگا۔

وَقَدْ وُعِدْنَا اَنْ یَخْرُجَ فِی آخِرِ الزَّمَانِ رَجُلٌ یَکُوْنُ مِفْتَاحًا لِلشَّرِ وَ ھُوَ الدَّجَّالُ الْاَکْبَرُ فَیُمْحَقُهٗ عِیسٰی

تیرہویں صدی کے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نزولِ عیسیٰ کو قیامت کی تیسری بڑی نشانی بتاتے ہیں

اَلْعَلَامَةُ الثَّالِثَةُ اَنَّهٗ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اَلسَّیِّدُ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ

پھر تین ادلہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں

فَنزُولُهُ ثابتٌ بالكتابِ والسُّنةِ وَ اِجماعِ الامةِ

چودھویں صدی کے غزالی زمان علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ سولی پر لٹکایا گیا ہے

وَالحكمُ انَّ عِيسىٰ لَمْ يُقتلْ وَ لَمْ يُصْلَبْ

اس صدی کے دوسرے اکابر مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا ادریس کاندھلویؒ نے کتابوں کی کتابیں لکھ کر اپنے نظریے وعقیدے کو پیش کیا یہاں تک کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کے بانی محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے مقدمۃ عقیدۃ الاسلام لکھ کر یہ بات ثابت کردی ہے کہ حیاتِ عیسیٰ ونزول عیسیٰ برحق ہے اور یہ کہ وہ دجال کو قتل کریں گے یہ بھی حق ہے۔

عزیزانِ ملت! یہ تو چودہ صدیوں کے علماءِ ملت کے عقیدے کا بیان تھا قانون کے اعتبار سے آپ بھی اکابر ہو بتاؤ آپ کا کیا عقیدہ ہے یہی عقیدہ ہے اور یقیناً یہی عقیدہ ہے تو سن لیجئے میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے تحفہ قادیانیت اور المہدی والمسیح میں بیان کیا ہے اور یہی پوری امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے حضرت عیسیٰ حیات ہیں آسمان کی طرف اٹھالیے گئے ہیں قربِ قیامت میں زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے شر وفساد کا خاتمہ کر کے کامیاب حکومت کریں گے یہی ہمارا نظریہ وعقیدہ ہے ہمیں اس عقیدے ونظریہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا اس لیے کہ ہم کتاب اللہ کے ماننے والے سنتِ رسول کے پیروکار صحابہؓ کرام کے فداکار ہیں جب وہ اپنے عقیدے ونظریہ سے نہیں ہٹے تو ان شاء اللہ ہم بھی اپنے عقیدہ سے نہیں پھریں گے آخر میں یہ الفاظ پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دینی مدارس کی اہمیت

الحمدللہ و کفی والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی:

تعوذ‘ تسمیہ: ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم انک انت العزیز الحکیم[1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا یزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسا یستعملھم فی طاعتہ[2]

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام! اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس پروقار محفل میں جو عنوان لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں‘ وہ ”دینی مدارس“ کی اہمیت کے نام سے معنون ہے۔

برادران اسلام! اسلامی معاشرت میں دینی مدارس کی کیا ضرورت ہے؟ کوئی بھی ہوش مند مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہے‘ ان مدارس دینیہ کے ذریعے نہ صرف اسلامی معاشرت‘ اسلامی اخلاق و خصائل زندہ ہوتے ہیں‘ بلکہ اسلامی علوم وفنون کی ترویج جیسا مبارک عمل بھی اسلامی معاشرت میں جاری رہتا ہے‘ پھر یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے بغیر کسی اسلامی معاشرہ کی بقاء اور اس کے قیام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا‘ اسلامی تعلیمات پر ہی کسی اسلامی معاشرہ کی بنیاد اور داغ بیل ڈالی جاسکتی ہے‘ قرآن و حدیث اسلامی تعلیمات کا منبع ہے اور دینی مدارس کا مقصد اس کے سوا کیا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے ماہرین قرآن اور حدیث پر گہری نظر رکھنے والے علماء اور علوم شریعت اسلامیہ میں دسترس رکھنے والے رجال کار پیدا کیے جائیں‘ جو آگے چل کر مسلمان معاشرہ کا اسلام سے ناطہ جوڑیں‘ مسلمانوں میں اسلام کی بنیاد اور ضروری تعلیم عام کرنے اور اسلامی تہذیب وتمدن کی ابدی صداقت وحقانیت کو اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیں اور بلاشبہ یہ مدارس اس بلند مقصد کے حصول میں ایک بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں‘ حقیقت یہ ہے کہ آج پوری دنیا میں خصوصاً

---

[1] (سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹)　[2] (سنن ابن ماجہ ص ۳)

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی جو روشنیاں نمایاں نظر آتی ہیں در حقیقت وہ انہی مدارس کا فیض اور انہی کی مرہون منت ہیں' چنانچہ خستہ حالی میں قائم چھوٹے سے چھوٹے مدرسہ سے لیکر عظیم الشان تعمیر کی ہوئی بڑی درسگاہوں تک تعلیم قرآن و حدیث کا نظر نواز منظر' بچوں کے قرآن پڑھنے اور طلبہ کے حدیث و فقہ سیکھنے کی صورت میں یکساں نظر آئیگا۔

سامعین کرام! قرآن و حدیث دین اسلام کی عمارت و بنیاد ہیں۔ان کی تعلیم و تشریح اور حفاظت کے لیے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی جس کو "مدرسہ صفہ" کہا جاتا ہے اور طلبہ کرام کو "اصحاب صفہ" کہا جاتا ہے' اس کے بعد مدارس دینیہ کا سلسلہ امت میں وراثت کے طور پر متواتر چلا آرہا ہے' مدارس دینیہ کا یہ سلسلہ برصغیر میں بھی اسلام کے آنے کے بعد سے جاری ہے' برطانوی استعمار کے تسلط کے بعد انہیں یہ فکر لاحق ہوئی کہ کس طرح ان کا تسلط برقرار رہے' اس کے لیے انہوں نے دینی مدارس کا سلسلہ ختم کرنا چاہا لیکن برصغیر کے علماء نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس سلسلے کو جاری رکھا' جس کی بناء پر الحمدللہ انگریز کے طویل دور میں بھی مسلمانوں کا ایمان' دین' تہذیب اور ثقافت محفوظ رہی اور انہی مدارس نے مسلمانوں میں جذبۂ حدیث اور جذبۂ جہاد زندہ و بیدار رکھا جس کی بناء پر ہر قوم نے انگریزی استعمار کے خلاف قربانیاں دیں اور برصغیر کو آزادی نصیب ہوئی۔

میرے ہمنشیں دوستو! موجودہ حالات میں بھی لادین قومیں ان دینی مدارس کو اپنی راہ اور لادینیت کے فروغ کے لیے رکاوٹ سمجھ رہی ہیں' جس کی وجہ سے ان مدارس کے خلاف مذموم پروپیگنڈوں میں مصروف عمل ہیں' لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ان تمام پروپیگنڈوں کے باوجود بھی ان مدارس نے ہر دور میں امت مسلمہ کے ایمان و اسلام کی حفاظت کی ہے۔ بڑے بڑے مفسر' محقق' مبلغ' فقیہ' ادیب' سیاستدان اور متقی پیدا کیے جنہوں نے ہر محاذ پر کفر کو شکست دی' انہی مدارس کے طلبہ و فضلاء نے ان فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا' انگریزوں کو بھاگنے پر مجبور کرنے والے لوگ بھی انہی مدارس کے فضلاء تھے' ظلم و جبر کو دفع کیا' اخوت اور بھائی چارگی کو عام کیا' سنت نبوی کا پرچار کیا' اسلام کا پرچم بلند کیا اور **قل جاء الحق و زھق الباطل ان**[1]

---

[1] (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

الباطل کان زھوقا. کا سماں عیاں کیا' جس کی چمک دمک آج مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک نظر آ رہی ہے اور انہی مدارس نے ہزاروں متقی' مؤرخ' مدبر' مفکر اور مقرر پیدا کیے' جن کا تذکرہ کرنے سے ایمان کو تازگی' اذہان کو پاکیزگی' روحوں کو سرشاری' عمل کو بیداری' فکر کو وسعت' عقیدے کو پختگی اور عمل کو شائستگی کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

سامعین کرام! شیخ الاسلام علامہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی نے لکھا ہے کہ کون نہیں جانتا کہ بغداد صدیوں تک علوم وفنون کا محور ومرکز تھا' لیکن آج اسلام دشمن عناصر نے اپنی سازشوں سے وہاں کے تمام دینی مدارس کو اسکولوں اور کالجوں میں تبدیل کر دیا ہے' جہاں اب مخلوط تعلیم رائج ہے' مرد اور عورت ایک ساتھ زیر تعلیم ہیں' ان کے اساتذہ کو دیکھ کر یہ پتا چلانا مشکل ہوتا ہے بقول شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے کہ ''عالم تو گجا یہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔''

سامعینِ کرام! میں یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن وحدیث اور اسلامی علوم وفنون سے مسلم معاشرہ کے ربط وتعلق کو قائم رکھنے کا واحد ذریعہ یہی مدارس ہیں! مساجد کے لیے ائمہ کرام اور مدرسین کا فریضہ بھی یہی مدارس سرانجام دے رہے ہیں' اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زندگی کے مختلف شعبوں میں عوام کو درپیش مسائل کے فقہی حل کے لیے دارالافتاء کے قیام اور اس کے لیے ماہر علماء اور صاحب بصیرت مفتیان کرام کو مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی انہی مدارس نے سنبھالی ہے' تصنیف وتالیف کا میدان ہو یا دعوت وتبلیغ اور جہاد کا یا وعظ وخطابت کا' انہی مدارس کے دامن سے پھوٹ رہا ہے' الغرض دینی مدارس کے بغیر امن وامان کا قیام اور اسلامی تشخص کی بقا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

رشتہ دیوار و در تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
مت گرا اس کو یہ گھر تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
کیوں ہم لڑیں آپس میں ایک سنگِ میل پر
اس میں نقصانِ سفر تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
کل کھا گئی جس کو سیاست کی صلیب
اس میں ایک نورِ نظر تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
وہ اور ہی ہوں گے کم ہمت جو ظلم و تشدد سہہ نہ سکے
شمشیرِ دست کے دہانوں میں، روئیداد حقیقت کہہ نہ سکے
یہ چشمِ فلک نے دیکھا ہے طاقت میں جو ہم سے بڑھ کر تھے
دیوبند کا طوفاں جب بھی اٹھا، وہ مدِمقابل رہ نہ سکے

وما علینا الا البلاغ المبین

خدمات دار العلوم دیوبند

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم' اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد: والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا وانّ اللہ لمع المحسنین. (العنکبوت ۶۹)

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

رشد و ہدایت کے سرچشمہ علم و حلم کے بحرِ بے کراں دار العلوم دیوبند نے جس قدر خدمات سرانجام دیں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان تمام کو بیان کرنے کے لیے تو بڑے بڑے دفاتر بھی ناکافی ہیں بہرحال میں آپ کے سامنے دار العلوم دیوبند کی خدمات کی صرف ایک جھلک' تحریکِ آزادی میں دار العلوم کی خدمات پیش کر کے اجازت چاہوں گا۔

سامعین کرام! تحریکِ آزادی میں دار العلوم دیوبند نے جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں ان کو بیان کرنے کے لیے ہندوستان کے در و دیوار چوک و چوراہے مساجد و مدارس اور گلی کوچے گویائی کے طالب ہیں کہ ہمیں گویائی عطا ہو، تاکہ دیوبند کے اس کردار کو بزبانِ قال بیان کریں جو آزادی کی خاطر سرانجام دیا گیا۔

سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کی پوری تاریخِ آزادی اس تاریخ کے ہر ہر ورق کی ہر ہر سطر، سطر کا ہر ہر لفظ چیخ چیخ کر، پکار پکار کر، اعلان کر رہا ہے کہ کوئی ہے قوتِ سماعت والا تو آ کے سنے' ہے کوئی قوت بصارت والا تو آ کے دیکھے، ہے کوئی فہم و فراست والا تو آ کے سنے، سمجھے، کہ جب تجارت کا بہانہ کر کے ۱۶۰۰ء میں مکار فرنگی ہندوستان میں داخل ہوا اور بڑھتے بڑھتے ۱۷۵۴ء میں بنگال پر قابض ہو گیا پھر ۱۷۹۹ء میں میسور پر قابض ہو گیا حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کو دار العلوم دیوبند نے اس کا تعاقب کیا اس کے بعد بروز جمعرات ۱۲۸۳ء کو دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی اس دار العلوم نے جہاں تفسیر و حدیث کے رجال کار پیدا کیے' جیسے فقہ و ادب کے بحرِ بے کراں جنم دیئے جیسے منطق و فلسفہ کے حقیقی شاہسوار متعارف کرائے جیسے حکمت و طب' کے حاذقین دکھلائے بالکل وہاں میدان کارزار میں بے خطر کود جانے والے کفر کے سامنے سینہ سپر ہو جانے والے ڈنڈے

لاٹھی اور پتھر لے کر گولوں توپوں اور ٹینکوں سے ٹکرا کر انہیں پاش پاش کر کے کافروں کو واصل جہنم کرنے والے بھی پیدا کیے۔

سامعین کرام! اس دارالعلوم نے آزادی کی تحریک کو چار چاند لگانے کے لیے ایسی ایسی شخصیات پیدا کیں، جس نے دشمن کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس مکتب کی پیداوار شیخ الہند نے انگریز سے نفرت کا ایسا بیج بویا کہ خود انگریز افسر بھی کہنے لگے کہ اس شخص کے جسم کو اگر ٹکڑے ٹکڑے کر کے بوٹی بوٹی کر کے رکھ دیا جائے تب بھی اس کے جسم کا ایک ایک لوتھڑا اس کی ہر ہر بوٹی خون کا ہر ہر قطرہ بھی انگریز کے خلاف بغاوت ٹپکائے گا اس دارالعلوم نے **کتب علیکم القتال** پر عمل کرنے والے پیدا کیے **فاقتلوا المشرکین** پر عمل پیرا ہونے والے پیدا کیے اور **افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر** پر **آمنا و صدقنا** کہنے والے رجال جنم دیئے۔

سامعین کرام!

اسی طرح جب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کو خالق دینا ہال کراچی میں ۱۹۲۶ء کو بلایا گیا انگریز جج کے سامنے انگریز حکومت کا باغی قرار دے کر عدالت کے کٹہرے میں لایا گیا تو انگریز جج نے کہا: مولوی حسین احمد تم نے انگریز فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دیا ہے؟ جواب میں وہ جملہ ارشاد فرمایا جو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

''فتویٰ دیا ہے دیتا ہوں اور دیتا رہوں گا کہ انگریز فوج میں بھرتی حرام ہے جج نے کہا کہ اس کی سزا معلوم ہے؟ فرمایا: تم ہی بتا دو۔ انگریز نے کہا پھانسی، تو دیوبند کے اس جھومر نے کہا' پیغمبر علیہ السلام کے سچے وارث نے کہا' اس جری اور بہادر نے کہا' میں تو دیوبند سے اپنا کفن ساتھ لے کر چلا تھا' اور کفن نکال کر جج کے سامنے رکھ دیا۔

سامعین کرام! اس دیوبند نے آزادی کے سلسلے میں یہ خدمات بھی پیش کیں کہ آزادی کی خاطر......

۱۸۸۸ء میں ...... سے ابتداء کر کے نصرت الابرار نامی تحریک چلائی ۱۹۱۳ء میں نظارۃ المعارف کی بنیاد رکھی جو تحریکِ آزادی کے لیے سنگ میل ثابت ہوئی۔

۱۹۱۵ء کے اندر تحریک آزادی کو وسعت دینے کے لیے ریشمی رومال نامی آزادی کی تحریک چلائی اور عالمگیر تحریک جس سے انگریز کے قدم اکھڑنے لگ گئے پھر تحریک کا انداز تبدیل کرتے ہوئے جمعیت علماء ہند کی ۱۹۱۹ء میں بنیاد رکھی جو آج بھی ۲۰۰۶ء میں سامراجیت اور فرنگیت کے خلاف اپنے اسلاف واکابر کی صحیح شناخت برقرار رکھتے ہوئے آج بھی پوری دنیا میں علماء دیوبند کی ترجمانی کر رہی ہے۔

۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت عثمانیہ چلائی ۲۹ جولائی ۱۹۲۰ء کو ترک موالات نامی تحریک چلائی۔ ۳۱ اگست ۱۹۲۱ء کو انگریز سے عدم تعاون کا اعلان کر کے آزادی کی تحریک میں مزید پختگی و مضبوطی کا اظہار کیا۔

۱۹۲۲ء میں ہندو سوامی کے خلاف تحریک چلائی۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو انگریز کمیشن کا بائیکاٹ کیا۔ ۱۹۲۸ء میں قانوناً آزادی کا مطالبہ کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں انگریز فوج میں بھرتی ہونے سے انکار کی تحریک چلائی۔ ۱۹۴۲ء میں "انگریز ہندوستان چھوڑو" کی تحریک چلائی۔ دیوبند کی یہ خدمت تھی کہ لحہ بہ لحہ امت کی قیادت کر کے مقصد کے حصول کے لیے بیسیوں تحریکیں چلائیں۔

سامعین کرام! یہی وہ دارالعلوم ہے جس نے ایسی شخصیات تیار کیں جنہوں نے آزادی کی تحریک چلاتے ہوئے وہ کارنامے انجام دیئے کہ ان علماء پر صدیوں زمانہ رشک کرتا رہے گا۔ یہی وہ سالار قافلہ تھے جو تھوڑے سے جوانوں کو لے کر بڑے بڑے لشکروں سے ٹکرانے والے تھے، یہی وہ شیر خدا تھے جن کی آمد سے دشمن کانپ جاتا تھا اور کفر دم دبا کر بھاگ جایا کرتا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو آزادی کی تحریک چلاتے ہوئے خون میں لت پت ہوتے نظر آئے سولیوں پر لٹکتے ہوئے دیکھے گئے بوریوں میں بند ہو کر گولیوں کا نشانہ بنتے ہوئے نظر آئے کبھی توپوں سے جسموں کے سینکڑوں ٹکڑے کرواتے ہوئے دکھائی دیئے گئے تو پھر میں کیوں نہ کہوں

جواں جذبے جواں حوصلے اور جواں مردی دکھلا کر
سکھا دیئے عشق کو آداب جستجو تم نے

وما علینا الا البلاغ المبین

دارالعلوم دیوبند سے بنوری ٹاؤن تک

الحمدلله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفی. اما بعد ! فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم' بسم الله الرحمن الرحیم

یرفع الله الذین امنو منکم والذین اُو تو العلوم درجات القرآن.

و قال النبی صلی الله علیه وسلم: العلماء ورثة الانبیاء [1]

وہ شمع یہاں پر جلتی ہے جس شمع سے روشن ہے دنیا
وہ پھول یہاں پر کھلتا ہے جس پھول سے گلشن گلشن ہے
یہ اہل وفا کا مرکز ہے یہ اہل صفا کا مخزن ہے
شہباز یہاں پر چلتے ہیں یہ لعل و گہر کا معدن ہے

عزیزانِ گرامی قدر باشعور علماء عظام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میں اس مقدس ایوان میں آراستہ بزم میں دارالعلوم دیوبند سے بنوریؒ ٹاؤن تک کے سفر کی روداد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سامعین محترم! اگر میں گلدستہ اصحاب رسول میں سے ایک ایک پھول کی خوشبو آپ کی نظر کروں تو لیل ونہار کی کئی گردشیں بیت جائیں گی اور اگر اجمال پر آیا جائے تو صرف اور صرف حضرت شیخین رضی اللہ عنہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ اگر محدثین کے سنہری دور کو مکمل عرض کیا جائے تو دامنِ وقت میں گنجائش نہیں اور اگر اجمال پر آئیں تو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کا نام سامنے آتا ہے' اگر فقہاءِ احناف کی خدمات بیان کی جائیں تو زمانہ کم پڑ جائے اور اگر اجمال کا مظاہرہ کیا جائے تو صرف صاحبینؒ کا ذکر ہوگا تو مجھے کہنے دیجئے کہ ہندوستان میں ہر باشندہ داستان حریت دارالعلوم دیوبند سے بنوریؒ ٹاؤن تک کا عنوان پائے گا۔

کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کے رہ گئی

---

[1] (سنن ابن ماجه ص ۲۰ قدیمی نیز مشکوۃ ص ۳۴ قدیمی)

اگر سامعتیں متوجہ ہیں تو اس سفر کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب خاکِ ہند کا ذرہ ذرہ خونِ مسلم کی شہادت دے رہا تھا اسلامی شعائر روبہ زوال تھے چمنِ اسلام میں خزاں کا دور دورہ تھا اس سے قبل کہ ہندوستان میں اسپین کی تاریخ دہرائی جاتی بزرگانِ دین کے الہامی اجماع سے ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء بروز جمعرات کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی یہ صرف سنگ خشت سے تعمیر شدہ ایک عمارت نہ تھی بلکہ ایک انقلابی تحریک کا آغاز تھا جس نے صرف سو سال کے اندر برطانوی استعمار کو دیس سے نکال دیا اور ایسی عملی تحریکات کو جنم دیا جس نے نہ صرف ملک بلکہ پورے عالم اسلام کی فضا بدل دی اس کے سربلند فرزند مولانا الیاسؒ نے عالمگیری اصلاحی تحریک تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی۔ دوسری جانب صدی کا سب سے بڑا فتنہ، ''فتنۂ قادیانیت'' کے خلاف معرکہ آرائی کا فریضہ اس دارالعلوم کے سپوت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے انجام دیا۔ تحریک ریشمی رومال، تحریک داخستانی جہاد، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت، تحریک ناموس صحابہؓ کے سوتے بھی دارالعلوم دیوبند ہی سے پھوٹتے ہیں۔

سامعینِ کرام! یہ دارالعلوم ہی کا فیض تھا کہ جس نے شیخ الہند جیسا مرد مجاہد اور اپنے دور کے امام احمد بن حنبل حسین احمد مدنی عطا کیا، مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسا مجدد، مفتی کفایت اللہ جیسا فقیہہ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسا فلسفی، مولانا اعزاز علیؒ جیسا ادیب، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسا مورخ، مولانا ادریس کاندھلویؒ جیسا مفسر ملا، تصانیت کی دنیا میں ایسا انقلاب آیا کہ اس کے صرف ایک شاگرد نے ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

اے معتقدین علماء دیوبند: تقسیم ہند کے بعد اس تحریک نے جس کی ابتدا دارالعلوم دیوبند سے ہوئی تھی ایک اور روپ اختیار کیا کیونکہ پروردگار عالم نے ازل سے یہ طے کر رکھا ہے کہ بعض چیزیں بعض چیزوں کا جانشین بنتی ہیں اگر مولانا رومؒ نہ ہوتے تو شمس تبریز کی عرفات کی حقیقتوں کی ترجمانی کون کرتا اگر علامہ ابن قیم نہ ہوتے تو علامہ ابن تیمیہ کے علوم کا امین کون ہوتا اگر حافظ سخاوی نہ ہوتے تو حافظ ابن حجر کے علوم کا وارث کون ہوتا، اسی طرح دارالعلوم دیوبند کی نیابت کے منصب کو خالق کائنات نے ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء کو قائم ہونے والے مدرسہ عربیہ اسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن کے لیے

مخصوص کر رکھا تھا پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ بنوریؒ ٹاؤن نے وہ کارہائے علمی و عملی انجام دیئے کہ جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی یاد تازہ کردی اور جن کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جن کے اکابر واصاغر نے افغانستان کی سنگلاخ وادیوں میں علمِ حق بلند کیا کہ جن کے جانبازوں کی قربانیوں کی گواہی کشمیر کی برف پوش چٹانیں دے رہی ہیں یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس نے ردِ روافض کے سلسلے میں کتنے ہی اصحابِ دعوت وعزیمت کو جنم دیا۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس کے نڈر، بے باک، عقابی روح کے حامل مہتمم مفتی احمد الرحمٰنؒ نے پاکستان کی دھرتی پر کسی فتنہ کو پنپنے نہیں دیا۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جہاں اہل بدعات سے مساجد کے تحفظ کے لیے بنوریؒ ٹرسٹ قائم کیا گیا۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس کے بانی نے مفتی محمودؒ کے ساتھ مل کر وفاق المدارس عربیہ پاکستان کی بنیاد ڈالی۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس کے نام لیواؤں نے اقراء، جامعہ فریدیہ، احسن العلوم جیسے سینکڑوں مدارس پاکستان کے چپے چپے پر قائم کیے۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس نے اس دھرتی کو مولانا حبیب اللہ مختار، مفتی عبدالسمیع، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، امام المجاہدین مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا امین اورکزئی، مولانا مفتی جمیل خان صاحب اور مولانا سعید احمد جلال پوریؒ جیسے شہداء دیئے ہیں۔ یہ بنوریؒ ٹاؤن ہی تھا کہ جس نے تصانیف کے میدان میں معارف السنن، کشف النقاب، اختلاف امت اور صراط مستقیم جیسی عدیم النظیر کتابیں پیش کیں۔ غرض یہ کہ دین کا کون سا شعبہ تھا کہ جس کی آبیاری بنوریؒ ٹاؤن نے چار دانگ عالم میں نہ کی ہو اور دارالعلوم دیوبند ثانی کا اعزاز حاصل کیا۔ تو مجھے کہنے دیجئے کہ جس تحریک کا آغاز دارالعلوم کے انار کے درخت کے نیچے سے ہوا تھا بنوریؒ ٹاؤن نے اُسے اپنے خون سے سینچ کر رعنائی دی۔ حتیٰ کہ جس تحریک کا آغاز علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے "الف" سے ہوا اس کا انجام علامہ محمد یوسف بنوریؒ کی "یاء" پر ہوا اور وقت کے ایک نامور عالم، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر اس جامعہ کو خراج تحسین پیش کیا کہ مولانا بنوری رحمہ اللہ کا لگایا ہوا یہ پودا علمی اور تعلیمی لحاظ سے اپنے سرچشم دارالعلوم دیوبند سے آگے جا چکا ہے۔

خزاں آتی ہے اور خاک میں ملنا ہی پڑتا ہے
مگر کلیوں کو اس گلزار میں کچھ کھلنا ہی پڑتا ہے
میں دل کو زخم سے اور زخموں کو آہوں سے بچاتا ہوں
مگر ہوتے ہی ہیں زخم اور زخموں کو چھلنا ہی پڑتا ہے
اور مجھے کو دیا دردلی کی قسم ساقیا دور پر دور چلتا رہے
رونق میکدہ یونہی قائم رہے کوئی گرتا ہے کوئی سنبھلتا رہے

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

کامیاب طالب علم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد' فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم' قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون' (القرآن) و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انما بعثت معلما[1] او کما علیہ الصلوۃ والسلام.

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا
کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا
تو نام و نسب کا حجازی ہے پر دل کا حجازی بن نہ سکا
تو آنکھیں تو ہوجاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے میں
جب خون جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا
اقبال بڑا اُپدیشک ہے' من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی بن تو بنا' کردار کا غازی بن نہ سکا

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے' جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا' سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو' عجیب چیز ہے لذتِ آشنائی

محترم جناب اساتذہ کرام! محترم و مکرم علماء کرام! بزمِ شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ کے سامنے "کامیاب طالبعلم" کے موضوع پر لب کشائی کی جسارت کرنا چاہتا ہوں۔

گرامی قدر سامعین! میں آج سے چودہ سال پہلے تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑاتا ہوں تو پورا عرب ظلم کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غرق دکھائی دیتا ہے' بھائی بھائی کا دشمن تھا' ذرا سا بات پر سالہا سال تک آپس میں لڑائی جاری رہتی تھی' کفر و شرک کی فضا عام تھی' جہالت کا دور

[1] (مشکوۃ ص:۳۶)

دورہ تھا' ایسے میں اللہ رب العزت کی رحمت جوش میں آئی اور سرور کونین' محبوب کبریا' احمد مجتبیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانیت کی ہدایت کے لیے رحمت بنا کر مقتدا اور پیشوا بنا کر معلم و استاذ بنا کر بھیجا اور اس طرح جب لگ بھگ چھ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پکارا اور سید الرسل پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا تو سب سے پہلا اعلان جو عالم انسانی کے سامنے کیا گیا' وہ پڑھنے پڑھانے' سیکھنے سکھانے کے متعلق تھا' حالانکہ عرب کے حالات کے پیش نظر پہلا اعلان تو توحید کا بھی ہو سکتا تھا' کیونکہ بت پرستی عام تھی' شرک عام تھا' پہلا اعلان رسالت کا بھی ہو سکتا تھا' کیونکہ خالق و مخلوق کا ٹوٹا ہوا رشتہ رسول ہی کے ذریعے جڑ سکتا تھا' پہلا اعلان انسانی حقوق کا بھی ہو سکتا تھا' کیونکہ قتل و قتال و جور و تعدی کا دور دورہ تھا' پہلا اعلان عورت کے حقوق کا بھی ہو سکتا تھا' کیونکہ اس کے حقوق پامال ہو رہے تھے' سننے والے سن لیں اور جاننے والے جان لیں کہ جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں اور امیت کے لق و دق صحرا میں قرآن کا سب سے پہلا اعلان پڑھنے پڑھانے' سیکھنے سکھانے کے متعلق تھا' فرمایا: **اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الأکرم الذی علّم باالقلم علّم الانسان ما لم یعلم.** (العلق) چنانچہ اس اہمیت کے پیش نظر خود محبوب کبریا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ اعلان فرماتے ہیں **انما بعثت معلما**[1] بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں معلم سکھانے والا' متعلم سیکھنے والا' سکھانے والے خاتم النبیین تمام انبیاء کے سردار' سیکھنے والے میرے نبی کے صحابہ' جو کامیاب طالب علم ٹھہرے۔

میرے دوستو! مزید آگے چلیے میں آپ کو کامیاب طالب علم کی تاریخ بتاتا چلوں آیئے سب سے پہلے مکہ کی سرزمین پر نظر دوڑاتے ہیں' اس وقت جب ایک شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اعلان کر چکا تھا' وادی بنی ارقم میں جب پہلا مدرسہ کھولا تو وہاں کے سب سے پہلے شاگرد صدیق اکبر' فاروق اعظم بھی تھے' علی المرتضیٰ بھی تھے' حضرت انس بھی تھے' حضرت ابو ہریرہ بھی تھے' عثمان غنی بھی تھے' وہاں حضرت حمزہ بھی تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

---

[1] مشکوۃ ص ۳٦

یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسے کے فیض یافتہ کامیاب طالبعلم تھے، جن کی گواہی خود قرآن نے دی، کبھی فرمایا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کبھی فرمایا اولئک ھم المومنون حقا. اور کبھی فرمایا: اولئک ھم الصادقون، اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی، لھم مغفرۃ و اجر عظیم.

میرے دوستو یہ ان کامیاب طلبہ کی داستان تھی، جو میرے نبی کے مکتب کے پڑھے ہوئے اور میرے نبی کے صحبت یافتہ تھے، آج کا طالب علم بھی اگر ان کی سیرت وصورت اپنا کر ان کے کردار و گفتار کو اپنا کر ان کے نقش قدم پر چلے تو کامیابی ان کا بھی مقدر بن سکتی ہے اور وہ ایک کامیاب طالب علم کی صورت میں ظاہر ہو کر ان کی طرح تاریخ رقم کر سکتا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عربی ادب اور علومِ دینیہ کی اہمیت وضرورت

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون. (زخرف)

نہایت ہی ذی وقار قابل صد احترام اساتذہ کرام اور میرے ہم فکر ساتھیو! آج جس موضوع کو لے کر شرف مخاطبت حاصل کر رہا ہوں وہ "عربی ادب اور "علوم دینیہ کی اہمیت و ضرورت" کے عنوان سے معنون ہے۔

عزیزان محترم! عربی ادب کو جاننے کے لیے اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام ہدایت کے لیے دنیا کے تمام ادبوں اور زبانوں میں جس ادب اور زبان کا انتخاب کیا وہ عربی ہی ہے' چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون. (زخرف)

عربی زبان کو قرآنی زبان کہہ کر گویا ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون. (الحجر)

کہ جس طرح ہم نے اپنے آخری پیغام ہدایت کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے' اسی طرح اس کے لیے جس زبان کا انتخاب کیا ہے وہ زبان بھی قیامت تک محفوظ رہے گی' یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا تعلق عربی زبان سے ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک صرف زبان برائے زبان نہیں رہا' بلکہ مسلمان ہمیشہ اس کو مذہبی فریضہ سمجھ کر اس کے ادبی سرمایہ کی حفاظت کرتے آئے ہیں' چنانچہ عربی ادب کی اہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے عربی اشعار پوچھتے بھی اور سنا بھی کرتے تھے اور اچھے اشعار پر اپنی پسند کا اظہار بھی فرماتے' اس کی واضح مثال حضرت کعب بن زہیر کا واقعہ ہے کہ کعب بن زہیر قبل از اسلام تو مسلمانوں کے اشعار کہا کرتے' لیکن جب فتح مکہ کے بعد اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تو پھر مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ لافانی اشعار

کہ جن کی بازگشت سے آج تک عربی ادب کی فضا گونج رہی ہے اس کا اندازہ آپ صرف ایک شعر سے ہی لگائیے، حضرت کعب کہتے ہیں

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم اثرھا لم یف مقبول

چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو سنتے تو پسند فرماتے ہیں اور اپنی چادر مبارک حضرت کعب کو انعام میں عطا کرتے ہیں، لیکن میرے محترم دوستو! بات صرف سننے اور پوچھنے کی نہیں، بلکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اشعار بھی پڑھا کرتے تھے تو فرمانے لگیں کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو کبھی یہ شعر کہتے۔

سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاھِلًا

وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ

اور صحابہ کرام کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عربی اشعار سے ذوق رکھنے کی وجہ سے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں

عَلَیْکُمْ بِدِیْوَانِکُمْ وَلَا تَضِلُّوْا، قَالُوْا! وَمَا دِیْوَانُنَا؟ قَالَ:

شِعْرُ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاِنَّ فِیْہِ تَفْسِیْرُ کِتَابِکُمْ وَمَعَانِیْ کَلَامِکُمْ

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اَلشِّعْرُ دِیْوَانُ فَاِذَا خَفِیَ عَلَیْنَا الْحَرْفُ مِنَ الْقُرْآنَ الَّذِیْ اَنْزَلَہُ اللّٰہُ رَجَعْنَا اِلَی الشِّعْرِ فَطَمَسْنَا مَعْرِفَۃَ ذَالِکَ منہ

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اِذَا تَعَاجَمَ شَیْئٌ مِنَ الْقُرْآنِ فَانْظُرُوْا فِی الشِّعْرِ فَاِنَّ الشِّعْرَ عَرَبِیٌّ.

چنانچہ عزیزان محترم! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عربی ادب کی علوم دینیہ میں ضرورت کیا ہے؟ چنانچہ اس کے بارے میں شاید یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ عربی ادب میں کامل مہارت حاصل

کے بغیر قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کا فہم حاصل کرنا صرف محال ہی نہیں، بلکہ ناممکن بھی ہے اور کیوں نہ ہو کہ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَلَّمُوْا مِنَ الْعَرَبِيَّةِ مَا تَعْرِفُوْنَ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ ثُمَّ انْتَهُوْا:

اور ہمارا یقین ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے، لیکن پیغمبر کی بات کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتی، اس لیے جب اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہم نے قرآن کریم میں غور کیا تو اس بات پر نظر پڑی

الشیطٰن یعد کم الفقر و یأمر کم بالفحشاء واللہ یعد کم مغفرۃ منہ و فضلا

اس آیت میں ایک ہی **یعد کم** کا لفظ دو جگہ استعمال ہے، پہلے اس کی نسبت شیطان کی طرف ہے، پھر دوسری جگہ اللہ کی طرف ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں مقام پر یہ لفظ ایک معنی کیسے دیگا، چنانچہ ہم نے عربی ادب کی طرف رجوع کیا تو مسئلہ واضح ہوگیا کہ لفظ تو ایک ہے، لیکن مصادر الگ الگ ہیں اور عربی ادب کا قاعدہ ہے کہ ایک حرکت اوپر نیچے ہونے ایک لفظ کے آگے پیچھے ہونے سے صلہ یا مصادر کے بدلنے سے لفظ کا معنی موافقت سے مخالفت میں چلا جاتا ہے لہٰذا جہاں یعدکم کی نسبت شیطان کی طرف ہے تو ڈرانے کا معنی کیا جائے گا، کیونکہ مصدر "وَعِید" ہے اور جہاں نسبت اللہ کی طرف ہے تو وعدہ کا معنی کیا جائے گا کیونکہ مصدر "عِدَۃٌ" آتا ہے۔

میرے محترم دوستو! یہی مثال حدیث شریف کی بھی ہے، چنانچہ روایت ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنِّیْ اَشْتَكِیْ فَقَالَ: طُوْفِیْ مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَ اَنْتِ رَاكِبَةٌ.

یہاں بھی ایک مادہ کا لفظ دو معانی دے رہا ہے، اس کی وجہ بھی عربی ادب سے معلوم ہوئی کہ اول میں شکایت کا معنی ہے کہ اس کا مصدر "شِكَايَةٌ" ہے اور ثانی میں بیماری کا معنی ہے کہ اس کا مصدر شَكَاۃٌ آتا ہے، یقیناً آپ ان مثالوں سے اس بات کو سمجھ چکے ہوں گے کہ عربی ادب کے بغیر قرآن وحدیث کو نہیں سمجھا جاسکتا تو پھر میں کیوں نہ کہوں کہ جب قرآن وحدیث کو سمجھا نہیں جاسکتا تو قرآن وحدیث سے مسائل بھی اخذ نہیں کیے جاسکتے اور نہ ہی فقہ اسلامی کو سمجھا

جاسکتا ہے تو لہٰذا یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ عربی ادب کے بغیر علوم دینیہ کو نہیں تو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی سمجھایا جاسکتا ہے۔

میرے محترم دوستو! ذرا توجہ کرنا' عربی ادب کی علوم دینیہ میں اہمیت پر آخری جملہ ذکر کر رہا ہوں لیکن یہ جملہ میرا نہیں کسی معمولی ہستی کا بھی نہیں بلکہ یہ تو مسند بنوریؒ کے جانشین رئیس الجامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوریؒ ٹاؤن، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کا ہے، جو کل کے درس بخاری کے بعد دست اقدس سے انہوں نے لکھ کر دیا' چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اِنَّ اللُّغَةَ الْعَرَبِيَّةَ اَسَاسٌ لِفَهْمِ الشَّرِيْعَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ لِاَنَّ الْقُرْآنَ عَرَبِيٌّ وَالسُّنَّةُ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ وَالْفِقْهُ الْاِسْلَامِيُّ بِلُغَةٍ عَرَبِيَّةٍ۔"

شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے۔

لَيْسَ الْجَمَالُ بِاَثْوَابٍ تُزَيِّنُنَا
اِنَّ الْجَمَالَ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ
لَيْسَ الْيَتِيْمُ الَّذِيْ قَدْ مَاتَ وَالِدُهُ
بَلِ الْيَتِيْمُ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَ الْاَدَبِ

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

علومِ شرعیہ کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون وقال علیه السلام انما بُعثتُ معلماً. صدق الله و رسوله[1]

گرا کے چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر
نظر ان کی ہے کالج میں بس علمی فوائد پر
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے
ہمارے احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے

سامعینِ کرام وگرامی قدر مہمانان اور بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج کی اس تقریب میں جس عنوان کے متعلق سخن ریزی کا شرف حاصل کرنے جارہا ہوں وہ ہے ”علومِ شرعیہ کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں“

محترم سامعین! خالقِ کائنات نے انسانیت کے سر پر تاجِ افضلیت رکھا شرافت اور کرامت کا سہرا حضرتِ انسان کے سر پر باندھا اس کی فضیلت کو اجاگر کرنے کے لیے ربِ لم یزل نے ملائکہ مقربین کو سجدے کا حکم دے کر انسان کو مسجودِ ملائک ٹھہرادیا اور ”**ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا هم فی البر والبحر**“ کا ڈنکا بجا کر خشک وتر اور بحر وبر میں اس کی شرافت کا اعلان کردیا **هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا** کی صدا لگا کر اس کو مقصودِ ہستی قرار دیا۔

آخر یہ شرافت یہ کرامت انسانیت کو کیوں کر ملی؟ وہ کون سی صفت ہے جس کی وجہ سے وہ مشرف ومکرم ٹھہرا جس کے سبب سے وہ ثریا پہ بھی کمندیں ڈالنے لگا۔ وہ صفت ”علم“ کی دولت ہے جس کی وجہ سے انسان راہِ ہدایت پر گامزن ہو کر عالمِ دنیا کا رہبر بنتا ہے جس کی وجہ سے انسانی اقدار سے متصف ہو کر عالمِ دنیا کو امن وآشتی کا درس دینے لگتا ہے جس کی وجہ سے صفاتِ قدسیہ کا حامل ہو کر سرزمینِ دنیا کو ظلم وستم اور جور وجفا کی تاریکیوں سے نکال کر عدل وانصاف کی

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۶)

روشنی سے روشناس کرنے لگتا ہے یہ کمال صرف اور صرف علومِ شرعیہ کا خاصہ ہے قانون خداوندی کا خاصہ ہے وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کا خاصہ ہے۔قرآن کریم علوم شرعیہ کی اہمیت کواجاگر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا مقصد یوں واضح کرتا ہے:

لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم ایته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین.

اس آیت میں علوم شرعیہ کا مبدأ اول ''قرآن عظیم'' کوٹھہرایا گیا۔ جوگمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکلنے کا سبب قراردیا گیا ہے **و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین** میں اسی کی طرف اشارہ ہے' قرآن عظیم ہی انسانی باطن کوشیطانی اور طاغوتی آلائشوں سے پاک کرکے اسے معرفتِ حق کا مظہر بنا سکتا ہے **ویزکیهم** میں اسی کی عکاسی کی گئی ہے قرآن عظیم ہی اسے جہالت کی دلدل سے نکال کرعلم وحکمت کے نہج پر لا کھڑا کرسکتا ہے **ویعلّمهم الکتاب والحکمة** میں اسی کی غمازی کی گئی ہے۔

علومِ شرعیہ کے مبدأ اول قرآن عظیم کی اہمیت اور منزلت کو سنت اس پیرائے میں بیان کرتی ہے فرمایا: **مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ** جوقرآن سے گفتگو کرے گا وہ صداقت کے ثریا تک جا پہنچے گا **و من عمل بهٖ اجر** جوقرآن کو معمول بناتا ہے وہ خدا کا مقرب بنے گا **وَ مَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ** جوقرآن سے فیصلہ صادر کرے گا وہ عدل وانصاف کا پیکر بنے گا **وَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** جوقرآن کی صدا لگائے گا منزل اسے خود پکارے گی۔

پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت کو جو عظیم کیمیا اور نسخہ بتلایا تھا جسکی وجہ سے انسانیت ہرقسم کی جہالت اور گمراہی سے محفوظ و مامون ہوسکتی ہے یہ نسخہ تھا فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَااِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ.[1]

اے لوگو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے تھاموگے تو

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۶۹)

گمراہی اور ضلالت خود تجھ سے دور بھاگے گی وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کا علم ہے۔

علوم شرعیہ کا دوسرا مرجع علمِ حدیث کا سرمایہ ہے علمِ حدیث دراصل علمِ قرآنی کا مظہر ہے وہ اگر وحی جلی ہے تو یہ وحی خفی ہے وہ اگر وحی متلو ہے تو یہ وحی غیر متلو ہے قرآن نے اس کی یوں تعبیر کی **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحٰی** قرآن متن ہے تو حدیث اس کی تشریح وتفسیر ہے **و انزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون** میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح قرآن حجت ہے اسی طرح حدیث بھی حجت ہے۔ جس طرح قرآن ناسخ ہے اسی طرح حدیث بھی ناسخ ہوتی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمانِ خداوندی **وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا** سے یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازنا چاہتا ہے تو اسے قرآن و سنت کے علوم سے بہرہ مند کرتا ہے **ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا** زبانِ رسالت نے اس کی ترجمانی یوں کی **فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ**۔[1]

اور جو شخص علومِ نبوت اور علومِ رسالت کو اپنے سینے میں محفوظ کرتا ہے اس کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہوگی کہ محبوبِ خدا سرورِ دو جہاں اسے سرسبز وشادابی کی دعا اپنی پاک زبان سے یہ اعلان کرتے ہوئے دے رہے ہیں **نَضَّرَ اللّٰہُ اِمرأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَھَا وَوَعَاھَا وَاَدَّاھَا**۔

علومِ شرعیہ کا وہ اہم ذخیرہ جس کے ساتھ دینِ اسلام کا معاملاتی اور معاشرتی نظام وابستہ ہے وہ علمِ فقہ ہے اسلام صرف عبادات کا نام نہیں لوگ عبادات کو تو دین سمجھتے ہیں لیکن معاملات و معاشرت میں کھوٹے ثابت ہوتے ہیں حالانکہ اسلام عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کے مجموعے کا نام ہے اور علمِ فقہ انہی آخری تینوں مذکورہ موضوعات پر بحث کرتا ہے اس کی اہمیت کو خود رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا:

فلولا نفر من کل فرقة منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین

پیغمبرِ خدا نے **مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ** کہہ کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا تو کبھی **فَقِیْہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ**[2] کہہ کر اس کی اہمیت کو واضح کیا اور

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۵) [2] (ابن ماجہ ص ۲۰)

کبھی اپنے شاگرد کو اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ کی دعا دے کر اس کی جلالت شان کو آشکارا کیا۔

الغرض علوم شرعیہ کی نسبت براہِ راست خدا اور اس کے رسول سے جا ملتی ہے انسانیت اور اس کی بقاء کے لیئے وہی علوم وہی قوانین ضابطۂ حیات بن سکتے ہیں جن کا موجد خود خلاق عالم ہو یا اس کا بھیجا ہوا پیغمبر ہو لارڈ میکالے اور وائسرائے کا نظام تعلیم انسانیت کی کیا رہنمائی کرسکتا ہے جس کی بنیاد مادہ پرستی اور اوہام پرستی پر رکھی گئی اہل مغرب اور یورپ کا وہ نظامِ تعلیم انسانیت کو عدل وانصاف اور حیاء و پاک دامنی کی شاہراہ پر کہاں گامزن کرسکتا ہے جس کی بنیاد عریانی اور فحاشی پر رکھی گئی ہو سچ تو یہ ہے کہ یہ ٹیکنالوجیکل دور اور چاند پر کمندیں ڈالنے والے اپنی زندگی سے بے خبر ہو گئے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا

جس قدر تسخیر خورشید و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی
کائنات ماہ و انجم دیکھنے کے شوق میں
اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اسلام میں عورت کا مقام

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علي اشرف الأنبياء والمرسلين
تعوذ، تسمیہ: الرجال قوامون على النساء[1]

یہ چودھویں صدی کا نیا انقلاب ہے
برقعہ بدن پر چہرہ مگر بے نقاب ہے

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی نظام الدین شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج بندہ جس موضوع کو لے کر آپ کے سامنے لب کشائی کرنے کی جسارت کر رہا ہے وہ موضوع ہے "اسلام میں عورت کا مقام"

اسلام نے عورت کو جو عزت و مقام بخشا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، عورت جو اسلام سے قبل تمام رذائل کا مجموعہ سمجھی جاتی تھی، اسلام نے اسے تمام خصائل کا منبع بنادیا، عرب میں عورت ذات کو ماتھے کا بدنما داغ سمجھا جاتا تھا، اسلام نے اسے دل کا سرور بنادیا، عورت کے وجود سے نفرت کی انتہاء اس حد تک تھی کہ عورت نام کی شے کو اپنے گھروں میں رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا، ان عقل کے ماروں کو یہ علم نہیں تھا کہ جس ذات سے وہ یہ ناروا سلوک کر رہے ہیں، انہی کے طفیل وہ جی رہے ہیں، اسلام نے جو مقام عورت کو بخشا اور جس طرح اس کو تحت الثریٰ سے فوق الثریٰ پہنچایا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ" فرما کر تمام عالم انسانیت کو اس کا محتاج بنادیا اور عورت جب ماں کی حیثیت سے ہو تو اس کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھنے کو حج اور عمرے کے ثواب کے برابر قرار دیا، لیکن سامعین محترم! ذرا تصویر کے دوسرے رخ کا بھی نظارہ کریں، آج یورپین ممالک یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ اسلام عورتوں کے حقوق کے بارے میں خاموش ہے۔ والعیاذ باللہ اور اسلام نے عورتوں کو فقط دل بہلانے اور گھر تک محدود رہنے کا حکم دیا ہے،

---

[1] (سورة النساء آیت ۳۴)

لیکن میں ان بدطینت، بدفطرت اور لکھے پڑھے مہذب جاہلوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ قصور است

اگر دن میں چمگادڑ نہیں دیکھ سکتا تو اس میں سورج کی ٹکیا کا کیا قصور؟ بعینہٖ اسی طرح مغربی ممالک اور این جی اوز کو اگر اسلام میں عورت کا مقام نظر نہیں آتا تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

ارے! تم نے عورت کو جو مقام و حقوق دیئے ہیں وہ ساری دنیا پر عیاں ہیں، تم نے عورت کو صرف سیلز گرل اور ماڈل گرل تک محدود کر رکھا ہے، آپ کے ممالک میں عورت فقط نچلے کاموں کے کرنے کی حد تک محدود ہے، میں حیران ہوں کہ ایک عورت جب جہاز میں ایئر ہوسٹس بن جاتی ہے، تین سو چار سو کے قریب مسافروں کو اپنی دل فریب مسکراہٹ سے متوجہ کرتی ہے تو یہ انسانی حقوق اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہے، لیکن یہی عورت جب اپنے گھر کی چار دیواری میں اپنے شوہر، سسر اور ساس کے لیے کھانا پکاتی ہے تو یہ دقیانوسیت اور تنگ نظری ہے، آپ ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں، اگر یہ بنیاد پرستی ہے، اگر اس سے عورتوں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے تو میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ تنگ نظری، رجعت پسندی اور فنڈامینٹل ازم مجھے قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے۔

زمانہ معترف ہے اب ہماری استقامت کا
نہ ہم سے قافلہ چھوٹا نہ ہم نے راہنما بدلا

وما علینا الا البلاغ المبین.

عالمِ اسلام کے لیے خطرات اور یہود کے عزائم

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الأنبياء والمرسلين
تعوذ' تسمیہ: یا ایها الذین امنوا لاتتخذوا الیهود والنصاری اولیاء[1]
عن انس رضی الله عنه قال قال عَبْدُاللهِ بْنُ سَلاَمٍ اَنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ[2]

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں وہ موضوع ہے ''عالم اسلام کے لیے خطرات اور یہود کے عزائم۔''

سامعین کرام! اگر آپ سے پوچھا جائے کہ اس وقت طاقت کے اعتبار سے دنیا کا بادشاہ کون ہے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ وہ ''امریکا'' ہے آپ کا جواب یقیناً درست ہوگا' کیونکہ اس وقت واقعی دنیا کی نبضیں امریکا کے ہاتھ میں ہیں۔ نعوذ باللہ' سمندر ہو یا ہوائیں' خشکی ہو یا تری' دنیا کے تمام وسائل پر امریکا قابض ہے' یہ حقیقت ہے' لیکن اگر تحقیق کی جائے تو اس حقیقت کے اندر بھی ایک حقیقت ہے اور وہ حقیقت بنی اسرائیل یا یہود کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا کو امریکا چلا رہا ہے اور امریکا کو (۱۸۵) ادارے' لہٰذا جس کے ہاتھ میں (۱۸۵) ادارے ہوں تو وہی دنیا کا بادشاہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان (۱۸۵) اداروں میں سے (۵۴) ادارے یہودیوں کے پاس ہیں۔ گویا دنیا کی ۶۰ فیصد طاقت یہودیوں کے ہاتھ میں ہے' مثلاً ''ناسا'' ایک ادارہ ہے' کرۂ ارض کی ساری فضاء طاقت کے اعتبار سے اس کے قبضے میں ہے اگر یہ ادارہ نہ چاہے تو کسی ملک کو سیٹلائٹ کی سہولت میسر نہیں آسکتی' جس کے نتیجے میں اس ملک کی فضائیہ' ٹیلی فون' ٹیلی ویژن اور ریڈیو سسٹم مفلوج ہو کر رہ جائیں۔ اس ادارہ کا سربراہ یہودی ہے' گویا کہ دنیا کے (۱۹۰) ممالک کی فضائی شہ رگ اس ایک یہودی کے انگوٹھے تلے ہے۔ ورلڈ بینک بھی ایک ادارہ ہے دنیا کے (۱۷۶) ممالک کسی نہ کسی شکل میں اس کے مقروض

---

1 (سورة المائدة آیت ۵۱) 2 (بخاری ۱/۳۲۹)

ہیں اور یہ ادارہ قرضوں کی وجہ سے ان (۱۷۶) ممالک کی قومی پالیسی پر اثر انداز ہونے کی طاقت رکھتا ہے اگر ورلڈ بینک چاہے تو اس کے مقروض ممالک شام کے اندھیرا پھیلنے سے پہلے دیوالیہ ہو جائیں اس ادارے کا سربراہ بھی یہودی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہود کتنی عیار اور مکار قوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خود یہود کے بڑے عالم عبداللہ بن سلام قبول اسلام کے بعد فرماتے ہیں: **یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِنَّ الْیَھُوْدَ قَوْمٌ بُھُتٌ وَ اِنَّھُمْ اِنْ عَلِمُوْا بِاِسْلَامِیْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَھُمْ بَھَتُوْنِیْ عِنْدَکَ۔**[1]

سامعین محترم! ان کی سازشی فطرت نے دنیا میں کئی انقلابات برپا کیے مختلف قوموں کی تباہی میں شروع سے ان کا ہاتھ رہا خاص کر مسلمانوں سے جب بھی ان کا واسطہ پڑا تو انہوں نے اپنے مذہب کی بنیادی ہدایات کی پرواہ کیے بغیر مسلمانوں پر دست تعدی دراز کیا ان کی مکار فطرت کے باعث مسلمانوں کو تاکید کی گئی کہ انہیں کبھی اپنا ہمراز نہ بنانا اور فرمایا: **یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصریٰ اولیآء.** یہود کی کتاب ''تاعدد'' یہودیوں کے لیے دینی اور دنیاوی دستور کا درجہ رکھتی ہے اس کے چند اقتباسات پڑھنے سے ان کے ظالمانہ طریقوں کا اندازہ ہو جاتا ہے: تاعدد کے مکاتب:

(۱) یہودی اللہ کے نزدیک فرشتوں سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ سے وہی عنصری تعلق رکھتے ہیں جو بیٹے کا اپنے باپ سے ہوتا ہے نعوذ باللہ چنانچہ قرآن نے ان کا قول نقل کیا ہے: **نحن ابناء اللہ و احباؤہ.**[2]

(۲) اگر یہود دنیا میں نہ ہوتے تو دنیا میں آفتاب طلوع نہ ہوتا اور زمین پر کبھی بارش نہ برستی۔

(۳) اللہ نے تمام انسانوں کے کمائے ہوئے مال و متاع پر یہود کو تسلط کا کامل اختیار دے دیا ہے چنانچہ اس باطل عقیدہ کی بنیاد پر وہ خود یہود کے جان و مال و آبرو کو مباح سمجھتے ہیں۔

(۴) جس سرزمین پر یہود کا قبضہ نہ ہو وہ سرزمین نجس اور ناپاک ہے۔

''تاعدد'' کے مکمل سات حصے اس قسم کی عجیب و غریب حکایات سے بھرے ہوئے ہیں

---

[1] (۳/۱۲۱۱ رقم ۳۱۵۱) (بخاری ۱/۳۳۹) [2] (سورۃ المائدہ آیت ۱۸)

اور یہودی عملاً اس کے پابند ہیں' اگر اسلامی ممالک اتحاد سے اس قسم کے خطرے کو دور نہیں کرتے تو عین ممکن ہے کہ صورت حال ان کے قابو سے باہر ہو جائے' یہ بات قابل توجہ ہے کہ آج اسرائیل کی آبادی (۴۰۰۰۰۰۰) چالیس لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے' جبکہ اسرائیل کا اصل رقبہ (۷۸۴۷) مربع میل ہے' مزید آبادی پر قبضہ کرنا ان کا منصوبہ ہے اور یہ عالم اسلام کے لیے سنگین خطرہ ہیں' یہود کی خفیہ حکومت موساد اور گاہال اور امریکن جیوز ایجنسی جیسی تنظیموں پر مشتمل ہے' ان کا رابطہ بہت سی تنظیموں کے ساتھ ہے جن میں بدنام زمانہ سی آئی اے' عیاروں' مکاروں' ظالموں پر مشتمل ایک خطرناک موذی تنظیم ایف بی آئی بھی شامل ہیں۔

گاہال کا قیام ۱۹۰۶ء میں ہوا اور یہ ان کا عالمی اتحاد کا مرکز ہے' جامعہ یہود اعالمی خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ لوگوں کی فکر ونظر کو متاثر کرتی ہے اور انہیں ان دوررس پالیسیوں کے لیے تیار کرتی رہتی ہے' اسی طرح صیہونی ''صیہونیت'' بہت بڑی اور پرانی تحریک ہے' جو فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام اور بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے لیے سرگرم عمل ہے' جسے یہودی اپنی قومیت کا نشان سمجھتے ہیں' ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر تھیوڈور ہیرزلی ایک انتہا پسند یہودی نسل لیڈر نے اس کا آغاز کیا ''فری میسن'' بھی انہی بدطینت' بداخلاق' بدمعاشوں' لٹیروں انسانیت کے قاتلوں اور فسادیوں کی ایک تحریک ہے' اور انہی کے ناپاک منصوبوں اور انسانیت دشمن فیصلوں اور عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دن رات سرگرداں ہیں۔ یہ چند عزائم تھے یہود کے جو آپ کے سامنے بیان کیے گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو یہود کے خطرناک عزائم کے خلاف متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کے غلیظ عزائم اور ارادوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما کر بچنے اور بچانے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام اور ہمارے حکمران

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ، ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها[1]

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزمِ مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جو موضوع لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں وہ ''اسلام اور ہمارے حکمران'' کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعینِ محترم! آج کے حکمران روشن خیال اور اعتدال پسند اسلام کس کو کہتے ہیں؟ موسیقی عام کرنے، علماء کرام کو شہیدؒ کرنے، مدارس اور مساجد پر پابندی لگانے کو آج کا جدید اسلام قرار دیتے ہیں، اگر آج کا اسلام صحیح ہے تو کیا چودہ سو سال پہلے اس دنیا کی طرف مبعوث کیا جانے والا نبی نعوذ باللہ جھوٹا ہے، انہوں نے ہمیں غلط اسلام پہنچایا؟ روشن خیال، اعتدال پسند اسلام تو وہ تھا جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا، جس کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبول کیا، جس کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن میں سمجھا، کیا انہوں نے علماء کو شہیدؒ کیا تھا؟ کیا انہوں نے اسلامی شعائر پر پابندیاں لگائی تھیں؟ کیا تم رب ذوالجلال اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سمجھتے ہو؟ جب تخت نشینی پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیٹھے تو یورپ تک اسلام کا بول بالا ہوا، جب اسی تخت پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیٹھے تو عام غریب لوگوں کو چین سے سونا نصیب ہوا، جب اسی تخت پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیٹھے تو مسلمانوں کو سہولیات میسر آئیں، جب اسی تخت پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیٹھے تو کافروں نے مسلمانوں کو طاقت سمجھا۔ مگر آج کا حکمران اسی تخت پر جب بیٹھتا ہے تو اسلام، مدارس اور مساجد تک محدود ہو جاتا ہے، اسلام کے نام پر بننے والے حکمران جب تخت پر بیٹھے تو وہ اسلام کے شعائر کو پابند سلاسل کر دیتے ہیں، جب اسی تخت پر سلیمان بن عبدالملک بیٹھتا ہے تو

---

[1] (سورۃ الاعراف آیت ۵۶)

اسلام میں شراب کو جائز قرار دیا جاتا ہے' مگر جب اسی تخت پر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد بیٹھتے ہیں تو اندلس (آج کے اسپین) کے در و دیوار نے اللہ اکبر کی صدائیں سنیں اور جب اسی تخت پر حکم بن ہشام جیسے جابر حکمران بیٹھے تو دین اسلام کے پاسبانوں کی گردنیں اڑا دی جاتی ہیں اور جب اسی تخت پر سلطان صلاح الدین ایوبی بیٹھتا ہے تو مسجد اقصیٰ کی دیواروں نے اللہ اکبر کی صدائیں سنیں' نعرۂ تکبیر سے کفر کے ایوانوں میں زلزلے برپا ہوگئے اور جب اسی تخت پر ٹیپو سلطان "شہید" بیٹھتا ہے تو مصر کے دیوار بھی اللہ اکبر کی گرجدار صداؤں سے لرزتے ہیں' کیا انہوں نے رب کے بھیجے ہوئے اسلام کے احکام پر عمل نہیں کیا؟ انہوں نے تو کفر کے پرستاروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا' مگر آج کا قادیانی حکمران اسلام کے احکام میں ترمیم کر کے اسے روشن خیال اسلام قرار دیتا ہے' انگریزوں کا پالا ہوا آج اسلام کو غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے' میرے رب سے ٹکرانے کے لیے چل پڑا ہے اور جو میرے رب سے ٹکرانے کی سوچے گا' اس کا نام و نشان بھی اس دنیا میں نہیں رہے گا' میرے رب سے ٹکرانے کے لیے آج سے کئی ہزار سال پہلے بھی دنیا کے طاقتور بادشاہ نکلے تھے' مگر میرا رب بہت غیور ہے' رب العرش نے انہیں زمین میں دھنسا دیا' چودہ سو سال کے اسلام کو غلط ثابت کرنا پرویزی مشن ہے' مگر جب آج سے پہلے آنے والے اس میں کامیاب نہ ہو سکے' تو آج کا حکمران بھی کامیاب نہیں ہوگا' لیکن آج کا مسلمان بے غیرت بن چکا ہے' خاموش بیٹھا ہے اور ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' مسلمان تو وہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے اپنا سر کٹوا دیتے تھے' مگر آج ہمارے سامنے رب کو گالیاں دی جا رہی ہیں' اسی کے لائے ہوئے احکام کو جھوٹا قرار دیا جا رہا ہے اور آج کا مسلمان اپنے گھروں کے جھگڑے لیے بیٹھا ہوا ہے' عشق و معشوقی کے چکروں میں پڑا ہوا ہے' جوتے کے پیچھے پڑا ہوا ہے' مسلمان کب جاگے گا اسلام کا زوال شروع ہو چکا ہے' جاؤ اٹھاؤ اپنے اندر کے اس سامان کو جاؤ اٹھاؤ' اپنے اندر کی اس بے غیرتی کو جو اٹھے تو زلزلے اور طوفان کے ہمنوا بن جائیں' جو چلے تو بادل اس کے ساتھ گرجیں' جو بولے تو بجلیاں اس کے ساتھ کڑکیں' جو دیکھیں تو آنکھوں میں خدائی

سما جائے' اور ساری خدا کی خدائی اور مخلوق اس کا ساتھ دینے پر آ جائے یاد رکھو! تم میں سے جس شخص کا اندر سویا ہوا ہے' اگر تم نے نہ جگایا تو وہ مر جائے گا اور اس کے ساتھ تم بھی غفلت کی موت مر جاؤ گے' کیا اسی طرح سے بینک بیلنس کے پیچھے پڑے رہو گے' کیا اسی طرح سے خدا کے ہوتے ہوئے دوسروں کو سپر پاور کہتے رہو گے' کیا اس طرح سے خدا سے اور خدا کی خدائی سے ٹکرانے والوں کی حمایت کرتے رہو گے؟ کیا تمہارا ضمیر جاگتا نہیں' تم میں سے ایک ایک شخص کفر کے ایک ملک پر بھاری ہے۔

مسلمانو! کل رب کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤ گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں گے' میرے بعد اسلام کا کیا ہوا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اٹھو مسلمانو! اب بھی وقت ہے اگر اب بھی غفلت کی نیند سے نہیں جاگے' تو وقت قریب ہے جب ہماری گردنوں پر صلیبیوں اور یہودیوں کی تلواریں لٹک رہی ہوں گی' غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے' اٹھو اسلام کا سورج ڈوب گیا ہے' کفریہ طاقتوں نے اسلام اور اسلام کا پرچار کرنے والوں کو کچلنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ غیر مسلم' عیسائی اور یہودی کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے' کیوں ان کے جال میں پھنستے ہو؟

کیا وہ مسلمانوں سے زیادہ اچھے ہیں؟ کیا وہ مسلمانوں سے زیادہ عادل ہیں؟ کیا وہ مسلمانوں سے زیادہ با اخلاق ہیں؟ جن کے نسب کا پتہ نہیں جن کے ماں باپ کا پتا نہیں' آج وہی اسلام کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اور مسلمان اپنے ذاتی مسائل کو حل کرنے میں لگے ہیں' آنے والی نسلیں کہیں گی کہ اکیسویں صدی کے مسلمان اتنے بے غیرت تھے کہ ایک طرف کفر اسلام سے سینہ سپر تھا' تو دوسری طرف مسلمان اپنے ہی بھائیوں کے پیٹ میں خنجر اور تلواریں گھونپ رہے تھے۔

اے میرے مسلمان بھائیو! جاگ جاؤ اب بھی نہیں جاگو گے تو شکست اور غلامی مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ ہمیں اسلام کے احکام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

مذاہب عالم میں اسلام کی حیثیت

الحمدلله و کفی والصلاة والسلام علی عباده الذین اصطفی اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم ان الدین عند الله الاسلام و قال تعالیٰ من یبتغ غیر اسلام دیناً فلن یقبل منه و قال النبی صلی الله علیه وسلم اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْهِ[1] صدق الله العظیم و صدق رسوله النبی الکریم

اسلام ہمارا مذہب ہے، دستور بھی ہے، منشور بھی ہے
رحمت، رفعت، شفقت، الفت، اس مذہب میں دستور بھی ہے
اک طرف سماء پہ اٹھ جانا، اک طرف تجلی طور بھی ہے
یہ حق ہے سچ ہے لیکن یہ تحریف سے بھرپور بھی ہے

قابلِ صد احترام علماء کرام اور میرے ہم مکتب اور ہم فکر طلبہ ساتھیو! اقوامِ عالم کی شاہراہوں کا راہی بننے کے بعد عقل وخرد کے دریچوں پر یہ بات کھلتی ہے کہ آفرینش کائنات سے انسان نے فطرتاً اپنی کلی اور آسفتہ سری کو راحت بخشنے کے لیے ہمیشہ مذہب کا دامن تھاما۔ خواہ وہ مذہب الہامی ہو یا اختراعی، انسان اسی ٹوہ میں لگا رہا کہ یہ اسے مصائب وآلام اور بے چینی اور بے کیفی کی کلفت سے نکال کر راحت وسکون کی الفت عطا کردے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ دنیا میں اسلام کے سوا سات بڑے مشہور اور بنیادی مذاہب اپنا وجود اور پیروکار رکھتے ہیں۔

پہلا مذہب:

ہندو مذہب ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جس کا نہ بانی متعین نہ کتاب متعین نہ خدا متعین یہ مذہب تثلیث خدا کے عقیدہ کا قائل ہے پہلا خدا برھما دوسرا وشنو تیسرا شیوا چنانچہ وحدتِ بنیاد کے فقدان کی وجہ سے یہ مذہب گنجان جنگل کی شکل اختیار کر گیا تاہم تناسخ اور حلول ایسا عقیدہ ہے جس پر ہندوؤں کی اکثریت متفق ہے۔

---

[1] (بخاری ۱/۱۸۰)

دوسرا مذہب:

سکھ مذہب ہے یہ وہ مذہب ہے جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین باہمی اختلاف اور افتراق کو ختم کر کے اتحاد قائم کرنے کے لیے وجود میں آیا تھا لیکن منطقی بنیاد کی وجہ سے آخر کار مستقل مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔

تیسرا مذہب:

بدھ مذہب ہے۔ یہ وہ مذہب ہے۔ جس کا بانی گوتم تاماتا جو بدھ تھا اس میں نہ خدا کا کوئی تصور نہ دعاؤں التجاؤں اور عبادات کا کوئی تصور بلکہ اس مذہب میں انسان کی ابدی نجات کا دارومدار اس کی ذاتی جدوجہد اور اخلاقی اقدار پر ہے۔

چوتھا مذہب:

مجوسی مذہب ہے یہ وہ مذہب ہے۔ جس نے باطن کے تلاطم خیز جوار بھاٹے کو تسکین کے لیے آگ کا رخ کیا لیکن گر بھٹیوں میں پھینکنے کے سوا اس کے پاس اجتماعی و سیاسی امور بیرونی دائرہ اثر اور نجی معاملات میں اپنے پجاریوں کے لیے کوئی بے غبار واضح پیغام ہدایت موجود نہ تھا جو ماحول کی چیرہ دستیوں سے ان کی حفاظت کرتا اور ان کی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا۔

پانچواں مذہب:

زرتشت مذہب ہے یہ وہ مذہب ہے۔ جس کا بانی زرتشت نامی ذہین وفطین میڈیا کا رہنے والا تھا یہ مذہب ثنویتِ خدا کا قائل ہے ایک خدا نے خیر دوسرے خدا نے شر کو پیدا کیا اس مذہب میں بھی عبادت کے لیے آگ کا وجود ضروری ہے۔

چھٹا مذہب:

یہودی مذہب ہے یہ مذہب الہامی حاملِ کتاب داعیٔ توحید اور حق مذہب تھا یہ مذہب پابند تھا کہ آقائے دو جہاں پر ایمان لائے کیونکہ یہی ان کی باطنی قوت کی تکمیل ہدایت وفلاح کی سنگ اور حقانیتِ تورات کی دلیل تھی لیکن ان کے عناد نے نہ صرف انہیں قبول حق سے

روکے رکھا بلکہ ان کی خواہشات نے انہیں دجل وتلبیس اور فریب وتخریب کے خاردار راستوں پر ڈال دیا جہاں یہودیت کا دامن بھی تارتار ہو گیا اور خود ان کے عقائد ونظریات بھی ضلالت کے اندھیروں میں گم ہو گئے۔

ساتواں مذہب:

عیسائی مذہب ہے یہ وہ مذہب ہے جس کی آبیاری عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کے شفاف عقیدے اور انجیل کی روشن تعلیمات سے کی لیکن رفع عیسیٰ کے بعد سینٹ پال سے دستبرنے اس کی اصلیت داغدار کر دی عقیدہ تثلیث نے نمود پایا رفتہ رفتہ جاہلی لغویات اور سوفسطائی خرافات نے اسے معجون مرکب بنا دیا۔

پھر ان سات مذاہب میں سے ہر مذہب میں کئی مذاہب نے جنم لیا چنانچہ تناسل مذاہب کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے **سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة** کا آئینہ دار بن جاتا ہے اور یہ سچ ہے کہ

جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا تو پھر میں کیوں نہ کہوں۔

آپ اپنی ہی اداؤں پر غور کرو ہم نے اگر عرض کیا تو شکایت ہوگی

ارباب دید ودانش! مذاہب کے اجمالی تعارف کے بعد اب آیئے اسلام کی طرف چلتے ہیں اسلام صرف مذہب ہی نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔

اسلام کے موجد رب العالمین ہیں — اسلام کے بانی رحمۃ اللعالمین ہیں

اسلام کی کتاب ھدی للعالمین ہے — اسلام کی بنیاد توحید ہے

اسلام راہ اعتدال ہے — اسلام کی حفاظت کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے

اسلام روح انسانی کو اوہام سے نجات دلاتا ہے' اسلام ذلت' غلامی' کمزوری وناتوانی سے خلاصی کراتا ہے' اسلام عقیدہ' اخلاق اور ضمیر کو طہارت عطا کرتا ہے' اسلام حریت پسندی اور بلند صلاحیتیں پیدا کرتا ہے اسلام عمل پیہم اور سعی مسلسل پر آمادہ کرتا ہے اسلام یقین ومعرفت' عدل وانصاف عطا کرتا ہے۔

اسلام کیا ہے

مذاہب محدود ہیں — اسلام عالمگیر ہے

مذاہب منسوخ ہیں	اسلام ناسخ ہے
مذاہب مردود ہیں	اسلام مقبول ہے
مذاہب مغلوب ہیں	اسلام غالب ہے
مذاہب میں افراط وتفریط ہے	اسلام سراسر اعتدال ہے
مذاہب محرّف ہیں	اسلام محفوظ ہے
مذاہب جزئی ہیں	اسلام کلی ہے
مذاہب میں تشدد ہے	اسلام سراپا انصاف ہے

اس لیے تو کسی نے کہا ہے

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر اسلام نہ بدلا جائے گا
یہ قولِ خدا قولِ نبیؐ فرمان نہ بدلا جائے گا
نہ گھبراؤ مسلمانو خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

وما علينا الا البلاغ المبين

اسلام اور انسانی حقوق (۱)

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین
تعوذ، تسمیہ: ان الدین عند اللہ الاسلام
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ[۱]

جب کفر نے فتنے پھیلائے جب ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انسان سے انساں ٹکرائے
پامال کیا برباد کیا کمزوروں کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے بڑھا تو تشریف محمد لے آئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! ایسے پرفتن اور تاریک دور میں اسلام کا آفتاب عالم فاران کی چوٹی سے طلوع ہوا اور اس کی نورانی کرنوں نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے عرب کو بقعہ نور بنادیا۔ بھٹکے ہوؤں نے راہ پائی، ظلم وجور کے گھٹاٹوپ بادل چھٹ گئے اور کچلی ہوئی انسانیت نے دوبارہ کروٹ لی، وہ لوگ جو کل تک ظلم سہتے پھر رہے تھے اور مسلسل مظالم نے ان کی کمر توڑ دی تھی، اٹھ کھڑے ہوئے، فتنہ و فساد کا سرچشمہ خشک کردیا، شرارت اور شیطنت کی جہنم ٹھنڈی پڑ گئی، اونچ، نیچ، شریف وضیع کا امڈتا ہوا طوفان تھا، انسانی قوانین نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا، انسانوں کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا تھا اور انسانوں کو وحشت و درندگی اور ظلم وجور کا تختہ مشق بنا رکھا تھا، اسلام نے آکر اصلاح وتبلیغ کا جھنڈا بلند کیا اور ربانی قول کا پرچم لہرایا، در سارے عالم کو اس کے سایہ میں جمع ہونے کی دعوت دی، انسان جو اپنی شرافت وکرامت کو گم کرچکا تھا اور پستی کی انتہا تک پہنچ چکا تھا، اسلام نے آکر انسان کو پستی سے اٹھایا اور اوجِ ثریا پر پہنچادیا، انسانی سوسائٹی کو تہذیب و تمدن کی شاہراہ پر چلایا، انسانی معاشرے میں ظلم وستم کو ختم کرکے عدل وانصاف کو رواج دیا، پھر

---

[۱] (بخاری ۶/۱۰۹۷ کتاب التوحید باب قل ادعو اللہ او ادعو الرحمن رقم الحدیث ۶۹۴۱)

دنیا نے دیکھا کہ کل جس انسان کے حقوق پامال ہوئے تھے آج اسے حقوق مل رہے ہیں' دنیا نے دیکھا کہ اسلام اس کے دروازے کی چوکھٹ پر اسے انصاف دلا رہا ہے' اسلام نے آتے ہی انسان کو اس کا مقام بتایا

ولقد کرمنا بنی آدم اور دوسری جگہ فرمایا: **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**

انسان کا مقام بہت بلند ہے اور انسان کا مقام اسے اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک کہ اسے اس کے حقوق نہ مل جائیں' چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ دنیائے عالم میں اسلام واحد ایسا مذہب ہے جو بلا تفریق پوری انسانیت کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے' چاہے مسلم ہو یا کافر' مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام' امیر ہو یا غریب اسلام اس تفاوت و امتیاز کو مٹاتے ہوئے اعلان کرتا ہے

یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا

اگر اسلام میں امتیاز ہے تو یہی ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انسانو!

كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ

اسلام کے آتے ہی سارے امتیازات مٹ گئے عربی' عجمی میں فرق نہ رہا کالے اور گورے کا فرق ختم کر دیا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ضابطہ بیان فرمایا:

لَافَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرٍ عَلٰى اَسْوَدٍ وَلَا اَسْوَدٍ عَلٰى أَحْمَرٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰى [۱]

آزاد و غلام کا فرق مٹاتے ہوئے قرآن اعلان کرتا ہے کہ اسلامی قانون سب کے لیے مساوی ہے' جس طرح غلام کے لیے ہے اسی طرح آزاد کے لیے بھی ہے

الحر بالحر والعبد بالعبد

عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے حکم فرمایا:

---

[۱] (مسند احمد ۵/۴۱۱)

و عاشروهن بالمعروف.

بچوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں انہیں فقر و فاقہ کے ڈر سے زندہ درگور کیا جاتا ہے، اسلام کے آتے ہی ان کی جانیں محفوظ ہوگئیں

ولا تقتلوا اولادكم خشية املاق.

اسلام نے یہ کہہ کر ان کی جانوں کا تحفظ کردیا اسلام نے **و قولو اللناس حسنا** کہہ کر پوری انسانیت کے ساتھ اچھے تعلقات کا درس دیا۔

سامعین مکرم! اسلام کی یہ بھی تعلیم ہے کہ بڑوں کی عزت کی جائے، چھوٹوں پر رحم کیا جائے اور ایسا نہ کرنے والے پر اسلام نے وعید بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرَنَا [1]

والدین کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **وبالوالدين احسانا ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما**

اسلام نے خادموں سے عفو و درگزر کرنے کا حکم فرمایا:

اُعْفُوْا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

یتیموں کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان الذين يا كلون اموال الیتٰمٰى ظلما إنما ياكلون فى بطونهم نارا و سيصلون سعيرا.

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتي هي احسن.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مملوک اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

فَاَكْرِمُوْهُمْ كَكِرَامَةِ اَوْلَادِكُمْ وَاَطْعِمُوْهُمْ كَمَا تَاْكُلُوْنَ.

نسل انسانی کیساتھ ہمدردی و فیاضی کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ. [2]

---

[1] (مجمع الزوائد ۸/۱۳) کتاب الادب) [2] (بخاری ۲/۱۰۹۷)

حکمرانوں کیلئے ضابطہ حیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثٌ: سُلْطَانٌ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَ رَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَ مُسْلِمٍ وَ عَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عَيَالٍ۔ [۱]

پڑوسی کے حقوق بتاتے ہوئے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ [۲]

انسانی رواداری کا حق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِذَا كَانُوْا ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ۔ [۳]

سلطان اور بڑوں کی تکریم و تعظیم کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرِ الْغَالِيْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِيْ عَنْهُ وَ اِكْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔ [۴]

بغض اور حسد کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ۔ [۵]

اور دوسری جگہ فرمایا **اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْاَحَادِيْثِ** [۶]

بدظنی اور بے اعتمادی سے روکا گیا لوٹ مار اور غارت گری کو حرام قرار دے دیا

اتحاد و اتفاق کا درس دیتے ہوئے فرمایا **واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا**

باہم آزاری سے منع کرتے ہوئے فرمایا **يا ايها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم**

مزدور کا حق بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا **اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عِرْقُهٗ** [۷]

ناحق قتل سے منع کرتے ہوئے فرمایا **ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق**

عہد و پیمان کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا **و اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا**

---

۱ (مشکوٰۃ ۴۲۲) ۲ مشکوٰۃ ۴۲۲) ۳ (بخاری ۲/۹۳۰ کتاب الاستئذان) ۴ مشکوٰۃ ۴۲۳) ۵ (بخاری ۲/۸۹۷ کتاب الادب باب الهجرة)
۶ (بخاری ۲/۷۷۲ کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبة أخيه) ۷ (ابن ماجه ۱۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن ظن کو حسن عبادت فرما کر پوری انسانیت کی فلاح و بقا کا راز سمجھا دیا' یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسانی حقوق کو آئینی و اخلاقی حیثیت دیکر مذاہب عالم سے اپنی فوقیت کو منوا دیا۔

سامعین کرام! اگر آج بھی انسان اپنے حقوق کا تحفظ کرتا ہے یا تحفظ چاہتا ہے تو اسلام کے دامن کو تھام لے' اسلام کی آغوش میں آجائے' ساری دنیا اپنے حقوق کے حصول کے لیے پریشان ہے' لیکن افغانستان میں جب سے اسلامی نظام آیا تو پھر حق والوں کو اپنے دروازے پر حقوق ملنے لگے' گلی کوچوں میں عدل وانصاف کا چرچا ہونے لگا' یہ سب اس لیے ہوا کہ وہاں اسلامی قانون بنا' اسلامی آئین بنا اسلامی دستور بنا' دنیا میں اگر کوئی ضابطہ کوئی قانون چل سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام کا ہے

یہ آئین قرآن ہے سارے جہاں کے لیے
یہی رونق ایمان ہے مسلماں کے لیے

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام اور انسانی حقوق (۲)

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

امابعد: قال اللہ تعالیٰ: ولقد کرمنا بنی آدم

و قال اللہ تعالیٰ: ومن قتل نفسا بغیر نفس الخ

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللہِ وَ اَحَبُّھُمْ اِلَی اللہِ اَنْفَعُھُمْ لِعَیَالِہٖ[۱]

معزز علماء کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک عزیز طلبہ ساتھیو! آج پوری دنیا میں انسانی حقوق ہیومن رائٹس کے نام پر ایک پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، عالم کفر پوری دنیا کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ اسلام ایک تنگ نظر اور متشدد مذہب ہے اور اسلام میں انسانی حقوق کی کوئی قیمت نہیں ہے جب کہ اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ اگر دنیا کو انسانی حقوق کا معمولی سا ادراک ہے تو وہ بھی اسلامی تعلیمات کی اساس پر ہے۔

سامعین کرام! اس پروپیگنڈہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آج کے دور میں ہر شخص نے انسانی حقوق کی اپنی ایک تعبیر کی ہے اور اپنی ہی تعبیر اور نظریے کو معیار بنا کر دنیا پر مسلط کرنا چاہتا ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر شخص کے خود ساختہ نظریے کو انسانی حقوق کے لیے بنیاد بنانا بے جا ہے اب آیئے دیکھتے ہیں کہ انسانی حقوق کیا ہیں اور اسلام میں انسانی حقوق کی تعیین کے لیے ایک ایسا ضابطہ اور نظام ملتا ہے جسے خود ساختہ فلسفہ یا انسانی عقل کا اختراع کہہ کر مسترد نہیں کیا جاسکتا وہ ضابطہ اور میزان وحی الٰہی ہے اسلام میں انسانی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنی لازوال کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقدس اور مبارک اقوال میں بیان کیا ہے۔

سامعینِ کرام! اللہ رب العزت نے انسانیت کی عزت وتکریم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر والبحر و رزقناھم من الطیبات

---

[۱] (مشکوۃ ۴۲۵)

و فضلناهم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا.

انسانیت کے حقوق عامہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا ایها الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

مذہب اسلام کو صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے حقوق کا علمبردار قرار دے کر ارشاد فرمایا:

لاینهٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم و تقسطوا الیهم ان اللہ یحب المقسطین!

اسلام انسان کو شخصی زندگی میں آزاد چھوڑتا ہے حتیٰ کہ کسی غیر مسلم کو مذہب بدلنے پر جبر نہیں کرتا **لااکراہ فی الدین** دوسری جگہ ارشاد ہے **افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین**

اسلام نے انسان کے اقتصادی نظام کا خیال رکھتے ہوئے زکوۃ اور صدقات کا حکم دیا ہے **و فی اموالهم حق للسائل و المحروم**

سود جیسے ناسور کے معاملے سے منع فرمایا ہے جس میں مال صرف امیروں کے ہاتھ میں آ کر غریبوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اسلام انسان کی جان کی حفاظت کا حکم دیتا ہے

و من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعا:

اسلام انسان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی غیبت کو حرام قرار دیتا ہے: **ولا یغتب بعضکم بعضا** انسان کے انساب کی حفاظت کرتے ہوئے زنا سے منع فرمایا: **و لا تقربوا الزنیٰ** اسی طرح حدیث میں بھی انسانی حقوق کے تحفظ کا درس دیا گیا ہے چنانچہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللہِ وَ اَحَبُّهُمْ اِلَی اللہِ اَنْفَعُهُمْ لِعَیَالِہٖ. (الحدیث)[1]

---

[1] (مشکوٰۃ ۴۲۵)

نگ و نسل اور نسب کے امتیاز کو مٹاتے ہوئے فرمایا:

لا فضلَ لعربيٍّ على عجميٍّ ولا لعجميٍّ على عربيٍّ. (الحديث)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے دور خلافت میں مردوں اور عورتوں بوڑھوں بچوں قیدیوں یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کا ایسا تحفظ کیا کہ انہوں نے پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ اسلام ایک انسان دوست مذہب ہے۔

اس کے بعد مسلمان حکمرانوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کرتے ہوئے پوری انسانیت کے حقوق کا تحفظ کیا ہے حتیٰ کہ حالت جنگ میں بھی کفار کے عبادت خانوں سے تعرض نہیں کیا اور نہ ہی ان کی عورتوں بوڑھوں اور بچوں کو قتل کیا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات پر تاریخ گواہ ہے۔

سامعین کرام! آج اہل مغرب اسلام دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے اس انسان دوست مذہب پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں کبھی تو ان عورتوں کی آزادی کا نعرہ لگا کر ان کو انسانیت کے دائرے سے نکال رہے ہیں جن کو اسلام نے حیاء کی چادر پہنا کر ماں بہن بیٹی اور بیوی جیسے مقدس رشتوں کا درجہ دے کر ان کے ساتھ نرمی کا حکم دیا اور کبھی اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ اور وحشیانہ قرار دے کر اعتراض کر رہے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ساری سزائیں انسانیت کی بھلائی کے لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولكم في القصاص حياة يا اولي الالباب لعلكم تتقون

اور اسی طرح حد زنا، حد قذف، حد سرقہ اور دوسری سزاؤں سے انسان کی جان و مال اور عزت کو تحفظ ملتا ہے اور کبھی جہاد جیسے مقدس فریضے کو دہشت گردی قرار دے کر مذہب اسلام پر انسانی حقوق کو پامال کرنے کا الزام لگایا جا رہا ہے لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ جہاد ان چند عناصر کیخلاف ہوتا ہے جو معاشرے کے امن و سکون کو تباہ کرتے ہیں۔ چنانچہ رب کریم کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة

الغرض اسلامی احکام چاہے جہاد ہو یا اسلامی سزائیں ہوں یا دیگر احکام ہوں تمام کے تمام انسانی حقوق کے علمبردار اور مقتضائے عقل کے عین مطابق ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العالمين

وما علينا الا البلاغ المبين

اسلام اور انسانی حقوق (۳)

ان الحمد لمن اقام لعباده حقوقًا لحیاتهم والصلوة علی من اجداها بکمالها اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی و ینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تذکرون صدق اللہ العظیم

دیا درسِ حقوق ابن آدم میرے مذہب نے
لکھا صفحات ہستی پر یہ کالم میرے مذہب نے
ہر ایک لوٹے ہوئے حق کو کیا شقِ بہار اس نے
بدل ڈالی ہے یوں تصویرِ عالم میں میرے مذہب نے

ارباب فکر و دانش! انجمن شناسان محفل! اور مکتبِ عشق کے ہمسفر ابابیلو!

راہ موضوع سخن میں کوئی لفظ ہمسفر اور کوئی حرف، حرف تر نہیں ہو رہا، تنگ دامنِ علم، قلت وقت، اور ہمہ گیر موضوع کا بوجھ اپنے ناتواں شانوں پہ اٹھائے میں اس بزم سخن میں شریک ہونے جا رہا ہوں جہاں اسلام اپنی تعلیمات و تصورات کے آئینے میں انسانی حقوق کی جنگ لڑ رہا ہے، یاد رکھیے! انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے اس کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کا خون محترم ہے انسان کے تمدنِ حقوق میں پہلا حق زندہ رہنے کا ہے او اس کے تمدنِ فرائض میں پہلا فرض زندہ رہنے دینے کا ہے، اس قانون کی پاسداری کرنے والا دنیا کی تہذیبوں میں صرف ایک مذہب ہے، جس کی مقدس تعلیمات میں **ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق** کا آفاقی درس موجود ہے، سانس لینے کی آزادی اور اس کی بقا پانے کے بعد ایک انسان انسان ہونے کے ناتے اس امر کا متقضی ہے کہ اسے تحفظِ مال کا حق فراہم کیا جائے قربان جائیے! اس مذہب پر...... جس نے تحفظ مال کا حق فراہم کیا، **ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل،** انسانی قانون زیست کی تیسری دفعہ...... انسان کو معاشرے کا باعزت فرد تصور کیا جائے، سو اسلام اس حق کا بھی پاسبان ہے **یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم**

عسی ان یکونوا خیرا منهم چوتھا حق اکتساب رزق کی آزادی:..... اسلام نے وابتغوا من فضل الله کہہ کر نہ صرف یہ حق فراہم کیا بلکہ معیشت کے قوانین اربعہ ترجیحات کا تعین وسائل کی تخصیص، آمدنی کی منصفانہ تقسیم اور ترقی جیسے مسائل کو بھی بحسن وخوبی حل کیا ہے یہ وہ مسائل ہیں جنہیں کیپٹل ازم اور سوشلزم جیسے معاشی نظام بھی حل نہ کر سکے یہ اسلام ہی ہے جو ذاتی منافع کے محرک کو نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی طرح بے لگام چھوڑتا ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی طرح اس کا گلا گھونٹتا ہے، پانچواں حق آزادی مساوات ہے لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَسْوَدٍ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی چھٹا حق فراہمی انصاف ہے اسلام نے کارخانہ دنیا میں عدل کا جو خاکہ پیش کیا ہے وہ خاکہ آج کی تہذیبوں میں عنقاء ہے واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ساتواں حق حصول تعلیم کی آزادی اسلام نے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ کی صدا اس وقت بلند کی جب اہل عرب تیرگی جہل میں غرق ہونے کو سرمایہ افتخار سمجھتے تھے' آٹھواں حق نقل وحرکت کی آزادی ہے قل سیروا فی الارض نواں حق رائے کی آزادی...... دین فطرت نے و امرهم شوری بینهم کا تصور دے کر ہر اس رائے کا احترام کیا جس کی آڑ لے کر کسی کی آبروریزی نہ کی گئی ہو' دسواں حق استحقاق وراثت' دین محمدی کے غنچہ تصور میں ذی محرم اور عصبیات کو رشتہ داری اور مراتب کے اعتبار سے میراث کا حقدار ٹھہرایا گیا' گیارہواں حق عقیدے کا تحفظ، اسلام نے ہر اس غیر مسلم کے عقیدے کو تحفظ دیا جو جزیہ لے کر اسلامی سلطنت کا مکین ہو جائے لا اکراہ فی الدین کا درس اسی تصور کا آئینہ دار ہے، یہ وہ حقوق ہیں جن کی باہمی اجتماعیت سے ایک کامیاب معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور سلام ہو اس بے مثال مذہب پر جس کے دریچہ ارشادات سے یہ مقدس بہاریں گزرتی ہیں۔

سنوارے ہیں میرے مذہب نے ایسا گلشن ہستی
کہ عالم یاد رکھے گا میرے مذہب کے احسان کو

سامعین ذی قدر! بدنی' مالی اور قرابتی ان تینوں قسموں کے حقوق کا تصور پیش کر کے

اسلام نے انسانی زندگی کی بہاروں کو گل فشاں کر دیا اور ان حقوق کا تصور ہر اس فرد کے لیے جو انسانی رشتے سے متعلق ہے چنانچہ......

ان حقوق کا تصور

والدین کے لیے بھی ہے	ووصینا الانسان بوالدیه احسانا
اولاد کے لیے بھی ہے	ولا تقتلوا اولادکم من املاق
میاں بیوی کے لیے بھی ہے	هن لباس لکم و انتم لباس لهن
رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے بھی ہے	فَاٰتِ ذالقربی حقه والمسکین و ابن السبیل
یتیموں کے لیے بھی ہے	وان تقوموا للیتامٰی بالقسط
حاجت مندوں کے لیے بھی ہے	و فی اموالهم حق للسائل والمحروم

ان حقوق کا تصور غلاموں کے لیے بھی ہے حتیٰ کہ اسلام نے جگہ جگہ **فتحریر رقبة** کہہ کر غلاموں کی آزادی کے بہانے ڈھونڈے ہیں۔ع

غلاموں کو دیا اس شان سے پیغامِ آزادی
کہ گردش میں ہے چودہ سو برس سے جامِ آزادی

فدایانِ ملت! مستشرقین شرق وغرب اور کار پردازان یورپ کی طرف سے یہ الزام بے بنیاد اور سراسر غلط ہے کہ اسلام حقوق کے معاملے میں جانبدار مذہب ہے ایسے الزامات چودہ صدیوں سے دہرائے جا رہے ہیں مگر آفتابِ اسلام اپنی آب و تاب کے ساتھ یوں ہی نورانی کرنیں بکھیرتا رہے گا اور سازشی کفر...... شرمندہ رہے گا' دین قیامت تک رہے گا یاد رکھنا!

ہوائے شب تجھے آیندگاں سے ملنا ہے
سو تیرے پاس امانت ہے گفتگو میری

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین و قال علیه الصلوٰة والسلام إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا.

تم شوق سے کالج میں پلو پارک میں پھولو — جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد — اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اربابِ عقل ودانش، اصحابِ فکرونظر اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج کی اس پررونق اور باوقار محفل میں جس عنوان پر لب کشائی کرنا چاہتا ہوں وہ ہے ''اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت''

عزیزانِ گرامی! اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت کا اندازہ آپ ان تاریخی حقائق وشواہد سے لگا سکتے ہیں کہ جب محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پوری انسانیت کے لیے عظیم الشان مثالی معلم بن کر تشریف لائے تو صرف تیئس سال کی مختصر مدت میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اس کی برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے پوری انسانیت کو انگشت بدنداں کر دیا یہ اسلامی نظام تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ صحرائے عرب کے وحشی، علم ومعرفت اور تہذیب و تمدن سے بالکل کورے پوری دنیا میں علم وحکمت اور تہذیب وشائستگی کے چراغ روشن کرتے ہیں جہاں ہر طرف قتل وغارت گری کی آگ بھڑک رہی ہے وہاں امن وآشتی کے گلاب کھل اٹھتے ہیں جہاں ظلم کا دور دورہ تھا وہاں عدل وانصاف کی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں جہاں پتھر کے بت سجائے جا رہے تھے وہاں توحید کا پرچم لہرانے لگتا ہے اور بالآخر عرب ہی کے صحرانشین ایران وروم کی عظیم سلطنتوں کے وارث بن جاتے ہیں اور ساری دنیا ان کے عدل وانصاف ان کی رحم دلی اور ان کی شرافت نفس کے گن گانے پر مجبور ہو جاتی ہے یہ سب کچھ کیا تھا؟ یہ اسلامی نظامِ تعلیم کا کرشمہ تھا۔ شاعر نے خوب اس کی عکاسی کی ہے۔

دُرفشانی نے تیرے قطروں کو دریا کر دیا — دل کو زندہ کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

عزیزانِ محترم! جب کسی قوم کا شیرازہ منتشر کرنا مقصود ہوتا ہے یا اسے قومی حیثیت سے مٹانے کا منصوبہ ہوتا ہے تو اس کے نظامِ تعلیم کو تبدیل کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس سے اس قوم کے نوجوانوں کا نقطۂ نظر اور زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے اور اندازِ فکر میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں شاطر انگریز نے کرسی اقتدار پر براجمان ہوتے ہی وہاں کے رائج اسلامی نظامِ تعلیم کی شکل کو مسخ کر دیا اور طلبہ کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا ایک طبقہ سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کی خاطر اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا رخ کرنے لگا جبکہ دوسرا طبقہ دین و مذہب کی حفاظت کی خاطر مدارسِ دینیہ میں تعلیم حاصل کرنے لگا جیسا کہ اسلامی نظامِ تعلیم کی جگہ متبادل انگریزی نظامِ تعلیم دراصل مسلم قوم کو غلام بنائے رکھنے کی ایک فرنگی سازش تھی اور بقولِ ابوالکلام آزاد کے نئی نسل کی ذہانت کے چشموں کو خشک کرنے اور بقولِ اکبرالٰہ آبادی کے بچوں اور نوجوانوں کی صلاحیتوں کو قتل کرنے کی فرعونی سازش تھی۔ اکبر نے اسی طرف اشارہ کر کے کہا

یوں قتل میں بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا   افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

محترم سامعین! علماء کرام نے قرآن و سنت اور اسلامی نظامِ تعلیم کو باقی رکھنے کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی اور اسلامی ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کا وعدہ کیا تھا اس کے ساتھ ہی ایک طبقہ سامنے آیا جس نے قوم کو جدید علوم سے بہرہ ور کرنے کی ذمہ داری قبول کی سائنس اور ٹیکنالوجی پڑھانے کا وعدہ کیا انگریزی اور جدید زبانوں کی تعلیم اپنے ذمے لی انہیں اس کام کے لیے ریاستی مشینری کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ لیکن قوم کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں آج کی قوموں کے برابر نہ لاسکے اور آج اپنی ناکامی کی ذمہ داری اسلامی نظامِ تعلیم اور دینی مدارس کے سر تھوپ کر اپنی نااہلی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں میں آج اسی اجتماع دانشمندوں سے سوال کرتا ہوں کہ وہ انصاف سے کام لے اور یہ فیصلہ کرے کہ نااہل کون ثابت ہوا اور اپنی ذمہ داری کس نے پوری نہیں کی؟

آج اگر ملک کے کسی گوشے میں دینی تعلیم کا انتظام نہیں، قرآن و سنت کی راہنمائی لوگوں کو میسر نہیں اور اسلام کی آواز نہیں لگ رہی تو علماء کرام مجرم ہیں لیکن سائنس اور ٹیکنالوجی میں

دوسری قوموں سے پیچھے رہنے کی ذمہ داری ان پر نہ ڈالیے؟ یہ ناانصافی ہے اس کے بارے میں ان سے پوچھیے جنہوں نے اس کی ذمہ داری قبول کی تھی اور اس کے لیے سرکاری خزانے کے کھربوں روپے تک انہوں نے خرچ کر ڈالے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو مساجد میں نماز پڑھانے کیلئے امام میسر ہیں؟ قرآن کریم کی تعلیم کے لیے قاری مل رہے ہیں؟ رمضان میں قرآن سنانے کے لیے حافظ مل جاتے ہیں؟ جمعہ پڑھانے کے لیے علماء کرام سے ملک کا کوئی گوشہ خالی تو نہیں؟ اس سے اگلی بات کہ میدان جنگ میں کفر کے خلاف صف آراء ہونے والے مجاہدین بھی ان مدارس سے آپ کو مل رہے ہیں کہ نہیں بلکہ انہی مدارس اور اسلامی نظام تعلیم کی بدولت مفتی محمود جیسے سیاست دان اور دانشور پیدا ہوئے جس کی نظیر آج کی پوری دنیا میں نہیں مل سکتی۔

مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتَيْنَ بِمِثْلِهٖ ۞ وَلَقَدْ اَتٰى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهٖ

اسی اسلامی نظام تعلیم ہی کے تربیت یافتہ نوجوانوں نے افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کی داغ بیل ڈال کر مثالی عدل وانصاف قائم کیا اور اہل دنیا کو بتا دیا کہ اگر امن وآشتی اور عدل وانصاف چاہتے ہو تو وہ ایک ہی نظام سے ممکن ہے وہ نظام ہے اسلامی نظامِ تعلیم۔

میں جمعیت طلبۂ اسلام کے نوجوانوں اور اپنے ہم مشن ہم دم ساتھیوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلامی نظامِ تعلیم کی اہمیت کو آشکارا کرنے کے لیے ہمیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کام کرنا ہوگا اس کے لیے بہترین اور موثر طریقہ اپنا کر ہم سب تعلیمی اداروں میں پھیل جائیں طلبہ کو صحیح عقائد و نظریات اور اسلامی اقدار سے روشناس کرائیں موجودہ نظامِ تعلیم کی خرابیوں اور نقائص اور اسلامی نظام تعلیم کی خوبیوں اور فوائد سے ان کو آگاہ کریں اور ان کو بتائیں کہ جب تک موجودہ نظام تعلیم کو بدل کر اس کی جگہ فنی اور اسلامی بنیادوں پر مبنی نصابِ تعلیم رائج نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ملک مستقل طور پر معاشی اور معاشرتی بحران سے نہیں نکل سکتا اور انگریزی تعلیم کی غلامی کا قلادہ پہن کر آزادی کے گن گانا اور انقلاب وترقی کے خواب دیکھنا ایں خیال است و محال است وجنوں...... اسلامی نظام تعلیم کے بغیر محفل کا رنگ بدلنے کا دعویٰ اور عدالتوں میں عدل وانصاف کے قیام کا دعویٰ کرنے والوں کے فلسفہ کا پردہ ایک مرد قلندر نے یوں چاک کیا۔

اسلام اور دہشت گردی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من قتل نفساً بغیر نفس اور فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا الخ و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ صدق اللہ العظیم

دل کا ہر داغ تبسم میں چھپا رکھا ہے
ہم نے ہر غم کو غمِ یار بنا رکھا ہے
نوکِ پر خار سے پوچھو وہ گواہی دیں گے
ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے

انتہائی قابل صد احترام علماء کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک غیور نوجوان ساتھیو! آج آپ کے سامنے اسلام اور دہشت گردی کے موضوع پر چند معروضات پیش کروں گا اللہ سے دعا ہے کہ مجھے صحیح صحیح کہنے اور ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم حضرات! ذرائع ابلاغ کی جانبدارانہ پالیسی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو ظلم، وحشت و دہشت کا مذہب قرار دینے کی ہمہ جہت کوششیں ہو رہی ہیں میڈیا اس وقت اپنی خبروں اور ہر قسم کی تخلیقات کے ذریعے یہ تاثر عام کرنے کی فکر میں ہے کہ اسلام اور امن میں کوئی جوڑ نہیں ہے حالانکہ اس کے اس تجزیے کی تغلیط کے لیے تو صرف اتنی ہی بات کافی ہے کہ لفظ اسلام کے مفہوم میں ہی امن و سلامتی کا معنی ہے چنانچہ سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف یوں کی ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ[1] اور اسلام کے مترادف لفظ ایمان کے مفہوم میں بھی امن و سلامتی مضمر ہے اسی لیے تو میرے آقا نے مومن کی تعریف یوں کی ہے اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ

---

[1] (بخاری ۶/۱)

وَ اَمْوَالِهِمْ اب آپ فیصلہ کیجئے جس دین کے تسمیہ میں امن وسلامتی ملحوظ ہو اس کی دیگر تعلیمات امن سے کیسی خالی ہو سکتی ہیں۔

محترم حضرات! اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ امن کا جو درس اسلام نے دیا کسی مذہب نے ایسا درس نہیں دیا قرآن پڑھنے والے جانتے ہیں کہ یہود اور کفار مکہ کی لڑائی کا دستور تھا کہ جب ایک دوسرے پر غالب آتے تو کمزوروں کو قتل یا جلاوطن کرتے اسلام نے ان کو اس فتنہ وفساد سے روک کر امن کی یوں تعلیم دی:

لاتسفکون دماء کم ولا تخرجون انفسکم من دیار کم

اسلام سے پہلے قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا ایک قتل کے بدلے ہزاروں جانیں ضائع ہو جاتی تھیں خاندان کے خاندان جنگ کی زد میں آجاتے لیکن ان کو اس فتنہ وفساد سے باز رکھنے کے لیے قصاص کا حکم صادر فرما کر امن کی وہ فضا قائم کی کہ کسی کو فساد کی جرأت نہ ہوئی۔

امن کی تعلیم قرآن نے اس انداز سے بھی دی ہے کہ ایک ناحق قتل کو پوری مخلوق کے قتل کے مترادف قرار دے کر فرمایا **من قتل نفساً بغیر نفس الخ** اس کی تعلیم قرآن نے اس انداز سے بھی دی ہے کہ فتنہ وفساد اور بدامنی کو قتل سے بھی برا قرار دیا **والفتنة اکبر من القتل** اور امن کی خاطر اس فتنے کو جڑ سے ختم کرنے کا حکم دیا **و قاتلو هم حتی لا تکون فتنة**

امن کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن نے اس ماحول سے بھی منع کیا جہاں بدامنی کا شبہ ہو رب ذوالجلال نے قرآن میں جمعے کے متعلق فرمایا **فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا** میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ لوگ تو عبادت کے لیے رب کے سامنے سر جھکانے کے لیے جمع ہوئے تھے تو منتشر ہونے کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے غور کرنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ بدامنی پیدا نہ ہو اسلام کو دہشت گرد کہنے والے ذرا اپنی تاریخ پر نظر ڈالیں تاریخ ان کے ظلم وستم کی داستانیں سنا رہی ہے عیسائیوں نے جب یروشلم کو فتح کیا تو (۷۰۰۰۰) سے زائد مسلمان مرد عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا روس میں سوشلزم کے انقلاب میں چار کروڑ افراد ہلاک ہوئے چین میں کمیونزم نافذ کرنے کے لیے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دی گئی کوریا میں دو سال

کے اندر پچاس لاکھ مرد و عورتیں ہلاک ہوئیں عالمی امن کی علمبردار مغربی دنیا نے جنگ عظیم اول و دوم کی صورت میں پوری دنیا کو تباہی کی بھٹی میں جھونکا' جنگ عظیم اول میں ساڑھے چھ کروڑ افراد دھکیلے گئے ایک کروڑ فوجی میدان میں مارے گئے ڈیڑھ کروڑ شہری قتل ہوئے دو کروڑ سے زائد افراد دائمی معذور ہوئے لاکھوں بچے یتیم ہوئے پچاس لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں عالمی دہشت گرد امریکا نے عراق وایران کو لڑا کر چار لاکھ عراقی اور چھ لاکھ ایرانیوں کو مروادیا عراق وافغانستان پر حملہ کر کے دو لاکھ عراقی اور ۱۰ لاکھ افغان مجاہدین وعوام کو موت کے منہ میں دھکیلا پورا ملک کھنڈرات کا نمونہ بن گیا ہزاروں کی تعداد میں مساجد و مدارس کو شہید کر دیا گیا لیکن افسوس ہے اس بات پر خود دہشت گردی میں حد کرنے والے اس مذہب پر انگلی اٹھا رہے ہیں جس نے دنیا کو امن کا راستہ دکھلایا اس ذات پر انگلی اٹھا رہے ہیں جس نے امن کا پیغام دیتے ہوئے پوری مخلوق کو ایک کنبہ قرار دے کر فرمایا:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ وَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ.[1]

وہ ذات جس نے گالیاں سن کر بھی دعائیں دیں وہ ذات جس نے اپنے دشمن کے گھر کو دارالامان قرار دیا تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ

نافذ جو اس ملک میں اسلام کا قانون ہوجائے
ہر آفت سے یہاں خلق خدا مامون ہوجائے

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۲۵)

اسلام اور عصبیت

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ومن اٰیاتہ خلق السمٰوٰتِ والاضِ وَاختِلافُ اَلسِنَتِکُم وَالوَ انِکم ان فی ذالک لأیاتٍ لِلعٰلمین و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَیسَ مِنّا مَنْ دَعَا إِلَی عَصَبِیَّۃٍ[1] صدق اللہ و صدق رسول النبی الکریم ...... اما بعد

بتان رنگ و بو کو چھوڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ افغانی نہ ایرانی

قابل صد تکریم اساتذہ کرام اور وارثان نبوت و اکابر ملت! بزم شاہ عزیٔ شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! جو موضوع میرے دامن سخن کی زینت ہے وہ ہے "اسلام اور عصبیت" سامعین مکرم! حق و باطل کی پرواہ کیے بغیر اپنی قوم واپنے وطن کی بے جا طرفداری کرنا عصبیت کہلاتا ہے اگر آپ ساڑھے چودہ سو سال قبل کے اوراقِ تاریخ کی ورق گردانی کریں تو اسلام کی شمع ہدایت کے فروزاں ہونے سے پہلے پوری دنیا میں قومیت و عصبیت کا تاریک اندھیرا عالمی افق پر سایہ فگن نظر آتا ہے مگر دین اسلام چہار دانگ عالم میں جلوہ گر ہو کر شجر عصبیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے استیصال عصبیت دینِ اسلام کے بنیادی اصولوں کا حصہ بن گیا امام ابو بکر الجصاص احکام القرآن میں رقم طراز ہیں:

إِنَّ التَّفَرُّقَ اَلْمذمُومَ المَنْهِیّ عَنهُ فِیْ ایۃٍ هُوَ مِنْ اُصُولِ الدِّیْنِ وَالْاِ سْلاَمِ.

عصبیت کا تعلق عموماً کبھی نسب کے ساتھ ہوتا ہے کبھی رنگ و زبان کے ساتھ ہوتا ہے کبھی مذاہب و علاقات سے ہوتا ہے عصبیت کا بنیادی عنصر حسب و نسب پر تفاخر ہے تفسیر کبیر میں امام فخر الدین الرازیؒ لکھتے ہیں:

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۱۸)

الأمورُ الّتی یُفتخرُ بھا فِی الدّنیا وَ انِ کانت کَثِیرۃً لکنَّ النّسبَ اَعْلاھا
اپنی قوم سے محبت کا درس تَعَلَّمُوا مِنْ اَنسابِکم مَا تَصِلُونَ بِہٖ اَرحَامَکم کہہ کر خود
دین اسلام نے دیا ہے مگر نسبی عصبیت کا خاتمہ کبھی الَّذِیْ خَلَقَکُم مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ کہہ کر،
کبھی اِنَّ اللّٰہَ لَا یسالکم عنْ اَحْسَابِکُم وَلَا عَنْ اَنسَابِکم یَومَ القِیٰمَۃِ کہہ کر، کبھی
لینھینَّ اَقْوَام یَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِھِم کہہ کر نسبی عصبیت کا استیصال دامنِ اسلام سے وابستہ نظر
آتا ہے فاتح خیبر داماد پیغمبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماتے ہیں:

النَّاسُ مِن جِھَۃِ التمثیل اکْفَاء ابُوھُم اٰدَمُ وَالاُمُّ حَوَّاءُ
فَاِنْ یکنْ لَھُم من اَصْلِھِم شَرَفٌ یُفَاخِرُوْنَ بِہٖ فالطین والماءُ

عزیزانِ من! عصبیت کا دوسرا پہلو رنگ وزبان کے اختلاف کی وجہ سے بروئے کار لاکر
تعصب وتفاخر کے طریقِ مذموم کو اختیار کرنا ہے مگر یہ پہلو جب اسلام کے دامنِ رحمت سے
گزرتا ہے تو وَمِنْ اٰیاتِہٖ خَلْقُ السمٰوٰتِ وَالاَرْضِ واخْتلافُ اَلْسِنَتِکُم وَاَلْوَانِکُم
کہہ کر رنگ وزبان کے اختلاف کو معرفتِ خداوندی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اِنَّ فی ذالک
لَاٰیاتٍ للعٰلِمِیْنَ کہہ کر اربابِ فکر ونظر وارثانِ قلب وجگر کے لیے معرفتِ الٰہی کا سامان فراہم
کیا جاتا ہے لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی
اَحمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ علٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتقوٰی کہہ کر رنگ وزبان کی عصبیت کا خاتمہ دامنِ
اسلام سے وابستہ نظر آتا ہے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے:

اَمِنَ العَصَبِیّۃِ ان یُحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ قَالَ لَا، وَلکن مِنَ العَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ
الرجل قَوْمَہٗ عَلٰی ظُلْم،

صاحبِ مفردات القرآن علامہ راغب اصفہانی "ظلم" کے معنی لکھتے ہیں

وَضعُ الشی علی غیر محلِّہٖ

کسی چیز کو اس کے مقام ومرتبے سے ہٹانا ظلم کہلاتا ہے انسانیت کا مرتبہ ومقام بھی
کُلُّکم بَنُو اٰدَمَ و اٰدَمُ مِنْ تُرابٍ انسانیت کا مقام مَا خَلْقُکم وَلَا بعثکم اِلَّا کَنَفْسٍ

وَّاحِدَةٍ کے معیار پر پورا اترتا ہے قومیت ولسانیت عصبیت کا سلوک کرنا انسانیت کو مرتبہ سے ہٹا کر ظلم کا ارتکاب کرنا ہے جسے اسلام کی انقلاب آفریں تعلیمات نے اقوامِ عالم میں وجود پذیر ہو کر خاتمے کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے اور انسانیت کو درسِ اجتماعیت دے کر یہ بات باور کرائی ہے

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

عزیزانِ من! عصبیت کا تیسرا پہلو قبائل و وطن کی صدا بلند کرنا ہے جسے دینِ اسلام نے اپنے ابرِ رحمت سے ساکت کیا ہے **یا ایھا الناسُ اِنّا خلقنٰکم مِن ذَکرٍ وَّ اُنثیٰ وَجعلنٰکم شُعُوبًا وَ قبائلَ لِتعارفُوا** کبھی اوس وخزرج کی لڑائی کو **اَبِدعوَی الجَاھِلِیّۃِ وَ اَنا بَینَ اَظھرِکُم بَعدَ اِذ اَکرَمکُم اللہُ بالاِسلام** کہہ کر قبائلی عصبیت کا سدِّ باب کیا جاتا ہے مذہبی عصبیت کی بات آتی ہے تو **المُسلِمونَ اِخوۃٌ لا فضلَ لاحدٍ علی اَحَدٍ اِلّا بالتقویٰ** کہہ کر انسدادِ عصبیت کر دیا جاتا ہے آج امت کے انحطاط و زوال کا سبب عصبیت کا پرچار کرنا ہے جس کی وجہ سے انسان سے وسعتِ ظرف ونظر سلب ہو جاتی ہے انسانی خون پانی سے زیادہ ارزاں ہو جاتا ہے بقول ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے:

التفاخُرُ بالانساب تقتضِی تکبُّرًا و احتقارَ مُسلِمٍ۔

قومیت ولسانیت نے خاندانوں کے بستے باغات کو تباہی و ویرانی کے ایسا نذر کر دیا کہ

اجڑا ہوا تیری آنکھوں کے سامنے چمن کل تھا
بتاتا باغباں رو کر یہاں غنچہ یہاں گل تھا

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عصبیت اور قومیت ایک معاشرتی ناسور

الحمدللہ والصلوۃ علی نبیہ و علی آلہ و اصحابہ المتادبین باد ابد، اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم! لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃٍ وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ[1]

تفریقِ ملل حکمت افرنگ کا مقصود اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم

گرامی قدر صاحب صدر معزز مہمانانِ گرامی! میں جس موضوع پر آپ حضرات کے سامنے لب کشائی کی جسارت کرنے لگا ہوں، وہ ہے "عصبیت اور قومیت ایک معاشرتی ناسور"۔ یہ وہ موضوع ہے جس نے دنیا کو ہمیشہ عالمگیر فساد کی آماجگاہ بنایا اور خلاق عالم نے پوری نوع انسانی کو خطاب کر کے اس عظیم گمراہی سے بچنے کا حکم دیا، نسل، رنگ زبان وطن اور قومی تعصب قدیم ترین زمانے سے آج تک چلا آرہا ہے اور ہر دور میں انسان انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے گرد چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے، ان دائروں کے اندر پیدا ہونے والوں کو اس نے اپنے اور دائروں سے باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا اور یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں، بلکہ صرف اتفاقی پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں، کہیں انکی بنیاد ایک خاندان قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے اور کہیں ایک جغرافیائی خطے میں یا ایک خاص رنگ والی قوم یا ایک خاص زبان والی قوم میں پیدا ہونا ہے۔

ان دائروں نے نفرت، عداوت، تحقیر، ظلم و ستم کی بدترین شکلیں اختیار کی ہیں، اس کے لیے فلسفے گھڑے گئے، قوانین بنائے گئے، قوموں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل درآمد کیا، یہودیوں نے اسی بناء پر بنی اسرائیل کو خدا کی چنیدہ مخلوق ٹھہرایا، "نحن

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۱۸)

ابناء الله و احباؤه" کا نعرہ لگایا' ہندوؤں کے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی اور اونچی ذات والے کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا' کالے اور گورے کی تمیز نے امریکا اور افریقا میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے تاریخ ان کو بھلا نہیں سکتی' یورپ نے براعظم امریکا میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ظاہر ہے اور ایشیاء اور افریقا کی کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کرنے کے پیچھے یہی تصور کارفرما رہا۔

کفریہ طاقتوں نے مسلمانوں کی عظیم ملتِ واحدہ کو ملک وطن رنگ و زبان نسل و قبائل کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان کو باہم لڑوا دیا' اسپین سے مسلمانوں کا تقریباً ایک ہزار سالہ اقتدار اسی آپس کی پھوٹ کی نظر ہوا' ترکی خلافت عثمانیہ اسی ٹکراؤ کے نتیجے میں پارہ پارہ ہوئی' سقوط مشرقی پاکستان کے المناک سانحہ کے لیے بھی بھارت نے اسی وطنی اور لسانیت وقومیت کو آلہ کار بنایا' عرب ممالک تو عربی قومیت کے فریب سے اس کے تلخ و سنگین تجربات کے بعد کسی حد تک نکل بھی گئے' بنگلہ دیش بھی بنگالی قومیت کی تباہ کاریوں سے نڈھال ہو کر مسلم امت کی طرف واپس آ رہا ہے' لیکن پاکستان اور خصوصا کراچی اور اندرون سندھ میں لسانی اور وطنی قومیت کے نئے بت تراشنے کی کوشش کی گئی' جن کا مقصود مسلمانوں کی ملت واحدہ کو پھر پارہ پارہ کرنا ہے۔

لسانی اور وطنی عصبیت نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ مشرقی پاکستان کی طرح اب پھر بھائی بھائی کا گلہ کاٹنے کے درپے ہے' نسلی برتری کے کرشمے اور نازی جرمنی کا فلسفہ نسلیت اگر نگاہ میں رکھا جائے تو بآسانی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا معاشرتی ناسور ہے اور کتنی عظیم اور تباہ کن برائی ہے' جس کی اصلاح کے لیے قرآن کریم کو اعلان کرنا پڑا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ. (حجرات) اس آیت میں ایک جامع تعلیم انسانی مساوات کی ہے کہ کوئی انسان دوسرے کو کمزور نہ سمجھے اور نسب خاندان وغیرہ کی بنا پر فخر نہ کرے' اللہ نے جو خاندان اور قبائل میں مال و دولت کا فرق رکھا ہے وہ تفاخر کے لیے نہیں بلکہ تعارف کے لیے ہے' یہ آیت فتح مکہ

کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا تو قریش مکہ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے فوت ہو گئے ان کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑا اور حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کالے کلوٹے کے سوا کوئی آدمی نہیں ملا جو مسجد حرام میں اذان دے؟ تو رب ذوالجلال نے وضاحت فرما دی کہ فخر و عزت کی چیز در حقیقت ایمان اور تقویٰ ہے جس سے تم لوگ خالی ہو اور حضرت بلال آراستہ ہیں اس لیے وہ تم سب سے افضل و اشرف ہیں۔

گرامی قدر سامعین! سمجھ لیجئے کہ وطنی قومیت' لسانی قومیت' نسلی قومیت' قبائلی قومیت' یہ تمام وہ بت ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم مبارک سے کچلا تھا اگر قرآن میں عصبیت اور وطنی قومیت کی کوئی بنیاد ہوتی تو قرآن کریم یہ اعلان نہ کرتا کہ **انما المومنون اخوۃ** مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں' قرآن کریم نے دنیا میں صرف دو قومیں بلائی ہیں تیسری قوم کوئی نہیں **ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن (التغابن)** ایک قوم کافر ہے ایک مومن ہے اور **الکفر ملۃ واحدۃ** کفر پورا کا پورا ایک ملت ہے' چاہے وہ عیسائی ہوں' یہودی ہوں' ہندو' مجوسی' مشرک' بدھ مت' کمیونسٹ' سوشلسٹ ہوں' یہ سب ایک ملت ہیں' ادھر دوسری طرف سب مسلمان ایک ملت ہیں اور آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہی وہ نعرہ ہے جس پر پاکستان بنا تھا اور یہی وہ دو قومی نظریہ ہے جس کو نظریہ پاکستان کہا جاتا ہے اور اس موقع پر بھارت کی سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے پاکستان کے دو قومی نظریے کو بنگال میں ڈبو دیا ہے اور بعض نجی مجلسوں میں یہ بھی کہا تھا کہ اب ہمارا اگلا ہدف سندھ ہوگا' مسلمانو! خدارا عصبیت اور قومیت کے اس معاشرتی ناسور سے اپنے آپ کو اور پوری قوم کو بچاؤ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو سینے سے لگاؤ اور پٹھان' مہاجر' سندھی' بلوچی' پنجابی کی تفریق کو ختم کر کے بھائی بھائی بن جاؤ۔

کیا تمہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان یاد نہیں جب غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر سن ۶ھ میں دوران سفر دو مسلمان آپس میں الجھ گئے تھے ایک نے اپنی مدد کے لیے یالّلانصار! کہہ کر

اپنے قبیلہ انصار کو پکارا تھا اور ایک نے مہاجرین کو پکارا تھا' جب ان کی یہ آواز میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا **مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ؟** یہ جاہلیت کے الفاظ کیوں پکارے جارہے ہیں؟ لوگوں نے واقعہ بتلایا تو آپ نے فرمایا: **دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ** چھوڑ دوان متعصبانہ اور گروہ بندیوں کے الفاظ کو' کیونکہ ان میں جاہلیت اور کفر کی بدبو ہے۔

کیا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بڑی دل سوزی سے یہ وصیت نہیں فرمائی تھی کہ **لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض**[1] میرے بعد تم کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگو کیا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق طواف سے فارغ ہو کر یہ خطبہ ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنْکُمْ عصبیة الجَاهِلِیَّةِ وَ تَکَبُّرَهَا' اَلنَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِیٌّ کَرِیْمٌ عَلَی اللّٰهِ وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ هَیِّنٌ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ.

شکر ہے اللہ کا جس نے فخر جاہلیت کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کر دیا ہے' اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں' ایک نیک اور متقی' وہ اللہ کے نزدیک شریف اور محترم ہیں اور دوسرا فاجر شقی وہ اللہ کے نزدیک ذلیل وحقیر ہیں۔

کیا میرے آقا نے نہیں فرمایا تھا:

اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ بِسیفیهما فقتل اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَا الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِی النار. (سنن نسائی)

کیا اب جن گھناؤنی عصبیتوں کا صور پھونکا جارہا ہے' ان کے بارے میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ **لیس منا من دعا الی عصبیة، وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّةً، وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ**[2] وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے اور جو عصبیت کی بناء پر لڑے اور جس کی موت عصبیت پر آئے' کیا تمہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان **اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ**[3] مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' یاد نہیں'

[1] (بخاری ۲/۱۰۱۳) [2] (مشکوۃ ص ۴۱۸) [3] (بخاری ۲/۱۰۲۸)

جس نے تھوڑے ہی عرصے میں مشرق و مغرب شمال و جنوب کالے و گورے امیر و غریب عرب و عجم کے بے شمار افراد کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن گئے۔

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام میں پڑوسی کے حقوق

الحمدلله و كفى والصلاة والسلام على من لا نبي بعده' امابعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم' بسم الله الرحمن الرحيم واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين احسانا و بذى القربى واليتمى والمساكين والجار ذى القربى والجار الجنب والصاحب بالجنب و ابن السبيل وما ملكت ايمانكم ان الله لا يحب من كان مختالا فخورا و قال النبى صلى الله عليه وسلم وَاللهِ لا يُؤْمِنُ وَاللهِ لا يُؤْمِنُ وَاللهِ لا يُؤْمِنُ قِيلَ: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ: اَلَّذِىْ لايَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. صدق الله العظيم و صدق رسوله النبى الكريم.

وہ قوم ہی قائد ہے اور فاتح ہے جہاں کی
جس قوم کے اخلاق کی چلتی رہی تلوار
اس قوم کی دنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار

قابل صد احترام معزز اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہید'' میں شریک طلبہ ساتھیو! میری تقریر کا عنوان ہے ''اسلام میں پڑوسی کے حقوق''۔ میں مختصر وقت میں اس بحر بے کنار کو کوزے میں بند کرنے کی جسارت کروں گا امید ہے کہ حاضرین میرا ساتھ دیں گے (ان شاء اللہ)۔

محترم سامعین! سب سے پہلے میں پڑوسی کی تعریف کرنا چاہوں گا کہ پڑوسی کسے کہتے ہیں' اس موجودہ وقت میں ہر ساتھی دوسرے کا پڑوسی ہے' تمام سامعین ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں' لیکن ایک پڑوسی جس کی تعریف مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے معارف القرآن صفحہ ۲۶ پر مشہور محدث علامہ شہاب الزہری رحمہ اللہ سے نقل فرمائی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ چالیس گھروں تک چاروں طرف پڑوس اور ہمسایہ شمار ہوگا' جس سے پڑوسی کی ایک جامع اور

ل(مشکوۃ ص ۴۲۲)

مانع تعریف کی غمازی ہو رہی ہے۔

گرامی قدر سامعین! اب اس پڑوسی کے حقوق کو سب سے پہلے رب کے کلام سے، پھر نبی کے فرمان سے، پھر صحابہ کی زندگی سے واضح کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر وقت نے ساتھ دیا تو ان شاء اللہ عربی ادب میں بھی جانے سے گریز نہیں کروں گا۔

تو آیئے میرے دوستو! سب سے پہلے میں قرآن عظیم سے پڑوسی کے حقوق کے متعلق سوال کرتا ہوں تو قرآن کریم مجھے ان الفاظ میں جواب دیتا ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ. (الآية) کہ پڑوسیوں سے احسان کرو ان کے درد و غم میں شریک رہو آگے چلیے! جب میں نبی کے فرمان سے استفسار کرتا ہوں تو مشکوٰۃ نبوت سے ادا کیے ہوئے سنہرے الفاظ مجھے پکار پکار کر کہتے ہیں وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ[1] کہ اگر کامل ایمان چاہتے ہو تو پڑوسی کا خیال رکھو اور آپ کی طرف سے ان کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچے۔

اور کبھی لسان نبوت مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید و وصیت کے متعلق اس انداز سے جواب دیتی ہے مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوْصِيْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ[2] حضرت جبرائیل مسلسل پڑوسی کے متعلق تاکید و وصیت فرماتے رہے حتیٰ کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو میراث میں شریک تو نہیں کیا جا رہا۔

اور کہیں پر زبان نبوت سے پڑوسی کی اہمیت ان الفاظ میں بیان ہو رہی ہے مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ کہ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک ایمان اور یقین کے واجبات میں شامل کیا جا رہا ہے اور کہیں اپنے کھانے میں پڑوسی کو شریک کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَ الْمَرَقَةِ وَ

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۲۲) [2] (مشکوۃ ص ۴۲۲)

تَعَاهَد جِيْرَانَکَ اَوْ اَقْسِمْ فِیْ جِیْرَانِکَ دوسرے مقام پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی معاشرے کے بگاڑ کو دور کرنے کے لیے آپس میں محبت و ہمدردی کا درس دیتے ہوئے صحابہ کرام کو اس انداز میں پڑوسی کے حقوق بتلا رہے ہیں۔

فرمایا: کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟

(۱) وہ جب تم سے اعانت طلب کرے تو اس کی اعانت کرو۔

(۲) اور اگر تم سے مدد و نصرت طلب کرے تو اس کی مدد و نصرت کرو۔

(۳) اگر تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو۔

(۴) اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔

(۵) اگر انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔

(۶) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو جائے تو اسے مبارک باد دو۔

(۷) اگر اسے کوئی مصیبت درپیش ہو تو اس کی تعزیت کرو۔

قربان جائیے محسن انسانیت، امت کا درد رکھنے والے اللہ کے پیارے نبی پر! جو یہاں تک فرما گئے کہ اپنی عمارت اس کی عمارت سے بلند نہ بناؤ، جس سے اس کی طرف کی ہوا رک جائے الا یہ کہ وہ اجازت دے دے۔

سامعین محترم! آگے چلیے پڑوسی کے حقوق کو احادیث کے ذخیرہ میں مزید دیکھتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم پھل خریدو تو پڑوسی کو بھی ہدیہ دو اور اگر تم اس کو ہدیہ نہیں دے سکتے تو اس پھل کو چپکے سے اپنے گھر لے جاؤ اور تمہارا بیٹا اس کو لے کر باہر نہ نکلے کہ اسے دیکھ کر پڑوسی کے بیٹے کو تکلیف واذیت ہوگی اور تم اسے اپنی ہانڈی کی خوشبو سے ایذاء نہ پہنچاؤ مگر یہ کہ تم اس کو بھی اس میں سے کھلاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کہ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے پڑوسی کے حق کو وہی شخص ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ کریم رحم فرمائے۔

سامعینِ محترم! کہیں تو پڑوسی کو بھوکا چھوڑنے پر یوں وعید وارد ہوتی ہے لَیْسَ الْمُؤْمِنُ

بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ[1] کہیں پڑوسی کی اچھائی کی کسوٹی کو بیان کرتے ہوئے خَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ[2] فرماتے ہیں تو کہیں پڑوسی کے نیک ہونے کو سعادت کا معیار قرار دیا جارہا ہوتا ہے، سَعَادَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ اَلْمَسْکَنُ الْاَسْعُ وَالْجَارُ الصَّالِحُ اور کہیں پڑوسی کی ایذاء کو حبطِ اعمال کا باعث قرار دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے لَا خَیْرَ فِیْھَا، ھِیَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ.

سامعین محترم! اسلام صرف مسلمان پڑوسی ہی کے حقوق کی ادائیگی پر نہیں ابھارتا' بلکہ غیر مسلم پڑوسی کے متعلق بھی درس دیتا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ اپنی ایک کتاب جو ''پڑوسی کے حقوق'' سے متعلق ہے' صفحہ ۱۳۲ پر ایک استفاء کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی کی شہرہ آفاق کتاب عمدۃ القاری کی ایک عبارت صفحہ ۹۲ جلد ۷ سے یوں نقل کی ہے۔

وَ فِیْہِ جَوَازُ عِیَادَۃِ اَھْلِ الذِّمَّۃِ، لَا سِیَّمَا اِذَا کَانَ الذِّمِّیُّ جَارًا لَّہٗ لِاَنَّ فِیْہِ اِظْھَارُ مَحَاسِنِ الْاِسْلَامِ وَ زِیَادَۃُ التَّاْلِیْفِ بِھِمْ لِیَرْغَبُوْا فِی الْاِسْلَامِ.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کافر پڑوسی کی عیادت حدیث سے ثابت اور جائز ہے۔

سامعین محترم! یہی چیز ہمیں صحابہ کرام کی زندگی میں نظر آتی ہے کہ کھانے کو کچھ نہیں بھوک کی حالت ہے' لیکن پھر بھی پڑوسی کے لیے ایک ہی بکری کی سری سات گھر کے چکر کاٹتی ہے' آخر میں آپ حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آج کی جدید تعلیم اس کی مثال پیش کر سکتی ہے؟ کیا نئی تہذیب کے دلدادہ ایسی مثال دکھلا سکتے ہیں؟

وما علینا الا البلاغ المبین

[1] (مشکوۃ ص ۴۲۴) [2] (مشکوۃ ص ۴۲۳)

اسلام میں امن وسلامتی

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ: واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا

و قال النبی صلی الله علیه وسلم: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔[1]

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس پروقار محفل میں اسلام میں امن وسلامتی کے عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرونگا۔

قبل اس کے کہ میں اپنی تقریر کا آغاز کروں، میرے بیان کرنے سے پہلے ہی لفظ ''اسلام'' امن وسلامتی کا مژدہ سنا رہا ہے، کیونکہ اسلام کے معنی میں ہی امن وسلامتی ہے یا بالفاظ دیگر اسلام امن وسلامتی کا ہی دوسرا نام ہے۔

سامعین کرام! اسلام آیا تو خونخواران عرب امن وسلامتی کے نمائندے بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرے، ایک دوسرے کا خون پینے والے خون بہا کر دوسروں کی تشنگی دور کرنے لگے، عزتوں کو تار تار کرنے والے عزتوں کے رکھوالے بن گئے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام نے امن وسلامتی کا ایسا درس دیا کہ دنیا نے دیکھا، جہاں ظلم وستم کے گھٹاٹوپ اندھیرے تھے اب وہاں امن وسلامتی کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں، صدیوں پرانی دشمنیاں ماند پڑ گئیں، کل کے دشمن آج شیر وشکر بن گئے، وہ عرب کی سرزمین جہاں کسی دوشیزہ کو امن نصیب نہیں تھا، اب اسلام نے ایسے امن سے نوازا کہ اس کی طرف اٹھنے والی کوئی میلی آنکھ نہ رہی۔

سامعین مکرم! آیئے قرآن کریم سے سوال کرتے ہیں کہ اسلام آیا تو دنیائے انسانیت کیلئے کیا پیغام لایا۔ میرے دوستو! اس سوال کے جواب میں قرآن عظیم کہیں انسان کی جان کی حفاظت اور معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے اس انداز میں گویا ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

---

[1] (بخاری ۲/۱۰۴۷ الکتاب الفتن)

وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَان

اور کہیں پر رب کا قرآن مال کی حفاظت کا احصار باندھتے ہوئے یوں اعلان کرتا ہے:
السارق و السارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله اور کہیں یوں گویا ہے: انما جزاء الذین یحاربون الله و رسوله و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض اور کہیں پر عزت وآبرو کے تحفظ وتقدس کی پامالی پر یوں جھنجوڑتا ہے: الزانیة و الزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة و لا تاخذکم بهما رافة فی دین الله. (النور)
اور کہیں یوں ارشاد فرمایا والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة و لا تقبلوا لهم شهادة ابدا اور کہیں پر بری خصلتوں سے امن وحفاظت کا ذکر یوں کرتا ہے: یا ایها الذین امنوا انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجس من الشیطن اسلام میں امن وسلامتی کو قرآن کریم سے سمجھنے کے بعد جب ہم ذخیرہ احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام میں امن وسلامتی کے پیغامات سے بھرے نظر آتے ہیں اور اس میں بھی جان مال عزت آبرو کی حفاظت کا حکم دیا جارہا ہے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے ایها الناس ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم[1] اور کہیں پر کمزوروں اور ماتحتوں کی رعایت رکھتے ہوئے اسلام میں امن وسلامتی ہمیں یوں نظر آتی ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ[2] دیکھئے اسلام میں امن وسلامتی کسی کو عملی طور پر ضرر پہنچانا تو دور کی بات ہے ضرر اور تکلیف کے اسباب سے بھی منع کررہے ہیں چنانچہ امام بخاریؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب صحیح بخاری کے اندر باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا[3] کے تحت حدیث نمبر ۷۰۷۲ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَعُ مِنْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حفوة مِنَ النَّارِ[4]

---

[1] (باب فی حرمة دماء المسلمین) حواله نهی فلا [2] (بخاری ۲/۷۸۳)
[3] (بخاری ۲/۱۰۴۷ کتاب الاحکام) [4] (بخاری ۲/۱۰۴۷)

ارے یہ تو زندوں کی بات ہے' قربان جایئے مذہب اسلام پر کہ اس کی امن وسلامتی موت کے بعد بھی برقرار رہتی ہے' چنانچہ امام ابوداؤد اپنی کتاب سنن ابی داؤد کے اندر حدیث نمبر ۴۹۰۰ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَ کُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْهِمْ.**

سامعینِ کرام! جن لوگوں نے اسلام کو اپنایا' چاہے گورے ہوں یا کالے' امیر ہوں یا غریب' پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ' تاریخ گواہ ہے کہ وہ امن وسلامتی کا گہوارہ بنے' زیادہ دور نہیں صدیوں پرانی بات نہیں' ابھی کل ہی کی بات ہے، سرزمینِ افغانستان پر نظر ڈالیے' جہاں طالبان حکومت سے پہلے انسانیت پر ظلم وزیادتی کے پہاڑ توڑے جارہے تھے' جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے' ظلم وستم انتہا کو پہنچا ہوا تھا' عدل وانصاف کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا' امن وامان نام کی کوئی چیز نہیں تھی' بر سرِ عام عزتیں لٹ رہی تھیں' آسمان بھی ان حالاتِ زار پر زاروقطار آنسو بہا رہا تھا' لیکن جب اسلامی نظام کا نفاذ ہوا' قوانین اسلامی کا اجراء ہوا تو پھر چشمِ فلک نے وہ وقت بھی دیکھا کہ ماؤں بہنوں کی عزتیں محفوظ ہوگئیں اور چین وسکون واپس لوٹ آیا' عدل وانصاف قائم ہوا' جہالت کی تاریکی روشنی میں بدل گئی' قتل وغارت گری ختم ہوئی' محبت وپیار کی فضا قائم ہوئی' صرف یہی نہیں' بلکہ وہ وقت بھی آیا کہ افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں اور فلک بوس پہاڑوں نے مشاہدہ کیا کہ لوگ راتوں کو دکانیں بند کیے بغیر اور گھروں کے دروازوں کو کھلا چھوڑنے لگے۔

سامعینِ کرام! اسلام ہی امن وسلامتی ہے' اسی میں جان ومال کی حفاظت ہے' امن کے دعویداروں کو میں چیلنج کرکے کہتا ہوں کہ تمہارا نظام فرسودہ ہے' اس سے امن نہیں فساد آتا ہے' اور پھر اس کا ثمرہ دعویداروں کو ہزاروں' لاکھوں نہیں بلکہ لاتعداد لاشوں کی صورت میں ملتا ہے' اس لیے میں امن لانے والے اداروں کی خدمت میں ہمدردانہ گزارش کرتا ہوں کہ اسلام ہی میں امن ہے' اگر اس میں آجاؤ گے تو امن وسلامتی مل جائیگی' ورنہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز ناممکن ہے' آخر میں اس پیغام کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

رگوں میں جن کی حرارت ہو سوز ایماں کی
وہ ظلم و کفر کی یورش سے ڈر نہیں سکتے
اگر دلوں میں ہو اسلام کی عمل داری
تو رنگ و نسل کے فتنے اُبھر نہیں سکتے

وما علینا الا البلاغ المبین

صحبت نیک وبد کے اثرات

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین
تعوذ، تسمیہ: یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین.
و قال تعالیٰ فی مقام آخر: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.
وقال تعالیٰ فی مقام آخر: وَ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ.
وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ[1]

دور شو از اختلاطِ یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں بر جان زند
یارِ بد بر جان و بر ایمان زند

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس پر وقار محفل میں مجھ ناچیز کو جس بنیادی اور اساسی موضوع پر گفتگو کرنے کی دعوت دی گئی ہے، وہ ہے "صحبت نیک وبد کے اثرات"۔

سامعین کرام! نیک و بد صحبت کے اثرات تو روز روشن کی طرح عیاں اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہیں، جس انسان نے اچھی صحبت اختیار کی وہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں زندہ و تابندہ روشن ستارے کی طرح چمکتا دمکتا نظر آتا ہے اور اگر کوئی شخص نیک صحبت کو چھوڑ کر برائی کی محفل اختیار کرتا ہے، برے دوستوں کا دوست بن جاتا ہے تو پھر اسے قیمتی اوقات کے ضائع ہوتے ہوئے کوئی احساس نہیں ہوتا اور زندگی کی شام وسحر کے قیمتی لمحات کی کوئی قدر نہیں کرتا۔

سامعینِ محترم! ہر انسان فطرتاً اپنے گرد و پیش کے ماحول اور دوسرے انسانوں کی صحبت

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۲۳ قدیمی)

سے متاثر ہوتا ہے' اہلِ ایمان کو بری مجلس کے برے اثرات سے بچانے کیلئے کہیں تو اللہ رب العزت قرآن میں اچھی صحبت اختیار کرنے کا بطور خاص حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ.

ایک مقام پر رب العالمین یوں حکم جاری فرماتے ہیں:

وَ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ..

اسی پر بس نہیں بلکہ ہم سب کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحبت نیک وبد کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے اچھی صحبت اختیار کرنے اور بری صحبت سے بچنے کے لیے ایک بہترین مثال دے کر سمجھارہے ہیں کہ صالح ہمنشیں کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جو خوشبو بیچتا ہو' یا تو وہ تمہیں خود ہی خوشبو کا ہدیہ کردے گا' یا تم اس سے خرید لو گے ورنہ جب تک اس کے پاس بیٹھے رہو گے خوشبو تمہیں پہنچتی رہے گی اور برے ہمنشیں کی مثال بھٹی والے جیسی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے یا تو تمہارے کپڑے جلیں گے ورنہ بدبو تو تمہیں پہنچتی ہی رہے گی۔

سامعین کرام! آگے چلیے فارسی زبان میں بھی ہمارے اکابر نے امت محمدیہ کی رہنمائی فرماتے ہوئے وقتاً فوقتاً جابجا نصیحت آموز مثالیں ارشاد فرما کر اچھی صحبت کی ترغیب دی ہے' چنانچہ کہیں بُرے دوست کی مثال یوں دی ہے کہ

دور شو از اختلاطِ یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں برجان زند
یارِ بد برجان و بر ایمان زند

کہ مار بد تو صرف تمہاری جان کو نقصان پہنچائے گا' لیکن برا ساتھی اس سانپ سے بھی زیادہ زہریلا ہے' کیونکہ یہ تو جان کے علاوہ تمہارے ایمان کو بھی نقصان پہنچائے گا اور کہیں صحبت نیکاں کی فضیلت کسی نے اتنے اچھے انداز میں قلمبند کی ہے کہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے' فرماتے ہیں کہ

گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویزے تو مستم

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

سامعین محترم! اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اسی صحبت نیک یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کا ہی اثر ہے کہ ابو بکر صدیق بن گئے' عمر فاروق اعظم بن گئے' عثمان ذوالنورین بن گئے' علی حیدر کرار بن گئے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی نیک صحبت کی وجہ سے صحابیت کا مقام ملا اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جیسے انعامات سے نوازے گئے۔ آگے چلئے اسی نیک صحبت کے اثرات ہیں کہ یعقوب اور محمد بن الحسن الشیبانی' امام ابو یوسف اور امام محمد اور صاحبین کے القابات سے پہچانے جانے لگے' آگے چلئے حسین احمد کو شیخ الہند کی صحبت نے ہی شیخ العرب والعجم بنا دیا' علامہ انور شاہ کشمیری کی ہی صحبت نے محمد یوسف بنوری کو علامہ اور محدث العصر کے القابات سے نوازا اور حضرت بنوری" کی صحبت کا فیض ہے کہ آج دنیا کے چپے چپے پر ولی کامل حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم عظیم اسلامی اسکالرز کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! اس کے بالمقابل بُری صحبت کے اثرات بھی انتہائی خطرناک اور جان لیوا ہیں' اس لیے کہ اسی بُری صحبت نے آج پورے نظامِ زندگی کو تہ وبالا کر رکھا ہے۔ شراب نوشی، زنا کاریاں، چوری ڈاکے، قتل وغارت، ظلم وستم اور فسادات آئے دن بڑھتے چلے جارہے ہیں اور وہ نوجوان جو حمیت وغیرت کے نام پر مر مٹنا جانتا تھا' آج اس کی جوانی فضول اور بے کار جگہوں پر ضائع ہو رہی ہے' وہ نوجوان جو کفار کے خلاف میدانِ کارزار میں دشمن کا خون پینے کے لیے بے تاب رہتا تھا' آج خود اسی دشمن کا آلہ کار بن کر اپنوں کے خون کا پیاسا ہے' وہ نوجوان جس کی جوانی رات کو اٹھ کر رب کے سامنے گڑگڑا کر سر بسجود رو رو کر گزرتی تھی' آج بُری صحبت کی وجہ سے اس کی جوانی اور اس کی صلاحیتیں اور استعدادیں فحش مقامات پر برف کی طرح پگھل کر ضائع ہو رہی ہیں' آخر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام اور عظمتِ نسواں

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم: اما بعد!

قال الله تعالیٰ: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ

و قال النبی صلی الله علیه وسلم اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ[1]

محترم ومکرم جناب اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ کرام ساتھیو! اسلام کو جن خصوصیات کی بابت دیگر ادیانِ باطلہ پر جو فوقیت اور برتری حاصل ہے ان خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام نے عورتوں کو سماج یا سوسائٹی میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر جو مقام اور مرتبہ عطا کیا اس کی مثال پیش کرنے سے تہذیب انسانی عاجز و قاصر ہے۔ جی ہاں اسلام سے قبل عورت ظلم وستم کی آماجگاہ تھی دنیا کا کوئی ایسا ظلم نہیں تھا جو اس پر روا نہ رکھا جاتا ہو۔

ان مظلوم عورتوں کے لیے ہر نئی صبح ہلاکت اور بربادی کا پیغام تھی ہر نئی شام انہیں خون کے آنسو رلایا کرتی تھی۔ سرزمینِ خدا تمام تر وسعت اور کشادگی کے باوجود ان مظلوم اور بے کس ہستیوں پر تنگ ہو کر رہ گئی تھی، لیکن جب ان مظلوموں کی آہوں اور دل کے شراروں نے دامن رحمت کو تھام کر فریاد کی تو رحمت خداوندی جوش میں آئی چنانچہ رب ذوالجلال نے اسلام کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا تو پھر وہ عورت جو تحت الثریٰ تھی۔ اسلام نے اسے فوق الثریٰ پہنچا دیا۔ وہ گردِ راہ تھی اسلام نے اسے نورِ چشم بنا دیا۔ وہ کانٹوں کے بستر پر تھی اسلام نے اسے پھولوں کی سیج پر بٹھا دیا وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھی اسلام نے اسے زندگی عطا کر دی۔ وہ زیبِ میخانہ تھی اسلام نے اسے زینت کاشانہ بنا دیا وہ پائمال تھی اسلام نے اس سے باکمال بنا دیا وہ برباد تھی اسلام نے اسے شاد اور بتول بنا دیا اسلام عورت کو یہ مقام نہ دیتا تو وہ ہمیشہ کی طرح بتوں اور دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھتی رہتی، اسلام عورت کو اگر یہ مقام نہ دیتا تو یہ اسی طرح ظلم وستم کی آماجگاہ رہتی اسلام اگر عورت کو یہ مقام نہ دیتا تو بیٹی کی تربیت جنت

---

[1] (مسلم ۱/۴۷۵)

کی ضمانت نہ ہوتی اور ماں کی خدمت جنت کا پروانہ نہ ہوتی۔

سامعینِ کرام! اگر آپ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کا اس حیثیت سے مطالعہ کریں کہ ان مذاہب نے عورت کو کیا مقام دیا ہے تو آپ ائمہ مسیحیت سے سوال کریں...... آپ کو جواب ملے گا کہ عورت ایک ناگزیر برائی اور عارت ہے اگر آپ ائمہ یہود سے سوال کریں گے تو جان ڈسپلن کی طرف سے آپ کو جواب ملے گا کہ عورت اور مرد کا تعلق بجائے خود ایک نجاست ہے اگر قدیم یونانی تہذیب سے سوال کریں گے تو آپ کو قدیس برنا کی طرف سے جواب ملے گا کہ عورت شیطان کی ایجنٹ ہے اگر آپ قدیم رومی تہذیب سے سوال کریں گے تو کلیسائی مجلس سے آپ کو جواب ملے گا کہ عورت تو حیوان کی طرح ہے۔ اگر آپ قدیم فلاسفر سے سوال کریں گے تو آپ کو افلاطون اور سقراط کی طرف سے جواب ملے گا کہ عورت ایک نہایت ادنیٰ درجہ کی مخلوق ہے۔

اسے معاشرے میں کوئی مقام نہیں دیا جاسکتا لیکن اگر عورت کے مقام کو اسلام کی روشنی میں تلاش کریں گے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ جب یہ ذات بحیثیت بیٹی پہلے مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو اسلام کی اس عظیم ذات کو زندہ درگور نہ کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَ لَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ.[1]

اور کچھ عرصہ بعد جب یہ ذات رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر دوسرے مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو اسلام شوہروں کو اس کے حقوق کے بارے میں متنبہ کرتا ہے **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.**

مزید شوہر کو اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ یہ معصوم ذات اپنی ماں کا شفقت بھرا دامن چھوڑ کر اب تمہاری رفیقہ حیات بن گئی ہے چنانچہ اس کو احسن طریقے سے بساؤ۔

وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.

اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح مت مارو

لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ.[2]

جو تم کھاتے ہو وہی اس کو کھلاؤ جو تم پہنتے ہو وہی اس کو پہناؤ

---

[1] (مشکوٰۃ ۴۲۳) [2] (بخاری ۲/ ۷۸۴)

اس کے چہرے پر مت مارو

لَا تَضْرِبُ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ[1]

اسلام نے مرد کو اگر طلاق کا اختیار دیا ہے تو عورت کو خلع کا اختیار دیتے ہوئے فرمایا:

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ وللنساء نصیب مما اکتسبن کہہ کر عورت کو اس کا حق دے دیا

وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون کہہ کہ یہ بتلا دیا کہ عورت گھر میں قرار پکڑے تا کہ کوئی اس کی عصمت پر قدغن نہ لگا سکے' مزید اعلان کر دیا کہ اگر کسی نے بغیر چار گواہوں کے عورت کی عصمت کو داغدار کرنا چاہا تو اسے اسی کوڑے بطور حدِ قذف کے لگائے جائینگے۔

واللذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ. (النور)

محترم سامعین! جب یہی عورت ذاتِ ماں جیسی عظیم ہستی ہونے کا شرف حاصل کر کے آخری مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو اسلام نہ صرف یہ کہ اولاد کو اس کی تابعداری کا حکم دیتا ہے بلکہ نافرمانی سے روکتے ہوئے کہتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ.[2]

پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ماں کی خدمت کو جنت کا پروانہ قرار دیتے ہوئے اعلان کر دیا

اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ.[3]

آج مغربی تہذیب کے دلدادہ لوگ آزادئ نسواں کا اعلان کرتے ہوئے پھرتے ہیں ارے تم نے عورتوں کو حقوق دیئے نہیں بلکہ چھین لیے ہیں تم نے عورت کی ممتا گم کر دی ہے تم نے عورت سے اس کے گھر کا کردار چھین لیا ہے تم نے بہن کے سر سے چادر کھینچ لی ہے تم نے اسے شفقت و محبت سے محروم کر دیا ہے تم نے عورت کے حسن کو تماشا بنا دیا ہے تم نے اس کے جسم کو جنس ارزاں قرار دیا ہے تم عورت کو شمعِ محفل بنانا چاہتے ہو۔ اسلام نے اسے زینت کا شانہ بنایا ہے تم عورت کی قیمت اس کے ظاہر سے لگاتے ہو اسلام اس کی قیمت اس

---

1 (ابوداؤد ۲۹۱/۱) 2 (بخاری ۸۸۳/۲) 3 (الجامع للخطیب ۲۳۱/۲)

کے باطن کے اعتبار سے لگاتا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کے کسی مذہب اور قانون نے کسی تمدن اور سوسائٹی نے عورت کو وہ مقام نہیں دیا جو مقام عورت کو اسلام نے دیا ہے۔ جی ہاں ہم کہتے ہیں کہ

؎ وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے رنگ کا سوز دوں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شر ہے اسی درج کا درِ مکنون

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وقوع قیامت کی ہولنا کیاں

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیه: اذا وقعت الواقعة، لیس لوقعتها کاذبة

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس مبارک محفل میں آپ کے سامنے اس دن کے بارے میں لب کشائی کرنے کی جسارت حاصل کر رہا ہوں جس دن کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، اس دن کو "یوم معلوم" بھی کہا گیا ہے، اس لیے کہ اس کا آنا طے شدہ امر ہے، اس دن کو "یوم العدل" بھی کہا گیا ہے، اس لیے یہ بہت بڑا سخت دن ہوگا، اس دن کو "یوم التغابن" بھی کہا گیا ہے کہ یہ بہت سوں کے لیے افسوسناک دن ہوگا، اس دن کو "یوم الآزفة" بھی کہا گیا ہے، اس لیے کہ یہ بہت مصیبت کا دن ہوگا، اس دن کو "یوم التلاق" بھی کہا گیا ہے، اس لیے کہ اگلے پچھلوں کے ملنے کا دن ہوگا، اس دن کو "یوم الجمع" بھی کہا گیا ہے، اس لیے کہ یہ تمام انسانیت کے اکٹھا کرنے کا دن ہوگا اور یہی وہ دن ہے جس کو "یوم القیامۃ" کہا جاتا ہے۔

سامعین کرام! اس دن کے ہر فعل، ہر گھڑی اور ہر لمحہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اس کے واقع ہونے کے بارے میں قرآن کہتا ہے **اذا وقعت الواقعة** اس کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ قرآن کہتا ہے **لیس لوقعتها کاذبة**

یا اللہ! یہ دن عوام الناس کیساتھ کیا کریگا؟ قرآن کہتا ہے **خافضة رّافعة**

یا اللہ! زمین کا کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن کہتا ہے **اذا رجت الارض رجا**

یا اللہ! پہاڑوں کا کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن کہتا ہے **وبست الجبال بسا، فکانت هباء منبثا**

یا اللہ! آسمانوں کا کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن کہتا ہے **اذا السماء انشقت**

یا اللہ! سورج کا کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن کہتا ہے **اذا الشمس کورت**

یا اللہ! ستاروں کا کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن کہتا ہے **و اذا النجوم انکدرت**

یہ ہیں وقوعِ قیامت کی ہولنا کیاں!

سامعین کرام! یہ ایک بہت سخت دن ہوگا' اس دن بڑی سے بڑی طاقتور شے بھی اس کے خوف کی تاب نہ لا سکے گی

اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے اذا رجت الارض رجا

سمندروں میں آگ لگ جائے گی' قرآن کہتا ہے و اذا البحار سجرت

جنگلی حیوان' آبادیوں اور آبادیوں والے جانور' جنگل میں چلے جائیں گے قرآن کہتا ہے و اذا الوحوش حشرت

انسان بھاگنے کیلئے راستہ تلاش کریگا' قرآن کہتا ہے یقول الانسان یومئذ این المفر

سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا' قرآن کہتا ہے وجمع الشمس والقمر

قرآن اس کی ایک مزید جھلک پیش کرتا ہے یوم ترجف الراجفة

یا اللہ! اس کے بعد کیا ہوگا' قرآن کہتا ہے تتبعها الرادفة

انسانوں کے دل دھڑکتے ہونگے' قرآن کہتا ہے قلوب یومئذ واجفة

آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی' قرآن کہتا ہے ابصارها خاشعة

کافر حسرت وندامت کی وجہ سے کہتا ہوگا یلیتنی کنت ترابا

یا اللہ! کیا یہ دن حق ہے؟ قرآن کہتا ہے ذالک الیوم الحق

کہ یہ دن حق ہے۔

اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام رب نفسی نفسی نفسی کا نعرہ لگا رہے ہوں گے' یہ ہیں وقوع قیامت کی ہولناکیاں۔

سامعین کرام! قرآن میں ہر چیز کی تعلیم دی گئی ہے' مگر جس طرح خوف قیامت کے لیے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں' کسی چیز کے لیے بھی نہیں کیے گئے۔

ہمیں تو قرآن کہتا ہے الحاقة ماالحاقة وما أدراک ماالحاقة

ہمیں تو قرآن کہتا ہے القارعة ماالقارعة وما أدراک ماالقارعة

ہمیں تو قرآن کہتا ہے **یوم ترجف الراجفة**

ہمیں تو قرآن کہتا ہے **فاذا جآء ت الطامة الکبری**

ہمیں تو قرآن کہتا ہے **فاذا جآء ت الصاخة**

پھر جب وہ کانوں کو پھاڑ دینے والی چنگھاڑ آئے گی تو انسانوں کے کلیجے پھٹ جائینگے

سامعین کرام! اس دن کیلئے ہمیں اپنے آپ کو تیار رکھنا ہوگا' کیونکہ اس دن کوئی کام نہیں آئیگا۔

قرآن کہتا ہے

یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه و صاحبته و بنیه

بلکہ اس دن تو انسانوں کے گروہ ہی الگ الگ ہونگے قرآن کہتا ہے

و کنتم ازوجا ثلثة فاصحب المیمنة ما اصحاب المیمنة و اصحب المشئمة ما اصحب المشئمة

اور تیسرے گروہ کو **والسبقون السابقون** سے بیان فرمایا' اسی لیے اس دن کی تیاری کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے' کیونکہ اس دن کوئی حیلہ بازی نہیں چلے گی۔

قرآن کہتا ہے

الیوم نختم علی افواههم و تکلّمنا ایدیهم

یا اللہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا' قرآن کہتا ہے

ان المتقین فی جنٰت و عیون اور **ان للمتقین مفازا حدائق و اعنابا و کواعب اترابا**

جو اس دن سے خوف رکھے گا تو وہ جنت میں ہوگا اور جو اس دن سے غفلت میں رہے قرآن کہتا ہے

امّا من خاف مقام ربّه و نهی النفس عن الهویٰ فإن الجنة هی المأویٰ اور **ان جهنم کانت مرصادا للطّٰغین مأبا**

اس لیے آج ہمیں غفلت کی چادر کو اتارنا ہوگا' کیا ہی خوب کہا ایک شاعر نے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا | جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا | اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا　　ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا　　تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وما علینا الا البلاغ المبین

قربِ قیامت کی نشانیاں

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد' فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم' اقتربت الساعة وانشق القمر و قال تعالیٰ فی مقام اخر: فهل ینظرون الا الساعة ان تاتیهم بغتة فقد جاء اشراطها فانی لهم اذا جاء تهم ذکرهم و سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث جبرئیل عن الساعة قال: ما المسئول عنها باعلم من السائل او کما قال علیة الصلوة و السلام۔[1]

میرے قابل صد احترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! دور حاضر کو سائنسی اور مادی اعتبار سے لاکھ ترقی یافتہ کہا جائے' لیکن اپنے سیاہ ترین کارناموں' اخلاقی اقدار' روحانی پستی اور ایمانی دولت کے ضیاع کے اعتبار سے سیاہ ترین دور ہے' کفرو نفاق کا جو طوفان ہمارے اردگرد امنڈ آیا ہے وہ تمام طبقات کو خس وخشاک کی طرح بہا کر لے گیا ہے' اس سیاہ ترین دور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوالِ زریں کی روشنی میں دیکھا جائے تو آپ علیہ السلام کے اقوال کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے' یہ یقین پختہ ہوا جاتا ہے کہ ہم قیامت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! قیامت کے مختلف مراحل ہوں گے' آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے قربِ قیامت کی بہت ساری نشانیاں بتلائیں' جنہیں علامہ محمد بن عبدالرسول اپنی کتاب **"الاشاعة فی اشراط الساعة"** میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علامات قیامت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) علاماتِ بعیدہ' جسے علامتِ صغریٰ بھی کہا جاتا ہے' وہ علامات جن کا ظہور ہو چکا ہے' بعیدہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قیامت سے بہت پہلے ابتدائی دور میں گزر چکی ہیں' جیسے آپ علیہ السلام کا وصال' شق قمر اور فتنہ تاتار۔

(۲) علامات متوسط' جن کا ظہور تو ہوا ہے' لیکن انتہا کو نہیں پہنچیں' جیسے نااہلوں کا عہدوں

---

[1] (مشکوۃ ص ۱۱)

پڑ جانا' فساد و قتل عام ہونا وغیرہ

(۳) علاماتِ قریبہ' جس کو علامت کبریٰ بھی کہتے ہیں' جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی' جیسے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام' خروجِ دجال' خروج یاجوج ماجوج وغیرہ۔

علامات بعیدہ تو گزر چکی ہیں' البتہ علاماتِ متوسطہ کا دور چل رہا ہے' ویسے علامات قیامت تو بہت ہیں حتیٰ کہ ایک حدیث میں بہتر تک کی علامات ذکر کی گئیں ہیں' لیکن میں آپ کے سامنے صرف ان علامات کا تذکرہ کروں گا جن کا ہم اپنے دور میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔

عزیز ساتھیو! آج اگر ہم مسلمان گھرانوں سے لے کر ڈیڑھ ارب مسلم آبادی تک اگر غور کریں تو آقا کے فرامین کی صداقت اور قیامت کی نشانیاں کھل کر سامنے آتی ہیں' چنانچہ عالم اسلام کی زبوں حالی کو لے لیجئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرب قیامت میں مسلمانوں کی دنیا پرستی اور موت سے خوف کی وجہ سے کفریہ طاقتیں جری ہو جائیں گی اور مسلمانوں کو ہڑپ کرنا ان کے لیے آسان ہو جائے گا۔

سامعینِ محترم! جو لوگ ماضی اور حال کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے جنگ عظیم اول اور دوم سے واقف ہیں' وہ جانتے ہوں گے کہ برطانیہ' فرانس' ہالینڈ اور اٹلی نے مل کر مسلم ممالک کو تقسیم کیا اور ان پر قبضہ کر لیا' مسلمانوں کا قتل عام ہوا' انکی دولتوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا اور اب افغانستان اور عراق میں امریکا کا اتحادیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ظلم ڈھانا اور بے دین مسلم حکمرانوں کا ساتھ دینا اور عوامی جذبات کا مخالفت کے باوجود کارگر ثابت نہ ہونا اس حدیث کی صداقت کو چار چاند لگاتا ہے۔

سامعین محترم! علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت نئے نئے نظریات کا پروان چڑھنا بھی ہے' جیسے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ.

جیسے موجودہ دور میں غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت اور طرح طرح کی حدیثیں گھڑنا اور

اپنے جھوٹے الہامات اور پیشن گوئیاں سنانا' اسی طرح فتنہ انکار حدیث' فتنہ رفض وخروج' فتنہ تحریک قرآن' فتنہ مہدیت وغیرہ وہ فتنے ہیں جو شب و روز مسلمانوں کی اعتقادی ونظریاتی سرحدات کو فتح کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔

پھر اور بدکاریوں کا پروان چڑھنا' جیسے آپ علیہ السلام نے فرمایا

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَمْرَ وَالْحَرِيرَ وَالْمَعَازِفَ.

چنانچہ آج کے دور میں ریشم کو حلال سمجھا جارہا ہے اور زنا کو بھی حلال سمجھا جارہا ہے کہ مرد اور عورتوں کو اس دنیا میں جینے کا حق ہے' اب وہ جیسے چاہے زندگی گزاریں اور جس طریقے سے چاہیں خواہشات پوری کریں۔ شراب کو ایک تفریح کا ذریعہ قرار دیا جارہا ہے اور غم مٹانے اور ذہنی آسودگی کا ایک سبب بتلایا جارہا ہے' موسیقی کے آلات استعمال ہورہے ہیں اور موسیقی کو روح کی غذا سمجھا جارہا ہے' چنانچہ ٹی وی' وی سی آر' کیبل اور ڈش ہر گھر میں پہنچ رہے ہیں' فحاشی و عریانی کا سیلاب زوروں پر ہے' جو نوجوان طبقے کو بڑی تیزی سے گندی زندگی اور پراگندہ خیالات کی طرف لے جارہے ہیں۔

سامعینِ محترم! انہی علامات میں سے ایک علماء سو کا فتنہ قرآن سے عملی بے خبری کا فتنہ مساجد کی ویرانی کا فتنہ بھی ہے' جیسے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ **لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ** کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا **وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ** کہ قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے **مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَىٰ** کہ مسجدیں بڑی بارونق ہوں گی' مگر رشد و ہدایت سے خالی اور ویراں ہوگی...... **عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ** کہ ان کے نام نہاد علماء سوء آسمان کے نیچے تمام مخلوق سے بدتر ہوں گے **مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ تَعُودُ**[1] اور فتنے ان ہی کے ہاں سے نکلیں گے اور انہی میں لوٹیں گے۔

آج اسلام زندگی سے نکل چلا ہے' فقط وعظ و نصیحت' بیان بازی اور کتابوں کی حد تک

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۸)

محدود ہو گیا ہے' عملاً اسلام زندگی کے ہر شعبے سیاست' معیشت' ادب' صحافت ہر جگہ سے نکال دیا ہے' اور اس کا دائرہ کار عبادت تک محدود کر دیا ہے' زندگی کے کارواں کو وحی الٰہی کی تعلیمات سے محروم کر دیا گیا ہے' مختصراً یہ کہ علماء سوء کا عوام کو غلط قصے سنانا' غلط عقائد پر ڈالنا' تا کہ اپنا ایک حلقہ احباب بنانے پر خوب چندے وصول کیے جائیں اور نذرانوں کا طوفان ہو اور چند لوگوں کے مفادات کے لیے اور حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے دین کے اندر قطع و برید کرنا۔

سامعین محترم! انہی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ اقتدار پر نااہل حکمرانوں کا قبضہ ہوگا' جیسے آپ علیہ السلام کا فرمان ہے

اِذَا وُسِّدَا الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ[1]

جب اختیارات نااہلوں کے سپرد ہوں تو قیامت کا انتظار کرو۔

چنانچہ اب عہدوں میں اقرباء پروری کی جاتی ہے' اپنوں کو نوازا جاتا ہے اور اہل لوگوں کو پیچھے دھکیلا جاتا ہے' رشوت کا نام ہدیہ رکھ دیا جاتا ہے اور قوم کے سردار اور لیڈر رذیل ترین لوگ بن رہے ہیں۔

عزیز ساتھیو! یہ نشانیاں ہمیں یوم جزاء یاد دلا رہی ہیں' ہم پر لازم ہے کہ ہم یوم آخرت کی تیاری کریں' اعمال کی اصلاح کریں' نفسانی خواہشات اور لذات کے انہماک سے باز آجائیں' یہ دنیا اب زیادہ دن کی مہمان نہیں لگتی' اللہ تعالیٰ ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے آمین۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۶۹)

معاشرتی تعمیر میں والدین کا کردار اور ذمہ داری

الحمدللہ و کفی والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ' اما بعد' فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم. یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً.

اٹھ از سرِ نو دہر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
پھر درسِ اخوت کی ضرورت ہے جہاں کو
آقائی و خدمت کے خطابات بدل ڈال
کیا ظلم ہے مسلم ہو مسلمان کا دشمن
اربابِ ہوس کار کی عادات بدل ڈال

انتہائی معزز محترم اساتذہ کرام' مہمانانِ گرامی اور گلشنِ بنوریؒ کے چمکتے دمکتے ستارو! آج میری گفتگو کا عنوان ''معاشرتی تعمیر میں والدین کے کردار اور ذمہ داری'' کے نام سے موسوم ہے' دعا کریں کہ اللہ حق و سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعین محترم! یہ کون نہیں جانتا کہ معاشرتی تعمیر کا راز بڑی حد تک بچوں کی تعلیم و تربیت میں مضمر ہے' نونہالانِ قوم کی پرورش اگر اچھے نہج پر ہو اور ان میں عقائد کی پختگی اور اخلاق کی درستگی اور اعمال کی پاکیزگی رچ بس جائے تو پھر ان میں بلندیٔ کردار وسعتِ فکر و نظر اور عزتِ نفس کا پیدا ہو جانا یہ طبعی امر ہے' لیکن اس کے برعکس ان کی پرورش غلط لائنوں پر ہو تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ یہی بچے مستقبل میں قوم کی بربادی و تباہی کا سبب نہ بن سکیں گے۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ یہی بچے مستقبل کے معمار ہیں' جوان ہو کر دیر سویر یہی قوم و ملت کے قائد اور مذہب و ملت کے پیشوا بنیں گے تو آپ سوچیں کہ جب یہ خود قائدانہ صلاحیتوں سے عاری ہوں گے تو اس قوم و ملت کا حشر کیا ہوگا جس کے پیشوا یہ ہوں گے؟

قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن والدین نے اپنی اولاد کی تربیت کی طرف پوری توجہ دی اور ان کی تعمیرِ سیرت میں غفلت نہیں کی تو وہ ہر زمانے میں کامیاب رہے اور عزت احترام نے

ان کے در کی جبین بوسی کی اور جن والدین نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی اور اس سے غافل رہے وہ نہ صرف ہر میدان میں ناکام رہے بلکہ معاشرتی تعمیر کے راستے میں رکاوٹ بنے۔

اسلام خدا کا آخری دین ہے جس کے نزدیک فلاح و اصلاح کسی خطے کے ساتھ خاص نہیں تو پھر کیسے ممکن تھا کہ اس کی تعلیمات میں بچوں کی تعلیم و تربیت جیسا اہم باب نہ ہوتا؟ جہاں اس نے انسانی زندگی کے مختلف گوشوں کی نگرانی کی اور مختلف منزلوں میں انسانیت کو سہارا دیا وہاں اس نے بچوں کی پرورش کا مسئلہ بھی نظر انداز نہیں کیا۔

گرامی قدر سامعین! حدیث شریف میں آتا ہے:

مَامِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ وَ قَالَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح یا بگاڑ کے اندر والدین کی تربیت کتنا اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے **خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ** اس حدیث کے پیش نظر والدین پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں احکامات شریعت کا لحاظ رکھیں اس صورت میں ان کی اولاد دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکے گی۔

حاضرینِ محترم! والدین کے پاس بچے خدا تعالیٰ کی امانت ہیں جو پاک صاف دھلے دھلائے فطرتِ سلیمہ پر والدین کے سپرد کیے گئے ہیں والدین کا ذمہ یہ ہے کہ ان جاندار کلیوں کی ایسی پرورش کریں کہ رنگ و بو کی دل آویزی میں فرق نہ آنے پائے **یا ایھا الذین امنو قوا انفسکم و اھلیکم نارًا** تربیت میں سب سے اول سیڑھی ایمانی تربیت کی ہے دوسری سیڑھی اخلاقی تربیت کی ہے تیسری سیڑھی جسمانی تربیت کی ہے چوتھی سیڑھی عقلی تربیت کی ہے پانچویں سیڑھی نفسانی تربیت کی ہے چھٹی سیڑھی معاشرتی تربیت کی ہے ساتویں سیڑھی جنسی تربیت کی ہے شریعت ان تمام مراحل پر ہماری رہنمائی کرتی ہے حدیث میں آتا ہے **حَقُّ الْوَلَدِ عَلَی الْوَالِدِ اَنْ یُّحْسِنَ اِسْمَهٗ وَ اَدَبَهٗ** پھر اچھے ناموں کی تصریح کر دی **سَمُّوْا**

بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ۔[1] دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَاءِ كُمْ اِلَى اللهِ تَعَالٰى عَبْدُاللهِ وَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ۔[2] پھر جب ان میں قوت گویائی پیدا ہو جائے تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ ان کو کلمہ طیبہ سکھائیں اِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا الله پھر جب ان میں عقل و شعور پیدا ہو جائے ان کی عمر سات سال کو پہنچ جائے تو اس کو نماز کی عادت ڈال دی جائے وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَ هُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ اور تین سال تک مسلسل نماز کی تعلیم دی جائے اور اس کے بعد ان سے امتحان لیا جائے گا اور امتحان میں کم نمبرات حاصل کرنے پر ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ اَبْنَاءُ عَشَرَ سِنِيْنَ عین اس وقت ان کی جنسی تربیت کا آغاز شروع کر دیا جائے وَ فَرِّقُوْهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ پھر جب وہ جوانی کو پہنچ جائیں تو والدین کی ذمہ داری ہے کہ اس کی شادی کرا دیں، ورنہ ارتکاب بالمعاصی کا گناہ ان کے والدین کو نہ ہو جائے وَمَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَ اَدَبَهٗ مَاذَا بَلَغَ فيسرحه فان بلغ ولم يزوجه ما أصاب اثما ما اثما اثمه على ابيه پھر در جوادی توبہ مردن شیوہ پیغمبری کا حقیقی مصداق بنانے کے لیے ان کو تین چیزوں کی طرف خصوصی طور پر رغبت دلائی جائے اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ حُبُّ نَبِيِّكُمْ وَ حُبُّ اٰلِ بَيْتِهٖ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ دراصل والدین کی تربیت ہی وہ واحد چیز ہے جو اولاد کو سیدھی راہ پر گامزن کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ بِهٖ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ۔[3]

سامعینِ محترم! معاشرتی تعمیر میں والدین کو اپنی اولاد کی تربیت میں بچے اور بچی کو ایک ہی نظر سے دیکھنا چاہئے اسلام ہی مساوات کا درس دیتا ہے اِتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا فِيْ اَوْلَادِكُمْ آج کل کے معاشرے میں عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی ولادت پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ تو کفار کا طرزِ عمل ہے۔

---

1 (مشکوۃ ص ۴۰۹) 2 (مشکوۃ ص ۴۰۷) 3 (مشکوۃ ص ۳۲)

واذا بُشّر احدهم بالانثی ظلّ وجهه مسودا وهو کظیم بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ اگر اسلام ہمیں مساوات کا درس نہ دیتا تو میں عورتوں کو مردوں پر فضیلت دے کر مشرکانہ نظام کا قلع قمع کر دیتا' لہٰذا والدین کو یہ زیبا نہیں کہ وہ بیٹوں کو باعث رحمت اور بیٹی کو باعث زحمت سمجھیں **من ابتلی من هذا نسات لبتی ما حسن کن له من النار**.

سامعین محترم! آج کل کے معاشرے کے اندر ہر والد پریشان نظر آتا ہے' جس اولاد سے اس کو بڑی توقعات ہوتی ہیں وہی ان کی زندگی اجیرن بنا دیتی ہے' ان کے دل کا سکون اور نیند حرام کر دیتی ہے' یہاں تک کہ والدین اس کو بد دعائیں دینے لگتے ہیں' یہ سب کیوں ہوا؟ یہ سب اس لیے ہوا کہ والدین نے اپنی اولاد کی تربیت پر توجہ نہیں دی اور نہ ہی اولاد اس کے بڑھاپے کی لاٹھی ہیں' اب یہ والدین کی لاٹھی اس طرح بنی کہ اس کا ہاتھ والدین کی گردن تک پہنچ گیا' کبھی یہ ماں کو مارتا ہے' کبھی یہ باپ کو مارتا ہے' اگر والدین اس کی تربیت کی طرف توجہ دیتے تو یہ بچے معاشرے کی اصلاح کے راستے میں رکاوٹ نہ بنتے' شریعت ان والدین کے لیے جو اپنی اولاد کی تربیت اچھے نہج پر کرتی ہے جنت واجب قرار دیتی ہے اور جو اس کی طرف توجہ نہیں دیتے نہ صرف ان کو اس سے روکتی ہے' بلکہ قابل وعید تنبیہ بھی کرتی ہے' اللہ اس معاشرے کے تمام والدین کو اپنی اولاد کی تربیت اسلامی نہج پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم ایسی سب کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
جنہیں پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

معاشرتی نظریات میں وسائل اور ضروریات کا تعیُّن

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم' اما بعد' فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم' نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا و قال النبی صلی الله علیه وسلم: دعوا الناس یرزق الله بعضهم بعضا[1]

گرامی قدر سامعین! خالق ذوالجلال نے انسانی معاش کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لیے اسلام کامل اور مکمل دین کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا' اس کی تشریح کو سنت کی شاہراہ مستقیم سے متعین فرمایا' لیکن آج کی مادی دنیا میں کچھ عرصہ قبل سے یہ بھونچال برپا ہے کہ انسانی معاشی خوشحالی کا راز اسلامی نظریہ حیات میں نہیں' اس کے مقابلے میں یورپ کے دماغ میدان عمل میں اترے اور دو نظام بنا کر نظریہ اسلام کے سامنے لا کھڑے کیے' ایک نظام کو یورپ نے سرمایہ دارانہ نظام اور دوسرے کو اشتراکی نظام کا نام دے کر متعارف کروایا' لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اشتراکی نظام' سرمایہ دارانہ نظام کا ردعمل اور بازگشت ہے' ان نظاموں کو جاننے سے قبل آپ اپنی توجہ اسباب پر مرکوز فرمائیں کہ دراصل معاشی نظام کے بنیادی مسائل کل چار شمار کیے جاتے ہیں (۱) ترجیحات کا تعین (۲) وسائل کی تخصیص (۳) آمدنی کی تقسیم (۴) چھوٹی چیز ترقی کرتی رہے' یہ وہ چار بنیادی مسائل ہیں جنہیں حل کرنے کے لیے ہر نظام کے بنانے والوں نے قواعد وضع کیے' اب آیئے سرمایہ دارانہ نظام کے مدعیوں کو سنیے! کہتے ہیں کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے تین اصول اپنائے جائیں (۱) ذاتی ملکیت یعنی فرد واحد کو اختیار ہے کہ وہ جتنا سرمایہ کما سکے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے' خواہ اس سے اجتماعیت تباہ کیوں نہ ہو۔ (۲) ذاتی منافع کا محرک (۳) حکومت کی عدم مداخلت یعنی حکومت کو تاجروں کی تجارت پر نہ تو پابندی کا حق ہے اور نہ ہی وہ ان میں رکاوٹ ڈال سکتی ہیں اور یہی تیسرا اصول

---

[1] (مسلم ۲/۳)

اس نظام کی روح اور اس کا فلسفہ ہے' جبکہ دوسری طرف اشتراکی نظام کے علمبرداروں کا کہنا ہے کہ اگر ہمارے چار اصول اپنائے جائیں تو انسان کی زندگی کے چاروں بنیادی مسائل حل ہو جائیں گے (۱) اجتماعی ملکیت یعنی وسائل، پیداوار کسی کی ذاتی ملکیت میں نہ ہو بلکہ یہ قومی تحویل و ملکیت میں ہوں (۲) منصوبہ بندی یعنی تمام بنیادی معاشی فیصلے حکومت کے منصوبہ بندی کے تحت ہوں نہ کہ ذاتی منصوبہ بندی کے تحت (۳) اجتماعی مفاد یعنی معاشی سرگرمیون میں مقصود اجتماعی مفاد ہوتا ہے نہ کہ ذاتی (۴) آمدنی کی منصفانہ تقسیم۔ یعنی پیداوار سے جو آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم ہو اور غریب و امیر کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ لیکن ان دو نظاموں میں تقریباً ایک صدی تک فکری سطح پر کشمکش رہی غیر سیاسی اور سیاسی سطح پر بھی جنگ وجدال کا بازار گرم رہا اور زمانہ کی اس تنگ نظری کو دیکھ کر پر شکوہ رہے۔

؎ غلط ہے ساقی تیرا یہ نعرہ' نظامِ محفل بدل چکا ہے
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں' وہی کہنہ سا جام اب بھی
میرے میخانے کا' عجب انداز ہے اے لوگو!
کسی پر جامِ شراب جائز' کسی پہ پانی حرام اب بھی

سامعینِ محترم! ان دونوں نظامہائے معاش سے الگ اور مکمل نظام ضابطہ معاش اسلامی نظام حیات و معاش ہے' اس میں نہ تو منصوبہ بندی کا عنصر ہے اور نہ ناجائز ذاتی ملکیت اور حکومت کی عدمِ مداخلت کارفرما ہے' بلکہ یہ وہ نظام ہے جس نے صدیوں اپنے گلشن کے رنگا رنگ پھولوں کی خوشبوں سے دنیا کو معطر کیا اسلام اپنے احکام اور تعلیمات کے تحت رسد و طلب کے قوانین بھی تسلیم کرتا ہے اور معیشت کے مسائل کے حل کرنے کے لیے ان کے استعمال کا فی الجملہ حامی بھی ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: نحن قسمنا بینهم معیشتهم. (الآیة) علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ فَضَّلَ بَعْضَنَا فِي الرِّزْقِ المضلين لا يَرُدُّوْنَ مِنْ رِزْقِهِمْ عَلىٰ دُوْنِهِمْ شَيْئاً وَ إِنَّمَا اَنَا رَازِقُهُمْ فَالْمَالِكُ وَالْمَمْلُوْكُ فِيْ اَصْلِ الرِّزْقِ سَوَاءٌ وَ اِنْ تَفَاوَتَا كَمًّا وَ كَيْفًا پھر اسلام ہر ایک شخص کو کاروبار خود چلانے کی ہدایت کرتا ہے' تاکہ دوسرے اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا دعو الناس یرزق اللہ بعضھم عن بعض اسلام انسان کو دائرہ جواز میں رہتے ہوئے طلب رزق کی تعلیم دیتا ہے جو اپنی محنت سے جتنا کمائے جائز ہے واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق دوسری جگہ فرمایا: ان ربکم اللہ الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا، لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ اسلام نے معیشت کو نہ تو اشتراکیت کی طرح بالکل پابند بنایا ہے اور نہ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح آزاد چھوڑا ہے' جس سے اخلاقی یا اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں' بلکہ ایک معتدل نظام پیش کیا ہے جس میں تین قسم کی پابندیاں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں (۱) خدائی پابندیاں (۲) ریاستی پابندیاں (۳) اخلاقی پابندیاں۔ ان تین قسم کی پابندیوں کے علاوہ اسلام نے معاشی آزادی دی ہے' لیکن طلب رزق کے ساتھ انسان کو اس کے زائد مال کو خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے' کیونکہ اسلام احتقار و ارتکاز دونوں کا حامی نہیں ہے' وہ اپنے ماننے والوں کو تعلیم دیتا ہے اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوٰۃ ...... انما الصدقات للفقراء ...... وما اتیتم من زکوٰۃ ...... من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا

سامعین محترم! اسلام نے معاشیات کو مستقل مسلک کی حیثیت اگرچہ نہیں دی' تاہم اسلام کے جامع اور زرین اصول معیشت کے ہر زاویہ نظر کو حل کرنے کے لیے کافی ہیں' اسلئے کہ اسلام کوئی معاشی نظام نہیں ہے' بلکہ وہ ایک دین ہے جس کے احکام ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہیں' جس میں معیشت بھی شامل ہے' ان احکام کے مجموعہ سے یہ بات ہم مستنبط کر سکتے ہیں کہ معاشیات کے سلسلے میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے' لہٰذا اسلام نے ایک شعبہ زندگی کو مستقل مسلک کی حیثیت نہیں دی۔

یہ تو علمی اور استدلالی حوالے سے تینوں نظامہائے حیات کا موازنہ تھا' اب ہم اسلام کی حقانیت کا علمی اور تاریخی حوالے سے جائزہ لیتے ہیں' انسان ماضی کو دیکھ کر حال پر غور کرتا ہے اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل مرتب کرتا ہے ماضی میں جب اسلامی نظام غالب تھا تو ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا' اسلام کے مغلوب ہونے کے بعد آج تک سرمایہ دارانہ نظام نے انسانیت کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے' جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں جبکہ سوشلزم کے چند سالہ تجربے نے کتنے بڑے حصہ' انسانیت کو تباہ کر دیا' لہٰذا انسان کے لیے ضروری ہے کہ دوبارہ اسلامی نظام کے غلبے کے لیے کوشش کرے تاکہ دنیا جنت کی نظیر پیش کر سکے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

مسجد کی عظمت

الحمدلله الذی خلق الانس والجان، والصلوة والسلام علی حبیب المنان، و علی اله و صحبه الکرام، أما بعد، فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم، و ان المسجد لله فلا تدعوا مع الله احدا و قال النبی صلی الله علیه وسلم: مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ، صدق الله العظیم و صدق رسوله النبی الکریم.

قابلِ صد احترام، معزز اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آج کی اس پر رونق محفل میں، میں آپ حضرات کے سامنے ''مسجد کی عظمت'' کے عنوان وموضوع پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مجھے صحیح صحیح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

میرے دوستو! مسجد کرۂ ارض کا وہ مقدس ٹکڑا ہے جہاں بندہ مالک لم یزل کے سامنے جبین نیاز رکھ کر اظہار عجز کرتا ہے، مسجد دو قسم پر ہے، ایک عمومی مسجد ہے، جہاں تمام لوگ اکٹھے باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور ایک مسجد وہ ہے جس کو ''مسجد البیت'' کہتے ہیں۔

مسجد عمومی کی بناء پر جنت میں گھر ملنے کی بشارت سنائی گئی

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ۔[1]

مسجد البیت کے بارے میں حکم دیا: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِی الدُّوْرِ وَاَنْ یُّنَظَّفَ وَ یُطَیَّبَ صاف ستھری رکھو صرف صاف ستھری نہیں بلکہ لا تجعلوها قبوراً۔[2] گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بلکہ سنتیں گھر میں پڑھ لیا کرو۔

میرے دوستو! تاریخ عالم پر نظر دوڑاتے ہیں تو اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کی قرآنی خبر ہمیں بتاتی ہے کہ سب سے پہلے زمین پر کعبۃ

---

[1] (مشکوۃ ص ۶۸) [2] (مشکوۃ ص ۶۹)

اللہ کی تعمیر ہوئی' اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھو تو صحابہ سوال کر کے اپنے محبوب قائد' سرور کونین' احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں **أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلًا؟** آقا علیہ السلام کی جانب سے جواب آیا: **اَلْمَسْجِدُ الْحَرَام**.

مسجد اس امت کے لیے اللہ کے احسان کی دلیل ہے' سابقہ امتیں صرف معبد خانوں میں عبادت کیا کرتی تھیں' اس امت پر اللہ نے احسان فرمایا **جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا**[1] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احسان کا ذکر کیا۔

میرے دوستو! مسجد کیسی ہونی چاہئے؟ اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال میں اس کے مٹیریل کو ذکر کر دیا۔

رب العزت نے **أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى** سے مسجد کی بنیاد کا تذکرہ کیا کہ مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہو' مسجد کے لیے استعمال ہونے والے مال کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا کہ مسجد اللہ کا گھر ہے **إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ** پاک ذات ہے' لہٰذا پاک مال سے مسجد کی تعمیر ہونی چاہئے' مسجد کے معماروں کا تذکرہ بھی اللہ رب العزت نے کر دیا کہ مشرک معمار نہیں بن سکتا **ما کان للمشر کین ان یعمروا مساجد اللہ**. بلکہ معمار وہ ہوں **من امن باللہ والیوم الاخر**' جو اللہ وآخرت پر ایمان رکھنے والے ہوں **اقام الصلوۃ واتی الزکوۃ** معمار وہ ہوں جن کا مسجد سے تعلق ہفتہ وار یا سالانہ نہ ہو کہ جمعہ' عیدین پڑھنے آتے ہوں' بلکہ پکے نمازی ہوں' حلال مال سے زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں **ولم یخش الا اللہ** اللہ ہی سے ڈرنے والے ہوں' حکومت کے ڈر سے امام وموذن کے دماغ چاٹنے والے نہ ہوں۔

میرے دوستو! مسجد اتنے بہترین مٹیریل سے جب تیار ہوئی تو رب کریم نے اعلان کر دیا **ان المسجد للہ** مساجد میری ہیں **فلا تدعوا مع اللہ احدا** مسجد میں صرف میری عبادت ہو' غیر اللہ کی نہیں۔ **واقیموا وجوھکم عند کل مسجد و ادعوہ مخلصین لہ الدین** خالص مجھے ہی پکارو مسجد اللہ کا گھر ہے' جو مسجد سے مسلمانوں کو روکے اس کو ظالم قرار

---

[1] (مشکوۃ ص ۵۱۲)

دیا گیا و من اظلم ممن منع مساجد اللہ بلکہ فرمایا میں اپنے گھر کی حفاظت بخوبی کر سکتا ہوں' جب مجھے موقع ملا تو حفاظت کی پرانی تاریخ دہرادوں گا ارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارة من سجیل فجعلھم کعصف ماکول. (الفیل) ابرہہ کی طرح نشان عبرت بنا دوں گا۔

محافظ میں ہوں' لیکن کوشش تم کرو گے اجر تمہیں ہی ملے گا مَنْ اَخْرَجَ اَذًی مِّنَ الْمَسْجِدِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانِکُمْ جو مسجد سے محبت رکھ کر قدم اٹھائے گا ہر قدم پر نیکی دوں گا اِنَّ لَکُمْ بِکُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةٍ.

میرے دوستو!

مسجد کو اللہ نے عظمت و مرتبہ دیا ہے،

مسجد کو اتحاد و اتفاق کی علامت بنایاہ،

مسجد کو اجتماعیت کی علامت قرار دیا ہے،

مسجد انتشار و افتراق کے خاتمے کا نام ہے،

مسجد ایک امیر کی اطاعت کا درس دیتی ہے،

مسجد اسلامی مساوات کا عملی نمونہ ہے' جہاں آ کر امیر غریب گورے کالے اور عربی و عجمی کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

اسی لیے شاعر کو کہنا پڑتا ہے کہ مسجد میں آنے کے بعد

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حج ایک عالمگیر اجتماع اور اس کی حکمت وفلسفہ(۱)

سامعین محترم! اسلام ایک آفاقی دین ہے اور اپنی اس حیثیت کے ساتھ جہاں وہ افراد و اقوام کے قلوب واذہان پر دستک دیتا ہے وہاں اپنے مزاج کے اندر اجتماعیت کے عناصر کا بھی تقاضا رکھتا ہے اسلام کے جملہ احکام کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ اجتماعیت اسلامی نظامِ حیات کا جزولازم ہے قرآن مجید جو اسلام کا آئین اور اس کا دستور ہے اس میں جابجا **یا ایھا الناس**، **یا ایھا الذین امنوا** اور بالخصوص **یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا** جیسا طرز خطاب اسی روح کو اجاگر کرتا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ دنیا کو معلوم ہو کہ اسلام دوسرے مذاہب کی طرح محض فرد کی زندگی کے مقتضیات ہی سے متعلق نہیں بلکہ اس کے دامن میں افراد، اقوام اور پورے معاشرے کی رہنمائی اور صلاح وفلاح کے لیے بھی وافر ذخیرۂ ہدایت موجود ہے اجتماع اور اجتماعیت اسلامی نظامِ حیات کا منشا ہیں اس لیے اس کے ہر ہر حکم اور رکن میں اس کے تقاضے پوشیدہ نظر آئیں گے حج دینِ اسلام کا چوتھا رکن ہے اس کی تفصیل میں جایئے تو اس کی ایک ایک جزئی میں یہی رنگ چھلکتا نظر آئے گا چنانچہ اسلام کا یہ عظیم الشان سالانہ عالمی اجتماع جو اسلامی کیلنڈر کی مخصوص تاریخوں میں کرہ ارض کی سب سے مقدس اور مرکزی جگہ پر منعقد ہوتا ہے وسیع پیمانے پر مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کا مظہر ہے اس موقع پر لاکھوں فرزندانِ توحید اکناف عالم سے **یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق** کے مراحل سے گزر کر وحدتِ ملی کا اظہار کرتے ہوئے مناسک کی ادائیگی کرتے ہیں نظر میں ذرا اور دقت لاکر دیکھا جائے تو حج ان باطنی، لسانی اور علاقائی قومیتوں کے خلاف اسلامی قومیت کے اظہار کی علامت بن کر سامنے آتا ہے جن کے بہت سے اسلامی ممالک استعماری نظریات کے دباؤ کے باعث بری طرح شکار ہیں دنیا بھر سے مختلف علاقائی اور مقامی حوالے اور تعارف رکھنے والے لوگ اس اجتماع کی پہنائیوں میں گم ہو کر ایک ہی شناخت اور پہچان کے حامل بن جاتے ہیں فخر ومباہات اور الگ تھلگ شناخت کے وہ لباس جو اجتماعیت کی اسلامی روح کے یکسر منافی ہیں اس عالمگیر اسلامی اجتماع کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے ہی

اتار دیے جاتے ہیں اور یہ ایک ہی قسم کا لباس انہیں پلٹ کر اسی اجتماعیت میں کھو جانے کا پیغام دیتا ہے' یہ لباس دین وفقہ کی اصطلاح میں احرام کہلاتا ہے اور پھر اطراف عالم سے آئے ہوئے مختلف رنگ ونسل کے انسان مل کر جب ایک ہی رب کو پکارتے ہوئے ایک ہی کلمہ کا نعرہ **لبیک اللھم لبیک الخ** زبان پر لاتے ہیں تو یہ عالمگیر اجتماع اسلام کی ہمہ گیریت اور آفاقیت کا مظہر تام بن جاتا ہے یہ روح پرور منظر حاکم ومحکوم' امیر وفقیر اور چھوٹے بڑے کی ہر تفریق کو مٹا کر اسلام کی آفاقی اور اجتماعی شان کو دوچند کر دیتا ہے۔

سامعینِ محترم! یہی حال حج کے تمام مناسک ومقامات کا ہے خانہ خدا میں شمع توحید کے پروانوں کا دیوانہ وار طواف ہو یا صفا ومروہ کے درمیان سعی کا منظر' منیٰ کا سفر ہو یا وقوف عرفہ' جبل رحمت میں نزول جلال کی برکتیں سمیٹنے کا موقع ہو یا رمی جمار کا مرحلہ قدم قدم پر اجتماعیت و آفاقیت کا اظہار اور تشتت وافتراق کی نفی جھلکتی نظر آئے گی۔ قرآن مجید بڑی خوبی کے ساتھ منظر کشی کرتے ہوئے کہتا ہے **فاذا افضتم من عرفات الخ** ان کا تحرک اور ان کا سکون ایک ہی ساتھ ہوتا ہے جیسے یہ صف بصف اور یم بہ یم منظم فوج ہو **ثم افیضوا من حیث الخ** .

سامعینِ محترم! اس عالمگیر اجتماع کی حکمت اور اس کے فلسفے کے بیان کے لیے ایک نشست کی تقریر اور وہ بھی ایک طفل مکتب کی زبانی ناکافی ہے مگر ''قیاس کن زگلستان من بہار مرا'' کے مصداق تھوڑا سا اشارہ ضرور ہے' دیکھئے طواف کعبہ کیا حکمت وفلسفہ رکھتا ہے' عارفین فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف اس گھر کی عظمت کا اعتراف ہے جو انوار وتجلیات کا محیط ہے اور یہ دیوانہ وار چکر کمال عبدیت کا اظہار ہے وقوف عرفہ عرفان ومعرفت کا وہ مقام ہے جہاں بندے اپنی حقیقت وحقارت اور اللہ کی عظمت وجلالت کو پہچان کر جمع ہوجاتے ہیں اور اس کے فضل ورحمت اور مغفرت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ افاضہ عرفات وقوف کے ثمرات سمیٹنے کی خوشی کا اظہار' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موقف کا احیاء اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے۔ منیٰ جاہلیت میں تفاخر اور محض دنیوی کاروبار کی منڈی تھا مگر اب مسلمانان عالم کے باہمی تعارف کے بیان اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنے کا مقام ہے اور اس کا ایک نسک رمی جمار

ایک طرف ابلیس لعین سے نفرت کا اظہار اور اس کی اہانت کا وسیلہ ہے تو دوسری طرف اطاعت الٰہی کے لیے مستعدی اور مکمل استسلام کا اقرار ہے۔

سامعین محترم جب تک حج باقی ہے اس وقت تک مسلمانوں کو گروہی تعصبات، قومیتوں کے جھنڈے اور انتشار کے دوسرے عوامل نگل لینے میں بھی مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ اس کا پیغام اتنا بھرپور اور اس کی شان اس قدر موثر ہے کہ سال بھر کا یہ اجتماع پورے سال کے لیے سبق رکھتا ہے اور جب دنیا کے کونے کونے سے مسلمان اس میں شریک ہوتے ہیں تو یہ سبق اور یہ پیغام ان کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے اور ہندی، افغانی، یورپی اور امریکی تمام امتیازات کو بے نشان کر دیتا ہے اس عالمگیر اجتماع کا سرمدی پیغام شاعر کے لفظوں میں یوں ڈھلتا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

وما علینا الا البلاغ المبین



حج عالمگیر اجتماع حکمت وفلسفہ (۲)

الحمدلله وحده والصلاة والسلام علیٰ من لا نبی بعده اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم وَ اَذِّنْ فِی النَّاس بالحج یاتوک رجالاً وَّعلٰی کل ضامِرٍ یا تین مِنْ کُلِّ فجّ عمیق لیشهد وا منافع لهم...... الخ

عن ابن عمر رضی الله عنه قال سَاَل رَجُلٌ رَسُوْلَ اللهِ الحاجّ؟ قَالَ الشعث التفل فقام آخر فقال: یَا رَسُوْلَ اللهِ اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قال: العَجُّ وَالثَجُّ اَوْ کَمَا قال علیه السلام.

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی تو باقی نہیں ہے

محترم اساتذہ کرام اور میرے ہمنوا ساتھیو! آج کی اس روح پرور محفل میں بندہ جس عنوان کے تحت لب کشائی کرنا چاہتا ہے وہ ہے: ''حج عالمگیر اجتماع حکمت وفلسفہ''۔

سامعینِ گرامی! خالق ارض وسما نے سرزمین دنیا کا نقشہ کچھ اس انداز سے بنایا ہے کہ ماہرین جغرافیہ کی تحقیق کے مطابق مسلمانوں کی مرکزی اجتماع گاہ ملجا وماوی کعبۃ اللہ زمین کے بالکل وسط اور مرکز میں واقع ہے محققین نے لکھا ہے کہ زمین کے اسی حصے کی سب سے پہلے تخلیق کی گئی ہے اِئْتِیَا طوعًا اَوْ کرها کے جواب میں قالتا اتینا طائعین کے نعرے میں سب سے پہلے اس نے پہل کی اس کے بالکل سیدھ میں ساتویں آسمان پر بیت المعمور کا وہ مقدس مقام ہے جہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ طواف کرتے ہیں یَزُوْرُهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ بِالطَّوَافِ وَالصَّلٰوۃِ وَلَایَعُوْدُوْنَ اِلَیْهِ اَبَدًا اسکو اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاس کا شرف بھی حاصل ہے گرامی قدر! طوفان نوح سے منہدم ہونے کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو اس کی تعمیر نو کا حکم ہوا جب تعمیر مکمل ہوئی تو ارشاد باری ہوا و اذن فی الناس بالحج لوگوں کو اس کی زیارت کے لیے بلایا ابراہیم علیہ السلام نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہوکر انسانیت کو ندا دی یا ایها الناس اِنَّ رَبَّکم اتخذ بیتا واوجب علیکم الحج الیه آؤ اپنے رب کی طرف فَاَجِیْبُوْا رَبَّکُمْ وَالْتَفَتْ بِوَجْهِهٖ یَمِیْنًا وَ شِمَالاً وَ شَرْقًا وَ غَرْبًا جن کی قسمت میں

اس کی زیارت باسعادت تھی انہوں نے لبیک کہہ کر جواب دیا مَنْ كُتِبَ لَهُ اَنْ حَجَّ عَنْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ الْاُمَّهَاتِ فَاَجَابَهُ لبيك اللّٰهم لبيك اس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ہر قدم فرطِ شوق میں چاہے وہ پیدل ہوں یا سوار وادیوں کو طے کرتے ہوئے فضاؤں میں اڑتے ہوئے پہاڑوں کو پھلانگتے ہوئے اور سمندروں کو چیرتے ہوئے اونٹوں اور گھوڑوں پر طیاروں اور جہازوں پر کشتیوں اور گاڑیوں پر بیٹھ کر دور دراز راستوں کو قطع کرتے ہوئے اس عظیم اور عالمگیر اجتماع میں شرکت کے لیے دیوانہ وار آئیں گے اللہ تعالیٰ حج کی عالمگیریت کو یوں بیان فرماتے ہیں و اذ جعلنا البيت مثابة للناس و امنا کہ حج کی سرزمین لوگوں کے لیے مرکزی اجتماع اور امن وسلامتی کی جگہ ہے مَنْ دَخَلَهُ كَانَ امنا ایک اور جگہ پر اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں جَعَلَ الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس دنیا کے خطے اور براعظم اور ہر ملک سے بلاتفریق و امتیاز رنگ و نسل کے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں انسانی کائنات کی انسانی تاریخ کے کسی بھی گوشۂ ورق میں اس طرح کی عالمگیر اجتماعیت کا تذکرہ نہیں ملتا اس طرح کی وحدت و یگانگت کی نظیر کہیں نہیں ملتی جو ایک ہی لباس میں ملبوس، زبان پر ایک ہی ترانہ، رنگ و نسل کے امتیازات کو نظر انداز کر کے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہوں جن کا مطلوب و مقصود خالق حقیقی کی رضا اور خوشنودی ہو اور وہ زبانِ حال سے عالمِ دنیا کو اخوت و محبت کا سبق گویا یوں دے رہے ہوں۔

یہ ہندی و خراسانی یہ افغانی و طورانی — تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہوجا
ہوس نے کر دیئے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان کے — اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا
غبار آلودِ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے — تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

سامعینِ محترم! اس عظیم اور عالمگیر اجتماع کی حکمت کیا ہے؟ حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حج کے فلسفہ اور حکمت کو یوں بیان کرتے ہیں:

وَفِي الْحَجِّ خُصُوْصِيَّةٌ لَيْسَتْ فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْعِبَادَاتِ وَهُوَ اَنَّهٗ يُعَلِّمُ فِيْمَا

سِوَاهُ بَعْضَ الْمَصَالِحِ الْعَقْلِيَّةِ وَ لٰكِنَّ اَفْعَالَ الْحَجِّ فِيهَا شَانُ الْعِشْقِ فَيَتَّحُ عَنْ غَلَبَ عشقه على عقله

حج کے ارکان باقی ارکان اسلام سے قدرے مختلف ہیں اس لیے کہ باقی ارکان افعال عقلیہ ہیں جبکہ حج کے افعال محض عشقِ الٰہی پرمبنی ہیں جنہیں سمجھنے سے عقل عاری ہے۔

میانِ عاشق و معشوق رمز یست کراماً کاتبین راہم خبر نیست

کہ ایک عاشقِ حقیقی اپنے بدن سے کپڑے اتار کر کفن نما دو چادر زیب تن کر لیتا ہے سر سے ننگا تڑنگا ہوتا ہے اور پیروں میں ایسے جوتے استعمال کرتا ہے جس سے پیر نہیں ڈھکتے دیوانہ وار والہانہ اور مجنونانہ انداز میں محبوب کے دیار کا رخ کرتا ہے محبوب کے گھر کے پہاڑوں کا رخ کرتا ہے جبلِ رحمت پر تیز دھوپ میں محبوب حقیقی کے سامنے دست نیاز دراز کیے گڑگڑا کر چیخ و چلا کر رو رو کر محبوب کو یوں پکارتا ہے

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک انّ الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

تو کبھی یوں پکارتا ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا اَفَاضَ الْمِعْشَرُ ۔ وَ بِهِ الْوُفُوْدُ تَزَاحَمَتْ تَسْتَغْفِرُ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ مَا السَّمَاءُ تَزَيَّنَتْ بِنُجُوْمِهَا وَ بِهَا الْكَوَاكِبُ تَزْهَرُ

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بندہ مومن کے لیے سب سے بڑی چیز محبوب حقیقی کی رضا اور خوشنودی اور اس کے حصول کے لیے آہ وفغاں گریہ وزاری اور جان کی بازی تک لگانا ہے کسی نے پوچھا یارسول اللہ ما الحجُّ فرمایا العجّ والثجّ اس سے یہی فلسفہ سمجھ میں آتا ہے اگرچہ آہ وزاری اور جانور کی قربانی سے اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا، پر۔

جان دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وما علینا الا البلاغ المبین

مثالی خطیب

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ: و شددنا ملکہ و اتینہ الحکمۃ و فصل الخطاب.

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا.[1] صدق اللہ العظیم.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ! آج کی اس بابرکت اور پروقار محفل میں آپ کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت حاصل کروں گا وہ موضوع "مثالی خطیب" کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین محترم! اللہ رب العزت نے جب اشرف المخلوقات حضرت انسان کو اس کائنات میں جلوہ افروز فرمایا تو دوسرے حیوانات، چرند، پرند سے کلام و گفتگو اور افہام و تفہیم کے ذریعے ممتاز بنایا اور اسے قوتِ گویائی عطا فرمائی، ایسی دولت خطابت سے نوازا جو آن میں قرنوں کا سفر کرتی کہاں سے کہاں لے جاتی ہے، ایکا ایکی پلٹا دے کر ماضی میں پہنچا دیتی ہے، نا گہائے سزائیں بھرتی ہوئی مستقبل کی طرف بڑھ جاتی ہے، اس کے لیے گردشِ زمانہ لیل ونہار کے طلوع وغروب سے آزاد ہے، جو تصور کی پرواز ہے، جو انسانی مجمعوں کو اکائی میں ڈھالتی آواز کی لہروں کے ساتھ ماضی، حال اور مستقبل میں گھماتی پھرتی ہے۔

سامعینِ کرام! اب آیئے میں خطابت کی تعریف کرتا ہوں کہ خطابت کسے کہتے ہیں؟ چنانچہ ارسطو نے خطابت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

اَلْخِطَابَةُ فَنٌّ مِّنْ فُنُوْنِ الْقَوْلِ يُخَاطِبُ بِهَا الْجُمْهُوْرُ.

علامہ میر سید مسند شریفؒ فرماتے ہیں:

اَلْخِطَابَةُ هُوَ قِيَاسٌ مُرَكَّبٌ مِّنْ مُقَدَّمَاتٍ مَقْبُوْلَةٍ اَوْ مَظْنُوْنَةٍ.

اور جب میں ماضی کے جھروکوں میں مزید جھانکتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ فن خطابت کی

---

[1] (بخاری کتاب الطب و کتاب النکاح باب الخطبہ ۲/۷۷۳)

اہمیت کے متعلق بڑے بڑے دانشوروں نے کیا کہا ہے' چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطاب اختصار کی وجہ سے مفید تر ہوتا ہے' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زبان کی غلطی کو پاؤں کی غلطی سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں' فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطاب کرتے وقت کئی آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے' اس لیے خطباء حضرات کو وقت اور موقع کا لحاظ کرنا چاہیے' امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ خطاب میں نرمی موثر ہوتی ہے' ابو علی سینا کہتا ہے کہ بہترین چیزوں میں سے شیریں بیان اور فصیح خطاب ہونا ہے۔ شورش کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ خطابت زبان کا اعجاز ہے' امام الہندؒ ابوالکلام آزاد خطابت کے متعلق فرماتے ہیں:

دعا دے مجھے اے زمین سخن!
کہ میں نے تجھے آسماں کر دیا

سامعین کرام! خطابت کی اہمیت کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خطابت کی ابتداء کب ہوئی؟ تو مختصراً یہ کہ جب حضرتِ انسان نے بولنا شروع کیا تو وہ شخص سب سے پہلا خطیب تھا' جس نے سب سے پہلے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا' انسانوں کا ایک مجمع اس کے گرد وپیش تھا ان سے کلام کیا' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور خطابت ہم عصر ہیں' دونوں کا سفر یکساں نظر آتا ہے' سب سے پہلے خطیب خدا کے پیغمبر تھے' جنہیں اللہ نے فلاحِ انسانیت کے لیے اس دنیا میں مبعوث فرمایا' تمام خدائی کتب جب ان پر نازل ہوئیں تو ان کا انداز سراپا خطیبانہ تھا ان کے لب ولہجہ میں ایک خطیب کی گونج وگرج' بجلی کی طرح چمکتی کڑکتی نظر آتی ہے اور خطابت کی یہی عمیق روح ان انبیاء میں بھی رچی بسی نظر آتی ہے' چنانچہ رب ذوالجلال نے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا:

وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ. (سورۂ ص)

تمام مفسرین نے حضرت داؤد علیہ السلام کو صاحبِ فصل خطاب سے یاد کیا حضرت شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء کہلائے۔ ربِ ذوالجلال نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح دیگر انبیاء کے جامع ومانع خطبات کو **اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ** اور **اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ** کے ساتھ نقل فرمایا سرور کائنات تاج المرسلین امام الانبیاء حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابت کی تب وتاب'

جوش وحرارت، رعنائی اور اعجاز وایجاز تو قیامت تک باقی رہے گی روزِ محشر کے بارے میں خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَنَا خَطِیْبُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ[1]

سامعین! اس کے بعد امت محمدیہ میں وہ نامور، نامی گرامی، مثالی خطباء گزرے ہیں جن کے خطابات پر قیامت تک آنے والی امت فخر کرے گی، جنہوں نے خطابت کے جادو جگائے جنہوں نے خطابت کے زور پر اس امت کو تازہ ولولہ دے کر ان میں قومی جدوجہد کے بال و پر پیدا کیے جنہوں نے باطل کا دھارا موڑ دیا، برصغیر پر نظر دوڑاتے ہیں تو شیخ الہند دارالعلوم دیوبند کے روشن چراغ نظر آتے ہیں، حضرت مدنیؒ کی خطابت کا چرچا نظر آتا ہے، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جہاد کے موضوع پر خطابت کی شمعیں روشن کرتے نظر آتے ہیں، خطابت کے بادشاہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی خطابت سے پوری انگریز قوم کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، جن کی خطابت کے جادو نے دنیائے عالم کو مسحور کر رکھا تھا اور جب عصر حاضر میں نظر دوڑاتے ہیں تو شہید وفا حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ نظر آتے ہیں جو خطابت کے لیے قدرت کا عطیہ تھے، جن کے لیے ہر موضوع ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی تھا، مذہب پر بولتے تو "عبقریٔ عصر" تھے۔ سیاست میں خطابت کے تمام اوصاف کے جواہر تھے، جو خطابت کے افق پر صبح خزاں کا اجالا تھے، شاید اردو زبان ان جیسا خطیب پیدا نہ کر سکے، جسے وقت ٹھہر کر ہوائیں رک کر سنیں، مجمعوں کو زورِ بیان سے پلٹ دے، جو اس دور میں حسن تعبیر کے بادشاہ اور امام تھے۔

سامعینِ کرام! ان خطباء کو اتنی بالا شان و مقام کیسے ملا جب ہم ان مثالی خطباء کے بارے میں تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ بے ریا کردار کے مالک تھے، ان کا نصب العین بلند تھا، اخلاص فی العمل، صداقت شعاری، شخصی وجاہت، باخبر ذہن، طاقت لسانی، بے عیب آواز، صحیح تلفظ، حاضر جوابی برجستہ گوئی، موقع شناسی، وحدت مقصد، ہمدردی و پامردی، مجمع کی نفسیات سے آگاہی، فہم عامہ و مہارت تامہ مشاہدہ کی لگن اور مطالعہ کی چٹک جیسی عظیم نعمتوں سے خدائے ذوالجلال نے ان کو نوازا تھا جو مثالی خطیب بننے کے لیے امر لاینفک ہیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

1. حوالہ نہیں ملا

خطابت کی اہمیت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد!

تعوذ' تسمیہ: قال اللہ تعالیٰ الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان و قال اللہ تعالیٰ فی مقام اخر ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ.

الفاظ کے پیچوں میں الجھتا نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے نہ صدف سے

واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طالبعلم ساتھیو!

اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کو اس کائنات میں جلوہ افروز فرمایا تو دوسرے حیوانات چرند و پرند سے کلام و گفتگو افہام و تفہیم کے ذریعے سے ممتاز بنایا اور اسے گویائی عطا فرمائی۔ ایسے زور خطاب سے نوازا کہ جو آن واحد میں قرنوں کا سفر کرتا ہے کہاں کہاں لے جاتا ہے آپ کو ایک ہی پلٹا دے کر ماضی میں پہنچا دیتا ہے اس کے لیے گردش زمانہ لیل و نہار کے طلوع و غروب سے آزاد ہے جو تصور کی پرواز ہے جو انسانی مجمعوں کو اکائی میں ڈھالتی آواز کی لہروں کے ساتھ ماضی اور استقبال میں گھماتی پھراتی ہے۔

خطابت خطاب سے ہے خطابت کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں

ارسطو نے خطابت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

اَلْخِطَابَۃُ فَنٌّ مِنْ فُنُوْنِ الْقَوْلِ یُخَاطِبُ بِھَا الْجُمْھُوْرُ.

علامہ میر شریف جرجانی نے خطابت کی تعریف منطقی انداز میں یوں بیان فرمائی ہے:

اَلْخِطَابَۃُ ھُوَ قِیَاسٌ مُرَکَّبٌ مِنْ مُقَدَّمَاتٍ مَقْبُوْلَۃٍ اَوْ مَظْنُوْنَۃٍ مِنْ شَخْصٍ مُعْتَقِدٍ فِیْہِ)

اس تعریف کا جامع مفہوم امام المجاہدین استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت اقدس مولانا فضل محمد یوسفزئی صاحب مدظلہ العالی کے الفاظ میں یوں ہے کہ قابل اعتماد شخص سے قابل اعتماد دلائل سے مرکب کلام کا نام خطابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے خطباء حضرات انبیاء کرام علیہم السلام گزرے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کو مفسرین نے ان کی

مربوط اور پر مغز تقاریر کی وجہ سے خطیب الأنبیاء کا لقب دیا حضرت داؤد علیہ السلام کو قرآن نے فصل الخطاب کا لقب دیا چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

و شددنا ملکه و اٰتینه الحکمة و فصل الخطاب

اور سرتاج الرسلین امام الأنبیاء حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابت کی تب وتاب جوش وحرارت اعجاز وایجاز قیامت تک باقی رہے گی روزِ محشر کے بارے میں خود سرورِ کونین کا ارشاد ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَ خَطِيْبَهُمْ[1]

اور ہم ماضی کے جھروکوں میں مزید جھانکتے ہیں کہ فنِ خطابت کے متعلق بڑے بڑے دانشوروں نے کیا کہا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطابت اختصار کی وجہ سے مفید تر ہوتی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زبان کی غلطی پاؤں کی غلطی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطابت کرتے وقت کئی آفتوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے اس لیے خطباء حضرات وقت وموقع کا لحاظ رکھتے ہیں۔

بوعلی سینا کہتا ہے کہ بہترین چیزوں میں شیریں بیانی اور فصیح خطاب ہوتا ہے شورش کاشمیری فرماتے ہیں کہ خطابت زبان کا اعجاز ہے۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد خطابت کے متعلق فرماتے ہیں کہ

دعا دے مجھے اے زمین سخن
کہ میں نے تجھے آسمان کر دیا

سامعینِ کرام! ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں قبیلہ بنوتمیم کے خطیب عطارد بن حاجب اور صحابی رسول حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے درمیان تقریری مقابلہ ہوا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے طرزِ خطابت نے کفار اتنے متاثر ہوئے کہ پکار اٹھے **خَطِيْبُكُمْ اَخْطَبُ مِنْ خَطِيْبِنَا.**

---

[1] (ترمذی ۲/۲۰۱)

یہ تو گلشن محمدی کے ایک طالب علم کی بات تھی خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَ خَطِيْبُهُمْ.[1]

حضرت ابوبکر صدیق یارِ غار پیغمبر نے اپنے محبوب کے انداز خطابت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے

لَقَدْ طُفْتُ فِي الْعَرَبِ وَ سَمِعْتُ فُصَحَائِهِمْ فَمَا سَمِعْتُ اَفْصَحُ مِنْكَ.

کہ میں نے عرب کے اطراف واکناف کے چکر کاٹے فصحاء اور بلغاء کا کلام بھی سنا مگر آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہ پایا۔

اسی خطابت کی اہمیت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتلائی اور بطور نعمتِ عظمیٰ کے اس کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا:

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان. (الرحمٰن)

سامعینِ کرام! فنِ خطابت کے آداب ہمیں پیغمبر آخر الزماں اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں ملتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکلم فرماتے تو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے ضرورت پڑتی تو ایک بات کو تین تین بار ارشاد فرماتے تاکہ ہر طبقہ کے لوگ سمجھ سکیں اور بعض اوقات بوقت خطاب آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں غصہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی گویا آپ دشمن کی کسی فوج کو للکار رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

كَانَ صَوْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَبْلُغُ حَيْثُ لَا يَبْلُغُ صَوْتُ اَحَدٍ.

کہ آپ کی بلند آواز کا مقابلہ کسی کی آواز نہیں کر سکتی تھی۔

سامعین کرام! ارسطو کہتا ہے کہ اچھے خطیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلند آواز کا مالک ہو۔ افہام وتفہیم کا ملکہ رکھتا ہو پراگندہ باتوں سے ڈرتا ہو کھڑے ہو کر امتیازی شان سے تقریر کا عادی ہو بوقت خطاب اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں اور موقع کی مناسبت سے ہاتھ سے اشارے بھی کرتا ہو۔

وما علينا الا البلاغ المبين

---

[1] (ترمذی ۲/۲۰۱)

معرکہ حق و باطل اور کاروانِ علم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

اعوذ ' تسمیہ: ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین کتب

اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز. صدق اللہ العظیم. (المجادلۃ)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یَرِثُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَ تَاْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ[1]

ظلمت کو ضیاء' صر صر کو صبا' بندے کو خدا کیا کہنا
پتھر کو گہر' دیوار کو در' کرگس کو ہما کیا کہنا
حق بات پہ کوڑے اور زنداں' باطل کے شکنجے میں ہے یہ جاں
انسان ہیں کہ سہمے بیٹھے ہیں' خونخوار درندے ہیں رقصاں
اس ظلم و ستم کو لطف و کرم' اس دکھ کو دوا کیا کہنا
ظلمت کو ضیاء' صر صر کو صبا' بندے کو خدا کیا کہنا

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! امسال کی آراستہ بزم میں مجھے آپ حضرات کے دل و دماغ پر جو تحریر رقم کرنی ہے اور آپ کی روحوں میں جس فکر کی تخم ریزی کرنی ہے وہ ''معرکہ حق و باطل اور کاروانِ علم'' کے عنوان سے عبارت ہے۔

سامعین محترم! مغرب سے طلوع ہوتی ہوئی جدید تہذیب وتمدن نے اپنی مادی ترقی اور اسبابِ تعیش کی فراہمی سے ذرہ کائنات کو مدہوش کر رکھا ہے' مگر دوسری طرف دلوں کی دنیا مردہ ہو چکی ہے' ایک طرف ستارے اس کی کمند کا شکار' سمندر کی بے رحم موجیں اس کی رفتار پا کی آماجگاہ' پہاڑوں کے سینے اس کی ضربوں سے چیرہ چیرہ ہیں اور دوسری طرف معاشرتی اقدار تہ وبالا'

---

[1] (مشکوٰۃ ۱۰/۲۰۹) السنن الکبریٰ

اخلاقیات کا شباب پامال اور بے حیائی کا سیلاب رواں دواں ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج ظلم وستم کے متوالی امن کے ٹھیکیدار اور سلامتی کے داعی دہشت و خوف کی علامت بن گئے، جہل و گمراہی کے مراکز کو دانش و بینش کا لقب ملا اور علم وفضل کے چشموں کی راہیں مسدود کی جانے لگیں۔

سامعین کرام! علم وجہل کی یہ مسابقت اور حق وباطل کی یہ معرکہ آرائی کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ جب سے آدم کے فرزندوں کو شرف علم عطا ہوا شیطان نے اپنے حواریوں کے ذریعہ ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ صفحات تاریخ علم وجہل کی ایسی معرکہ آرائیوں سے رنگین ہیں۔

علم نبوت کی صورت کا جلوہ آرا ہوا تو جہل نے دجل کا روپ دھارا، علم معجزہ بن کر ظاہر ہوا تو جہل نے مقابلہ سحر کی صورت میں کیا۔ علم اسلام کا نور بنا، علم صدیق کی صداقت میں ڈھلا اور جہل ابن ابی کا نفاق بنا، علم صوفیاء کے لیے عشق ہوا اور جہل قارون کا ہوس ہوا۔ میدانِ خطابت میں علم مجدد الف ثانی کی للکار بنا تو فیضی جہل کا ترجمان ہوا، علم شعر وانشاء کی خوشبو بن کر چکا تو گلستان و بوستان وجود میں آئی، جہل ترنم میں گیت وموسیقی کی جھنکار بنی۔ علم نے تصنیف کا قالب اختیار کیا تو غزالی وابن جوزی وابن تیمیہ کی کتابیں سامنے آئیں اور جہل تحریر میں آیا تو لارڈ میکالے کا نصاب ہوا علم نے عمارت کی شکل اختیار کی تو مدرسہ معرض وجود میں آیا اور جہل متشکل ہوا تو ریاست کا جبر ہوا۔

سامعین کرام! ان تمام معرکہ آرائیوں میں خاک وخون میں مل کر بھی کاروانِ علم بڑھتا چلا گیا اور جہل تخت نشین ہو کر بھی ناکام ہوتا چلا گیا، علم کے فرزندوں نے زہر پیا، مگر علم نہ مرا، علم کے چاہنے والے خلفاء کے دربار میں کوڑے سہتے رہے، مگر شکست نہ ہوئی علم کے متوالوں نے کربلا سجائی، مگر اور بلند ہو گئے، علم والے شاملی کے میدان سے لیکر بالاکوٹ کے ریگزاروں تک جان سے جاتے رہے، مگر پرچم لہراتے گئے۔

غرض اہل باطل اور ابوجہلوں کے سامنے سینہ سپر رہ کر بھی جب یہ کاروان [illegible] تو اگر آج بھی آتش نمرود میں کسی ابراہیم کا امتحان مقصود ہے تو غم کس بات کا اور فکر کس چیز کی۔ بس جب تک ہمارا دامن ان صفات سے مزین رہے جن کے وہ حامل تھے۔ تو ہمارے مدارس ایسے ہی بارونق اور مسجدیں ایسی ہی روشن رہیں گی اور باطل کو ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام میں معاشی نظام مستقل نظریہ ہے یا ثانوی حیثیت رکھتا ہے

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ: یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلاأن تکون تجارۃ عن تراض منکم.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! اسلام کا معاشی نظام ایک ایسا وسیع وعریض موضوع ہے، جس پر مختلف پہلوؤں سے تفصیلی گفتگو کی جاسکتی ہے۔

آج کی اس پررونق محفل میں آپ حضرات کے سامنے صرف اس پہلو پر چند گزارشات پیش کروں گا کہ آیا اسلام نے معیشت وتجارت کو ایک مستقل نظریہ اور نظام کے طور پر پیش کیا ہے یا اس کو ثانوی حیثیت دی ہے؟ قرآن وحدیث سے اس موضوع پر کلام سے پہلے تقابلی طور پر ان دومتضاد معاشی نظاموں کا ایک اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں۔

سامعینِ کرام! آج کرۂ ارض پر جس نظام کی طوطی بولی جاتی ہے وہ سرمایہ دارانہ نظام ہے، اگر آپ سرمایہ دارانہ نظام کی تعریف دولفظوں میں معلوم کرنا چاہیں تو وہ یہ ہے ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'، سرمایہ دارانہ نظام کو سرمایہ دارانہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں سرمایہ ہی سب کچھ ہوتا ہے، یہ نظام کسی آسمانی ہدایت، یا کسی کتاب، کسی دینی صحیفے، کسی اخلاقی حد بندی کا پابند نہیں ہوتا۔ سرمایہ دارانہ نظام طلب ورسد کے فطری قانون کی پابندی نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ اس فطری قانون کو توڑنے سے گریز بھی نہیں کرتا، سود، جوا، دھوکہ اور فریب اس نظام کے لوازم میں سے ہیں، یہ نظام غریبوں کے خون پسینے کی کمائی سے امیروں کی خوابگاہوں کو سجاتا ہے اور ضرورت پڑنے پر انسانوں کے خون بہانے سے بھی گریز نہیں کرتا، چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ روئے زمین میں جہاں بھی بنی آدم کا خون بہہ رہا ہے، اس میں سرمایہ دارانہ نظام کے عالمی علمبرداروں اور محافظوں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ہاتھ ہوتا ہے۔

سامعینِ محترم! چونکہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد استحصال اور استبداد پر رکھی گئی ہے، اس

لیے ظلم و تعدی اس کا خاصہ ہے اور یہ فطرت کا اٹل اصول ہے' جہاں ظلم ہوتا ہے اس کے خلاف ردِ عمل بھی ہوتا ہے' انیسویں صدی کے اختتام پر جب دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو اس کے خلاف مظلوم طبقوں کا ردِ عمل بھی بڑھنے لگا اور اس ردِ عمل نے آگے بڑھ کر ایک انقلاب کی شکل اختیار کر لی' اس انقلاب کو ''سرخ انقلاب'' کہا جاتا ہے' اس انقلاب نے ویسے تو دنیا کے غریبوں کو جگانے کی کوشش کی اور سرمایہ داریت کے خاتمے کے نعرے کے ذریعے دنیا کے ایک بڑے طبقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' سرخ انقلابیوں نے ''سوویت یونین'' کے نام سے ایک عظیم الشان حکومت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کر لی اور ایک وقت ایسا آیا کہ پوری دنیا میں یہ نعرے گونجنے لگے کہ اب پوری زمین میں کوئی پتہ بھی ماسکو کی اجازت کے بغیر نہیں ہل سکتا۔ لیکن ''کارل مارکس'' اور ''لینن'' کے افکار سے وقوع پذیر ہونے والی یہ عظیم ریاست زیادہ دیر اپنی سطوت و قوت کا جلوہ نہ دکھا سکی' اس کی کیا وجہ تھی؟

سامعینِ کرام! ذرا توجہ کی ضرورت ہے' وہ وجہ یہ تھی کہ سرمایہ داریت سے فرار حاصل کر کے اشتراکیت کی پناہ میں آنے والوں نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی تھی کہ سرمایہ داریت میں آخر وہ کون سی خرابی ہے' جو اس کو اس قدر خونخوار' قابلِ نفرت اور ظالم و جابر بنا دیتی ہے۔ یہ خرابی وہی ہے کہ سرمایہ دارانہ معیشت اور سرمایہ ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے' اشتراکیوں نے بنیادی غلطی یہ کی کہ انہوں نے بھی صرف معیشت ہی کو انسانی معاشرے کی ترقی اور استحکام کی علامت قرار دیدیا' سرمایہ داریت کو انسانیت سے نکالنے کی کوشش میں ایسی غیر فطری' غیر منطقی اور غیر معمولی پابندیوں میں جکڑ دیا' جس کے ہوتے ہوئے معیشت کی ترقی ناممکن سی بات تھی' چنانچہ اشتراکیوں نے معیشت کا خاتمہ کر دیا اور تمام املاک کو حکومت کے قبضے میں دیدیا' جو جس طرح چاہتی اس میں تصرف کرتی اور چونکہ حکومت کرنے والے بھی وہی انسان تھے' اس لیے یہ نتیجہ نکلا کہ عوام الناس سرمایہ داروں کے چنگل سے نکل کر حکمرانوں کے غلام بن گئے' گویا برسات سے نقلِ مکانی کر کے پرنالے کے نیچے جا کر کھڑے ہو گئے' اس کا منطقی نتیجہ کمیونزم' سوشلزم کے زوال کی شکل میں نکلا اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ نظام آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ معیشت ان دونوں نظاموں میں مستقل نظریہ وفکر کا درجہ رکھتی ہے'ان دونوں نظریوں کی عملی کشمکش کی طرح فکری اور نظریاتی جنگ وجدل کی بھی درازداستان ہے'ان دونوں فکروں کے مطابق معیشت وہ بنیاد واساس ہے جس پر سیاست کی عمارت' معاشرت کی زینت بلکہ خواہشات کے قصراقرکی ساری رعنائیاں' جملہ لطافتیں' تمام تر اسرار ہائے جاودانی معاشی استحکام کے دم سے قائم رہ سکتی ہیں' گویا کہ ان دونوں نظاموں کے ڈھانچوں کی جان معیشت ہی ہے' جبکہ اسلام میں اولیت وثانویت' ترتیب وترجیح' تقدیم وتاخیر ایک سلسلہ ہے' ابدیت کو ترجیح عارضی مراحل کوضرورت کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔

سامعینِ کرام! ان دونوں نظاموں کے مقابلے میں اسلام کا معاشی نظام کیا ہے اور اس کی وہ کون سی خصوصیت ہے جواس کو دوسرے نظاموں سے ممتاز کردیتی ہے' اسلام کے معاشی نظام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام نے معیشت کو انسانیت کی کامیابی وکامرانی کی منتہائے مقصود قرار نہیں دیا۔

اسلام کوئی معاشی نظام نہیں ہے' بلکہ وہ ایک دین ہے جس کے احکام ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہیں' جس میں معیشت بھی داخل ہے' لہٰذا قرآن وحدیث نے معروف معانی میں کوئی معاشی فلسفہ یا نظریہ پیش نہیں کیا جس کو موجودہ دور کی معاشی اصطلاحات کو تعبیر کیا گیا ہو' اسلام کے معاشی احکام اور تعلیمات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے بازار کی قوتوں یعنی رسد وطلب کے قوانین کو تسلیم کیا ہے اور وہ معیشت کے مسائل حل کرنے کے لیے ان کے استعمال کا فی الجملہ حامی ہے' چنانچہ اسلام کہتا ہے

نحن قسمنا بينهم معيشتهم فی الحيوة الدنيا و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا.

ظاہر ہے ایک دوسرے سے کام اس طرح لیا جائے گا کہ کام لینے والا کام کی طلب اور کام دینے والا کام کی رسد ہے' اس رسد وطلب کی باہمی کشمکش اور باہمی امتزاج سے ایک متوازن معیشت وجود میں آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب دیہاتی اپنی پیداوار شہر میں فروخت کے لیے لاتا تھا تو بعض شہری لوگ اس دیہاتی سے کہتے تھے کہ تم اپنا مال خود شہر میں لے جا کر نہ بیچو اور یہ سامان مجھے دے دو میں مناسب وقت پر اس کو فروخت کروں گا تا کہ اس کی قیمت زیادہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہریوں کو اس طرح کرنے سے روکا' اس کے ساتھ یہ جملہ ارشاد فرمایا:

دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ بَعْضًا.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان تیسرے شخص کی مداخلت کو اس لیے منع فرمایا تا کہ بازار میں طلب و رسد کا صحیح توازن قائم ہو' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی کہ بازار میں فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمتیں سرکاری طور پر متعین فرمائیں تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ......الخ

اللہ تعالیٰ کو قیمت مقرر کرنے والا قرار دینے کا واضح مطلب اس حدیث کے قیاس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے طلب و رسد کے فطری اصول مقرر فرمائے ہیں' جن سے قیمتیں فطری طور پر متعین ہوتی ہیں اور اس فطری نظام کو چھوڑ کر مصنوعی طور سے قیمتوں کا تعین پسندیدہ نہیں۔

قرآن وسنت کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے بازار کی قوتوں یعنی طلب و رسد کے قوانین کو فی الجملہ تسلیم کیا ہے' اس طرح ذاتی منافع کے محرک سے بھی فی الجملہ کام لیا ہے' لیکن فرق یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں اس محرک کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا' جس کے نتیجے میں وہ خرابیاں پیدا ہوئیں جن کا ذکر پیچھے کیا گیا' اسلام نے ذاتی منافع کے محرک کو برقرار رکھتے ہوئے اور رسد و طلب کے قوانین کو تسلیم کرتے ہوئے تجارتی اور معاشی سرگرمیوں پر کچھ ایسی پابندیاں عائد کر دیں کہ ان پر عمل کی صورت میں ذاتی منافع کا محرک ایسے غلط رُخ پر نہیں چل سکتا جو معیشت کو غیر متوازن کرے یا اس سے دوسری اخلاقی یا اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں۔ اسلام نے ذاتی منافع کے محرک پر جو پابندیاں عائد کی ہیں' انہیں تین قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) خدائی پابندی (۲) ریاستی پابندی (۳) اخلاقی پابندی

وما علينا الا البلاغ المبين

آزادی یا غلامی اور اس کے اسباب

الحمدلله رب العلمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين

تعوذ، تسمیہ، وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض. صدق الله العظيم :(النور)

و قال النبي صلى الله عليه وسلم يُوشَكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔[1]

وطن تو آزاد ہو چکا ہے دل و دماغ غلام اب بھی
شرابِ غفلت کو پی چکے ہیں یہاں کے ہر خاص و عام اب بھی
میرے میخانے کا عجب انداز ہے اے لوگو!
کسی پر جام شراب جائز کسی پہ پانی حرام اب بھی
غلط ہے ساقی تیرا یہ نعرہ نظام محفل بدل چکا ہے
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں وہی کہنہ سا جام اب بھی
روشن روشن چمن چمن ادھر لہو اُدھر لہو
میں کیا کہوں یہ داستان کہاں کہاں گزر گیا

میرے انتہائی ذی وقار اساتذہ کرام اور بزمِ شاہزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ کرام ساتھیو! آج جس موضوع کو میں لے کر حاضر خدمت ہوا ہوں وہ ہے: "آزادی یا غلامی اور اس کے اسباب"

سامعینِ کرام! یہ وہی موضوع ہے جس کو ہمارے اکابر نے تحریکِ آزادی کے وقت اپنا مقصود بنایا اور اس تحریک کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا تھا آیئے آج دیکھتے ہیں کہ ہمیں حقیقی آزادی حاصل ہے یا نہیں؟

عزیزانِ من! جب ہم دنیا کے اندر نظر دوڑا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آج

---

[1] ۔ (مشکوۃ ۳۸)

مسلمان عموی طور پر ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں اور خصوصی طور پر آج ملکِ پاکستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس ملک کے اندر اگر اسلامی آزادی اسی کا نام ہو کہ جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے نمازی کا گلا گھونٹے' جو چاہے نبوت کا دعویٰ کرے جو چاہے صحابہ کرام کے خلاف زبان دراز کرے اگر اسلامی آزادی اسی کا نام ہو کہ علماء کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہو اگر اسلامی آزادی اسی کا نام ہو کہ جہاد پر جانے والوں کا راستہ روک کر ان کے قتل کی سازشیں کی جارہی ہوں اسلامی آزادی اگر اسی کا نام ہے کہ **واعدوا لهم ما استطعتم** پر عمل کرنے والوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جائے اور ان کو دہشت گرد کہا جائے تو میں اس آزادی پر کل بھی لعنت بھیجتا تھا اور آج بھی لعنت بھیجتا ہوں۔

اسلام اگر منظور نہیں قرآن اگر دستور نہیں
پھر لعنت اس آزادی پر یہ ملک و لشکر کچھ بھی نہیں

ہمیں آزادی چاہئے رب کے کلمہ کی آزادی' ہمیں آزادی چاہئے قرآن کے تقدس کی آزادی' ہمیں آزادی چاہئے دین کی بالادستی کی آزادی ہمیں آزادی چاہئے سپریم کورٹ سے لیکر عدالت تک رب کا قانون ہو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور ہو' صحابہ کا نظام ہو ایک طرف مدارس کے خلاف آرڈیننس جاری کیے جا رہے ہوں دوسری طرف کراچی کے اندر مساجد گرائی جارہی ہوں اور علماء کرام و مفتیان کو شہید کیا جا رہا ہو ایک طرف علماء کو دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہو تو دوسری طرف ان ہی علماء کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہو اگر اسلامی آزادی یہی ہے تو ۱۴ اگست منانے والو! کان کھول کر سنو! اگر آزادی اسی کا نام ہے تو میں آزادی کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں۔

سامعین کرام! جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے تو میں جب قرآن وحدیث دیکھتا ہوں تو مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں نے علمِ جہاد بلند کیا تو آزادی نے ان کے قدم چومے اور غلامی کے بادل چھٹ گئے جب مسلمانوں کے سروں پر چمکتے ہوئے "خود" ہوا کرتے تھے' مسلمان آزاد تھے جب مسلمانوں کے جسم پر چمکتی ہوئی "زرہیں" ہوا کرتی تھیں پوری دنیا کے اندر مسلمان پھیل گئے اور کفار کو اس دنیا کے اندر سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے دور میں جب حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کا حکم دیا تو ایک یہودی نے بڑھ کر کہا کہ اے عمر آپ کے سامنے اللہ کے رسول نے کیا کہا تھا کہ یہودیوں کو خیبر میں رکھو کہ یہ تمہیں اپنی پیداوار کا کچھ حصہ دیا کریں گے حضرت عمر نے کہا اے اللہ کے دشمن مجھے تو نبی پاک کا ایک ایک قول یاد ہے مجھے یہ بھی یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ مسلمان تجھے خیبر سے نکال کر خیبر کو بھی پاک کریں گے تیری اونٹنی تیرے پیچھے آتی ہوگی تجھے دنیا کے اندر سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں دے گا کل تک یہی یہودی ہمارے غلام اور لونڈیاں بن کر رہا کرتے تھے آج یہ بھی ہم پر شیر ہو گئے آج ہندو بھی ہم پر شیر ہو گئے۔

مسلمانو! ذرا سوچو تو سہی یہ اتنا بڑا انقلاب آخر کیوں اور کس وجہ سے آیا؟ تو جواب یہی ہے کہ آج مسلمان وہ جذبہ بھول گئے جو جذبہ لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احد اور بدر گئے تھے آج مسلمان وہ جذبہ بھول گئے جس کو لے کر صحابہ کرام خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر کے اعلان کرتے ہیں۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

سامعین کرام! اگر آج بھی ہم تلوار ہاتھ میں لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ ہم اپنے دشمن کو "روس" کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہ بتا دیں کہ

کل روس بکھرتے دیکھا تھا اب سارے عالم کفر کو ٹوٹتا دیکھیں گے
ہم برق جہاد کے شعلوں سے امریکا جلتا دیکھیں گے

ان شاء اللہ

ہے جن کے فیض سے بہار صحن چمن میں
انہی کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

وما علینا الا البلاغ المبین

برِصغیر میں شجرِ اسلام کی آبیاری

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ' تسمیہ: الٓمّٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا و ھم لا یفتنون

اس بزمِ جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوارِ چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہلِ جنوں بتلائیں گے کہ کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

مصلح ومخلص ذی وقار اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! برصغیر میں اسلام کی آبیاری کی داستان سے واقفیت کے لیے ہمیں تاریخ کی ورق گردانی کرنا ہوگی' چنانچہ آج ہم اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اسلام کی تاریخ میں بے شمار ایسے چمکتے ستارے نظر آتے ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی آبیاری کے لیے کفر کا مقابلہ کر کے تاریخ رقم کی ہے' چنانچہ ۷۱۲ء کو محمد بن قاسم ایک بہن کی صدا پر سندھ کی جانب رواں دواں ہوتا ہے اور سندھ کے حکمران راجہ داہر کو شکست دینے کے بعد سندھ سے لے کر ملتان تک اسلام کا علم بلند کر دیتا ہے' اس کے بعد ۳۸۷ھ کو سلطان محمود غزنویؒ نے برصغیر میں اسلام کی سرحدوں کو وسعت دیتے ہوئے ہندوستان میں سومنات کے مندر کے بت توڑ کر پرچم اسلام کو بلند کر دیا۔

اس کے بعد ۵۸۷ھ کو شہاب الدین غوری اٹھتا ہے اور پورے برصغیر میں اسلام کی آبیاری کرتے ہوئے پورے برصغیر میں اسلام کو مستحکم کر دیتا ہے اور ۱۵۲۶ء کو مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی جاتی ہے' مغلیہ سلطنت سینکڑوں پر محیط تھی' اس سلطنت میں جہانگیر' عالمگیر شاہ جہاں جیسے عظیم حکمران پیدا ہوئے اسی طرح اس سلطنت میں اکبر جیسا ربوبیت کا دعویٰ کرنے والا حکمران بھی پیدا ہوا' یہ وہ بدترین حکمران تھا جس نے برصغیر میں اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کیا' چنانچہ برصغیر میں اکبر کے نام کی تسبیح پڑھی جانے لگی' سورج چاند ستاروں کی پرستش ہونے لگی' اعلانیہ طور پر لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ کا کلمہ پڑھا جانے لگا۔ سود' زنا اور جوئے کے

حلت کے فتوے جاری ہونے لگے۔ نماز اور زکوٰۃ پر پابندی عائد کر دی گئی' غرض یہ کہ پورے برصغیر میں ایک عظیم فتنہ زور پکڑ رہا تھا تو سرہند کی سرزمین سے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے الف ثانی جیسا مجدد نکلتا ہے' یہ قانونِ فطرت ہے کہ جب بھی کسی فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگایا تو کوئی مردِ مجاہد جلال موسوی بن کر نمودار ہوتا ہے' جب فرعونِ وقت اکبر نے ربوبیت کا نعرہ بلند کیا تو مجدد الف ثانی جلال موسوی بن کر ظاہر ہوئے اور اس فتنہ کا سدِ باب کیا اور علم و حکمت کے وہ دریا بہائے جس کی موجیں پورے برصغیر میں پہنچیں' چنانچہ مغلیہ حکومت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دورِ حکومت میں انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے برصغیر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا اور اس طرح برصغیر کی مقدس سرزمین پر انگریزوں کا ناپاک سایہ پڑا اور وہ اپنی شاطرانہ چالوں کے بل بوتے پر یہاں کے مالک بن بیٹھے تو برصغیر کے باشندوں پر طرح طرح کے مظالم توڑے جانے لگے' ان کا خون پسینے سے ارزاں ہونے لگا تو ایسے نازک وقت میں سب سے پہلے جس شخص نے علمِ حق بلند کیا وہ رئیس الاولیاء شاہ عبدالعزیز تھے' یہی وہ مردِ درویش تھا جس نے سب سے پہلے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا' یہی وہ فتویٰ ہے جس کی بنیاد پر سید احمد شہیدؒ بالاکوٹ کی وادیوں تک پہنچے' پورے برصغیر میں جہاد کے جذبے پھوٹنے لگے تو لوگ فرنگیوں کے خلاف محاذ بنا کر منزل کی جانب چل پڑے' پھر یہی لوگ کبھی مالٹا کی کال کوٹھریوں میں قیام کرتے' کبھی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر نغمۂ آزادی سناتے ہیں' کبھی پھانسی کے پھندوں کو چوم کر منزل کا راستہ پوچھتے ہیں۔ چنانچہ ان حالات کو دیکھ کر انگریز مورخ ٹامس لکھتا ہے کہ وائسرائے برطانیہ نے اپنے شہریوں سے رائے طلب کی کہ برصغیر میں ہماری حکومت قائم رہ سکتی ہے تو رپورٹ میں کہا گیا کہ جب تک اس خطے میں جذبۂ جہاد اور قرآن موجود ہے' ان پر حکومت کرنا مشکل ہے' اسی تناظر میں انگریزوں نے تین لاکھ قرآن کے نسخوں کو شہید کیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں دو لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔

سامعین کرام! انگریز مورخ لکھتا ہے کہ دہلی سے لے کر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہ تھا جس پر کسی عالمِ دین کی لاش نہ لٹک رہی ہو' چنانچہ ایک مرتبہ پھر برصغیر میں اسلامی تہذیب و

تمدن کو تبدیل کیا جانے لگا' اسلامی شعائر پر پابندی عائد کی گئی' ہزاروں مدارس پر بلڈوزر چلا دیا گیا تو ان خونچکاں حالات میں علماء دیوبند کے سرخیل مولانا قاسم نانوتوی اٹھتے ہیں' دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھتے ہیں جس کی تابانی سے پورا برصغیر بلکہ پورا عالم دمک اٹھتا ہے۔

یہ دیوبندی کے فرزند تھے' جب ہندوستان کی سرزمین پر انگریز آئے ان کا مقابلہ کیا غداران نبوت آئے ان کا مقابلہ کیا دشمنان صحابہ آئے ان کا مقابلہ کیا ضرورت پڑی تو گولی چلائی' ضرورت پڑی تو علم اٹھایا' اسی وجہ سے ظفر علی خان کو کہنا پڑا ۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند!
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

میرے محترم دوستو! جب انگریزوں نے مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد کو ختم کرنے کے لیے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ایک طرف غلام احمد قادیانی کو اور دوسری طرف احمد رضا خان بریلوی کو تیار کیا۔ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد جہاد کی منسوخی کا اعلان کیا' چنانچہ برصغیر ایک بار پھر قادیانیت کے فتنے میں ڈوبنے لگا تو اس فتنہ کے سدباب کے لیے علماء حق کی جماعت اٹھتی ہے' علمی و قلمی جہاد شروع ہو جاتا ہے' مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے لے کر عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تک مفتی محمودؒ سے لے کر علامہ محمد یوسف بنوریؒ تک سب علماء اٹھ کھڑے ہوئے' بالآخر ۱۹۷۴ء کو وہ دن بھی آیا' جب قائد تحریک ختم نبوت علامہ بنوریؒ کفن ہاتھ میں لے کر حسین احمد مدنیؒ کی یاد تازہ کرتے ہوئے مفتی احمد الرحمٰن سے فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کا مسئلہ حل کروانے جا رہا ہوں' مسئلہ حل ہوا تو ٹھیک ورنہ کفن ساتھ لے کر جاؤں گا' بالآخر علماء کی محنتیں رنگ لائیں اور اس فتنے کا قلع قمع کر دیا گیا۔

میرے دوستو! محمد بن قاسم سے لے کر حضرت بنوریؒ تک کی صدا ہے کہ ہم نے برصغیر میں اسلام کی آبیاری کے لیے ہر عہد کے فرعون کو غرقِ آب کیا' ہم ہیں دریاؤں میں طوفان اٹھانے والے' ہم نے کفار کو منہ توڑ شکستیں دی ہیں' ہم ہیں ہر عہد کی تاریخ بنانے والے' ہم نے گنگا کے کناروں پر اذانیں دی ہیں' ہم ہیں باطل کے در و دیوار ہلانے والے۔ آیئے اس بات

کا عہد کرتے ہیں کہ جس طرح ہمارے اسلاف نے اسلام کی آبیاری کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا' ہم بھی اسلام کو اصل شکل میں آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لیے اور اسلام کی آبیاری کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے' ہم اپنے خون کے آخری قطرے تک دشمنان اسلام کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی قوت' طاقت اور حکومت ہمارا راستہ نہیں روک سکتی' کیونکہ ہم ایک زندہ و تابندہ تاریخ رکھتے ہیں اور دنیا کی کوئی قوم اپنی تاریخ کو بھلایا نہیں کرتی اور اسے دہرایا کرتی ہے۔

اٹھ خستہ مسلماں ہوش میں آ اے غیرتِ مسلم! جوش میں آ
کندھے سے ملا کر کندھا صف سیدھی کر اور ہوش میں آ
باطل کے ایوانوں میں ایسی ضرب لگا
کہ یاد رکھیں نسلیں ان کی کوئی ابن قاسمؒ آیا تھا

وما علینا الا البلاغ المبین

احیائے خلافت کی ضرورت اور عالمِ اسلام کی غفلت

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ، صدق اللہ العظیم.

واجب الاحترام معزز اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میری آج کی تقریر ''احیائے خلافت کی ضرورت'' کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین محترم! خلافت لغت میں ''نیابت'' کے معنی میں آتا ہے، اسی کے متعلق امام راغبؒ نے فرمایا: اَلْخِلَافَةُ اَلنِّيَابَةُ اور دینی وسیاسی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کو ''خلیفہ'' کہتے ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ المهدِيّيْنَ[1]

چنانچہ اسلام میں نبوت کے بعد خلافت کا سب سے بڑا درجہ ہے، اس لیے کائنات میں کاروانِ انسانی کی ہدایت کے لیے خلافت اسلامیہ کا قیام از حد ضروری ہے، جو کفر وشرک، ظلم و تشدد اور ضلالت وگمراہی سے رب کی زمین کو پاک کر دے اور ساری دنیا میں عبادت وطاعت، رحمت وطمانیت، امن وسکون، احکام شریعت، اقامتِ حدود، حفاظتِ دین، حفاظتِ ملک، حفاظتِ سرحدات اور دیگر احکامِ خدا نافذ کر کے کرہ ارض کو سعادت وشرافت کی بہشت زار بنادے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں امامت وخلافت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اقامتِ دین، احیاء علومِ دینیہ، ترتیبِ جیوش، قیامِ جہاد، قیامِ عدلیہ، رفع ظلم اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے خلافت اسلامیہ کا قیام از حد ضروری ہے، مزید آگے لکھا کہ اگر کوئی شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ اس کی گردن میں امام کی اطاعت کا پھندہ نہ ہو تو وہ گویا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۳۰۔

سامعین محترم! اس تمہید کے بعد آیئے اب خلافت کی ضرورت کو قرآن کریم سے سمجھتے ہیں چنانچہ رب ذوالجلال نے خلافت کی ضرورت کو کہیں یوں فرمایا: وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کہیں فرمایا یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ اور کہیں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ۔ (سورۂ ص) فرما کر مسلمانوں سے خلافت کا وعدہ کیا اور کسی مقام پر واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل فرما کر انصاف کی حکومت قائم کرنے کی ترغیب دی' خلاف ورزی کرنے والوں کے متعلق ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون فرمایا' دوسرے مقام پر ھم الظالمون فرمایا' تیسرے مقام پر ھم الفاسقون فرمایا' اس کے علاوہ علماء حقہ کا ایک جم غفیر اور جمہور علماء کا ''اسلامی خلافت'' کے واجب ہونے پر اتفاق ہے۔

علامہ ابن حزمؒ نے بھی ''الملل والنحل'' میں نصب امام کے واجب ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ مسلمان کے لیے اسلامی خلافت اسی طرح ضروری ہے' جس طرح جاندار کے لیے روح لازم ہے' جس طرح جسم کے لیے سر کا ہونا لازم ہے' اسلامی خلافت بمنزلہ محفوظ قلعہ کے ہے' اس کی شاندار مثال امارت اسلامیہ افغانستان کی شکل میں ہمارے سامنے ہے جہاں خلافت کا سنہرا دور شروع ہو چکا ہے' جس کی وجہ سے آج افغان دھرتی کے اکثر حصے پر رب کی وحدانیت کا پرچم لہرا رہا ہے۔

محترم سامعین! اب یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ خلافت کا قیام از حد ضرور ہے' اس قدر ضرورت کے باوجود افغانستان کے علاوہ ہمیں اسلامی خلافت کائنات میں کیونکر نظر نہیں آتی' واضح بات ہے کہ عالم اسلام خواب غفلت کا شکار ہے' ان پر ایک جمود طاری ہے' جس کی وجہ سے آج کفر راج کر رہا ہے اور دندناتا پھر رہا ہے' شیطانی ذہن دن رات متحرک ہیں' اسلام کے خلاف سازشیں اپنے جوبن پر پہنچی ہوئی ہیں' آج کفار مسلمانوں کو سلامتی کونسل' جنرل اسمبلی' سارک تنظیم' آئی ایم ایف' ورلڈ بینک' لوکلائزیشن' گلوبلائزیشن بساؤتھ ایشین ایسوسی ایشین آف ریجنل کوپریشن (این جی اوز)' نان گورنمنٹ آرگنائزیشن' دولت مشترکہ' انٹرنیٹ اور غیر

جانبدارانہ شیطانی اسٹیشنوں پر رنگین باغ دکھا کر اپنے ظلم وستم پر ریشمی پٹیاں باندھ کر عالم اسلام کو خواب غفلت میں سلا دینے کے خوبصورت ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں اور نوجوانانِ اسلام کے قلوب سے جہاد کی محبت نکال کر انہیں شراب و کباب اور فحاشی و عریانی کے حربوں سے ناکارہ و آوارہ بنا دینا چاہتے ہیں' کیبل سسٹم' سیف گیمز' سی ڈی اور وی سی آر' پاکستانی خواتین کا کھیلوں میں حصہ' دینی مدارس کے خلاف آرڈیننس کا جاری کرنا' تازہ ترین ریڈیو ٹی وی اور نشریاتی پالیسی اس سلسلہ مذموم کی غلیظ کڑیاں ہیں۔

محترم سامعین! آیئے میں آپ کی معلومات میں مزید اضافہ کرتا چلوں' تاکہ معلوم ہو سکے کہ بحیثیت اجتماعیت کے ہم کس قدر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں' اس وقت ساری دنیا میں مسلمانوں کی تقریباً ۵۴ کے قریب سلطنتیں ہیں' دنیا کی ۴۲ فیصد زمین صرف مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے' ۹۰ فیصد تیل پر مسلمانوں کا قبضہ ہے' سب سے زیادہ قیمتی کرنسی مسلمانوں کی ہے' تعداد کے اعتبار سے مسلمان ہر قوم سے زیادہ سوا ارب کے لگ بھگ ہیں اور مسلمانوں کی حکومتیں جغرافیائی لحاظ سے اس طرح وسط میں واقع ہیں کہ اگر یہ چاہیں تو ساری دنیائے کفر کے بری و بحری اور فضائی راستوں کو مسدود کر سکتے ہیں' اس کے علاوہ اقوام متحدہ میں بھی اکثریت اسلامی ممالک کی ہے' ان تمام تر تدبیروں کے باوجود مسلمان قعرِ مذلت میں گرے ہوئے ہیں اور اسلامی ممالک اس قدر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ بوسنیا میں دس لاکھ مسلمانوں کے خون ناحق پر کسی ملک کا بھی مردہ ضمیر بیدار نہ ہوا' آذربائیجان میں پچاس ہزار مسلمانوں کے رقصِ موت پر کسی بھی ملک کو احتجاج کی توفیق نہ ہوئی' ستر ہزار سے زائد کشمیریوں کے قتل عام پر کسی بھی ملک نے انگڑائی نہ لی' بابری مسجد کو شہید کر دیا گیا' بیت المقدس پر کفر نے قبضہ جمالیا' ہائے! مسجد اقصیٰ ویران ہو گئی اور اب چیچنیا کے مسلمانوں کے قتل میں روس اور امریکا ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر شیطانی کھیل کھیل رہے ہیں' لیبیا' صومالیا' الجزائر' ترکی' مصر' لبنان' عراق انڈونیشیا' سوڈان' فلسطین' بنگلہ دیش' برما' سعودیہ اور پاکستان کے علاوہ دیگر تمام اسلامی ممالک سے اسلامی ثقافت مٹانے کی ناپاک کوششیں ہو رہی ہیں اور پھر عرب ممالک کی بے حسی کا عالم تو

دیکھئے! کہ آج سے بیس سال قبل امریکا خلیج کے تیل کا ایک بیرل ساٹھ ڈالر میں خریدتا تھا اور اب ساٹھ کے بجائے ایک بیرل پندرہ ڈالر میں خرید رہا ہے اور اسلامی ممالک بے حسی کا شکار ہیں۔

مسلمانو! کیا تم جانتے ہو کہ امریکا اسی تیل سے اسلحہ بنا کر اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے، پھر سب سے بڑا ظلم تو یہ ہوا کہ آج کافر اس مقام پر بھی پہنچ گیا جس کے متعلق میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَخْرِجُوْا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ"[1]

آج کفر کی افواج حرمین شریفین کے چاروں طرف دندناتی پھر رہی ہیں مسلمانو! یاد رکھنا! اگر اب ان خونچکاں حالات میں بھی عالمِ اسلام کی غفلت کا جمود نہ ٹوٹا تو آہستہ آہستہ ہمارے تمام مقامات مقدسہ پر کافر قبضہ کرلیں گے اس لیے آخر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ

اٹھ خستہ مسلمان! ہوش میں آ
اے غیرت مسلم! جوش میں آ

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (مشکوۃ ص ۳۵۵)

خلافتِ اسلامیہ اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میری تقریر کا موضوع خلافتِ اسلامیہ اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین کرام! جس وقت رب العزت نے کائنات کو وجود بخشا زمین و فلک کی تخلیق فرمائی ملائکہ اور جنات کو پیدا کیا تو رب قدوس نے نوری مخلوق کو مخاطب کر کے فرمایا **و اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ** اے ملائکہ کی مقدس جماعت میرا اعلان سنو کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ یعنی انسان کو بحیثیت نائب کے پیدا کر رہا ہوں چنانچہ نیابت و خلافت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر اس کے بعد ایک زمانہ تک عالم میں نبوت و خلافت کو جدا کیا نبی خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا خلیفہ نبی نہیں ہوسکتا تھا حضرت داؤد علیہ السلام وہ پہلے نبی ہیں جن پر نبوت و خلافت اکٹھی ہوئی اسی کو قرآن نے کہا یٰداؤد **انا جعلنک خلیفۃ فی الارض** پھر آخری دور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا آیا لیکن آپ علیہ السلام پر مکہ کی گلیوں میں طائف کے بازاروں میں طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے چنانچہ سالار اعظم علیہ السلام کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا **اذن للذین یقاتلون** کا نزول ہوا جہاد بالسیف کی اجازت مل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس مختلف غزوات میں شرکت فرمائی پھر چشمِ فلک نے وہ وقت بھی دیکھا کہ جب غزوہ خندق میں اربابِ کفر کی ناکامی نے جزیرہ عرب کو ہلا کر رکھ دیا قریش خوفزدہ ہوگئے یمن و نجد اور بحرین کی قوتیں چوکنا ہوگئیں شام کے عیسائیوں میں تشویش پیدا ہوگئی خیبر کے یہود کی ریشہ دوانیاں عروج پر پہنچ گئیں نظام باطل میں زلزلہ برپا ہو گیا جہان کفر میں افراتفری پھیل گئی منافقین و شیاطین کی میٹنگیں ہونے لگیں دوسری طرف محمد

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نصرت خداوندی پر نگاہیں جما کر باطل کے اس ابھرتے بپھرتے امڈتے سیلاب کو دیکھ رہا ہے چنانچہ اسی اثناء میں نظام باطل کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لیے غزوہ بنی مطلق کے بعد ۶ھ میں سورہ نور کی آیت خلافت کی نوید لے کر نازل ہوئی اور کائنات کے رب نے اعلان کر دیا وعد اللہ الذین امنوا...... الخ

سامعینِ کرام! ذرا اور آگے چلئے میں تاریخ کے اوراق پلٹ کر خلافت کو مزید واضح کرنا چاہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت راشدہ کا دور شروع ہوتا ہے پہلے اسلامی خلیفہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے دو سال تین ماہ دس دن تک اسلامی خلافت قائم کی پھر خلافتِ اسلامیہ کے تاجدار ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند سنبھالا اور دس سال چھ ماہ دس دن تک اسلام کا پرچم بلند کرتے رہے پھر داماد پیغمبر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ سال تک اسلامی خلافت قائم کی پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پانچ سال تک قائم رہی اور ہارون الرشید نے چالیس سال تک اسلامی حکومت قائم کی پھر اسی طرح عمر بن عبدالعزیز یعنی عمر ثانی کی خلافت کا دور بھی ایک سنہرا دور تھا جس میں بھیڑیے اور بکریاں ایک چراگاہ میں چرتے تھے مزید آگے چلئے ۶۶۱ء میں اموی حکومت خلافت قائم ہوئی جو کہ ۷۵۰ء تک قائم رہی اس کے بعد عباسیوں نے اموی خاندان کا تختہ الٹ کر عباسی خلافت کی بنیاد ڈالی ساتویں صدی ہجری میں خلافت عباسیہ کا آخری فرمانروا معتصم باللہ بغداد کے تخت خلافت پر متمکن تھا اسی دوران چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد کا محاصرہ کیا پچاس دن تک مقابلہ ہوتا رہا علماء وفقہاء کا قتل عام ہوا بچوں کو ذبح کیا گیا دریائے دجلہ میں پانی کے بجائے خون بہنے لگا عورتوں نے سروں پر قرآن رکھ کر ہلاکو خان سے امن کی بھیک مانگی پھر ۶۵۶ء میں ہلاکو خان نے خلافتِ عباسیہ کے آخری خلیفہ کو ستون سے لٹکا کر قتل کر دیا اور یوں خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہوا۔

مورخ مزید لکھتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانوں کو آگ لگا دی شاہی محلات مسمار کر دیے اس حادثہ میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان قتل ہوئے پھر ایک

عرصہ دراز تک مسلمان ظلم کی چکی میں پستے رہے بالآخر ایک زمانہ طویل کے بعد دوبارہ مسلمانوں میں شعور پیدا ہوا اور "علمِ جہاد" کو تھاما اور بیس سالہ قربانی اور سولہ لاکھ شہداء کا خون دینے کے بعد رب العزت نے سرزمینِ افغانستان پر خلافتِ اسلامیہ کو وجود بخشا پھر جب امارت اسلامیہ نے پھلنا پھولنا شروع کیا اور اپنی جڑیں مضبوط کرنی شروع کیں تو یہود و نصاریٰ اس کی مضبوط بنیاد کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور سازشیں شروع کر دیں بالآخر گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کو بہانہ بنا کر اور اپنوں بیگانوں کے عالمی اتحاد کے ساتھ امارتِ اسلامیہ پر چڑھائی کر دی اور چار سال کے مختصر سے عرصے کے بعد امارتِ اسلامیہ کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور امارت اسلامیہ کو ختم کر ڈالا ہزاروں مسلمانوں کو خاک و خون میں نہلا دیا اور سینکڑوں مجاہدین کو شہید کر ڈالا ہزاروں مجاہدین کو پابندِ سلاسل کر کے کیوبا کے جزیروں تک پہنچا دیا جب اس قدر ظلم عظیم ہوا اور آج بھی ہو رہا ہے تو پھر مجھے بھی کہنے دیجئے کہ

اٹھ خستہ مسلماں ہوش میں آ
اے غیرت مسلم جوش میں آ
کندھے سے ملا کر کندھا صف سیدھی کر پھر جوش میں آ
نعرۂ تکبیر لگا کر شمشیر اٹھا یوں میدان میں آ
کفر کے ایوانوں میں توحید کی ایسی ضرب لگا
کہ یاد رکھیں نسلیں ان کی کوئی ابن قاسم آیا تھا (ملا عمر آیا تھا)

سامعین کرام! یہ تو تاریخ کی باتیں تھیں اسلامی خلافت کی اہمیت و ضرورت قرآن و حدیث سے بھی واضح ہے رب قدوس نے خلافت کی اہمیت کو کہیں یوں بیان فرمایا: **و اذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة** اور کہیں **وعد اللہ الذین امنو منکم** فرما کر مسلمانوں سے خلافت کا وعدہ کر لیا اور کسی مقام پر **و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل** فرما کر انصاف کی حکومت قائم کرنے کی ترغیب دی خلاف ورزی کرنے والوں کے متعلق **و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکفرون** فرمایا میرے دوستو قرآن کہتا ہے **لیظهره علی الدین کله** کہ دینِ محمدی اس لیے نازل ہوا ہے کہ تمام

ادیان باطلہ پر غالب ہوجائے اور اس آیت پر عمل اسلامی خلافت کے قیام سے ہوسکتا ہے اب یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی بلکہ تاریخ سے قرآنِ عظیم سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے روشن ہوچکی ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں اسلامی خلافت ایک حقیقت ہے۔ مسلمانوں کے ایک جم غفیر اور جمہور امت کا اسلامی خلافت کے واجب ہونے پر اتفاق ہے ابن خرم نے **الملل والنحل** میں منصب امامت کے واجب ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے اسلامی خلافت اسی طرح ضروری ہے جس طرح جاندار کے لیے روح لازم ہے جسم کے لیے سر کا ہونا لازم ہے اسلامی خلافت بمنزلہ محفوظ قلعہ کے ہے اور رب قدوس کی طرف سے عظیم تحفہ ہے لیکن آج امتِ مسلمہ اس عظیم نعمت سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری جان محفوظ نہیں ہمارا مال محفوظ نہیں ہمارے مدارس محفوظ نہیں ہمارا قرآن محفوظ نہیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت محفوظ نہیں صحابہ کرام کی عزتیں محفوظ نہیں ہمارے فتوے نہیں چل سکتے ہماری جدوجہد کارآمد نہیں ہوسکتی ہماری سیاست کام نہیں آسکتی اور اگر خلافت قائم ہوجائے تو پھر دیکھیں گے کہ کس طرح کائنات میں رب کا نظام نافذ ہوتا ہے کس طرح دنیا میں امن قائم ہوتا ہے کس طرح میرے شامزئیؒ کا فتویٰ چلتا ہے کس طرح میرے لدھیانویؒ کا فتویٰ مہکتا ہے کس طرح میرے اسکندر کا فتویٰ جگمگاتا ہے پھر دنیا دیکھے گی کہ کس طرح علمائے دیوبند دنیا میں امن کا جھنڈا لہراتے ہیں۔

میرے دوستو! اب آخر میں حضرت بنوریؒ کا یہ روحانی پیغام دعوت فکر کے طور پر آپ کو یہ کہنا چاہتا ہے کہ

اٹھ ناسازی ماحول سے صف آراء ہو
زندگی نام ہے ماحول سے لڑتے رہنے کا

مسلمانو! اب بھی وقت ہے اٹھو اور کفر کے ایوانوں میں جا کر یہ اعلان کردو کہ

ہم نے دیکھا وہ بت توڑ دیئے جاتے ہیں
جن میں ہوتا ہے انداز جدائی پیدا
فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

وما علینا الا البلاغ المبین

حسد اور غبطہ

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین.

تعوذ، تسمیہ: انما المومنون اخوۃ

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا[1]

با خداد گان ستیزہ مکن

کہ خدا داد خرا دادہ است

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور طلبہ ساتھیو! آج کی اس پر رونق و پر وقار اور تاریخی محفل میں حسد اور غبطہ کا اہم موضوع لے کر حاضرِ خدمت ہوا ہوں رب کریم سے دست بدعا ہوں کہ مجھے حق اور سچ بات کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اللہ تعالی ہم سب کو حسد جیسی سنگین اور خطرناک بیماری سے نجات عطا فرمائے۔

سامعینِ کرام! اللہ تعالی نے کلام پاک میں آدابِ معاشرت بیان فرمائے ہیں اور کامیاب زندگی کے طور طریقے بتائے ہیں ارشاد الٰہی ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں' یہ ہے تو مختصر سا جملہ' لیکن اس میں بہت سارے نکتے ہیں' جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید وضاحت کے ساتھ آدابِ زندگی کو آشکارا فرمایا ارشاد فرمایا: اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اہلِ ایمان آپس میں بمنزلہ شخص واحد کے ہیں' اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورا بدن متاثر ہوتا ہے' اسی طرح چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے دکھ درد کا ساتھی بن کر رہے۔

سامعینِ گرامی! انسان میں خیر وشر کی قوتیں کارفرما ہیں' اس کے سامنے نیکی اور بدی کے راستے کھلے ہیں' دینِ اسلام نے جہاں مثبت انداز میں یک جان دو قالب ہو کر رہنے کا درس دیا

---

[1] (۸۹۶/۲ عن التحاسد بخاری باب مانہی)

ہے اور ان تمام امور کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، جن سے معاشرہ اچھائی کی طرف ترقی کرے تو ساتھ انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا کرنے والے منفی پہلوؤں کی شناعت وقباحت کو بیان فرما کر ان سے بچنے اور دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے، حسد بھی انسانی زندگی کو پراگندہ کرنے کا ایک منفی ذریعہ ہے اور ایک سنگین بیماری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خرابیاں بیان فرما کر اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، حسد کیا چیز ہے؟ حسد دل کے اس چاہنے کو کہتے ہیں جو کسی سے زوالِ نعمت کی تمنا کرے، مثلاً ایک طالب علم ہے جو درسگاہ میں قابل ترین طالب علم سمجھا جاتا ہے، ہر امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتا ہے، دوسرا طالب علم دل میں یہ خیال کرے، کہ کاش اس سے یہ نعمت چھن جائے، یہ اتنے زیادہ نمبرات حاصل نہ کر سکے، یہ پوزیشن کے حصول کا حقدار نہ بنے، بس اس کو یہ اعزاز ہر گز حاصل نہ ہو، بلکہ چھن جائے مجھے ملے یا نہ ملے اس سے کوئی سروکار نہیں۔

سامعینِ کرام! یہ ایک بیماری ہے جو سراسر حرام ہے، دل میں ایسا داعیہ پیدا کرنا ناقابل معافی جرم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **لَا تَدَابَرُوْا** ایک دوسرے کے درپے نہ ہو: **وَلَا تَبَاغَضُوْا** ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو: **وَلَا تَحَاسَدُوْا** ایک دوسرے سے حسد بھی نہ کرو **وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا** اور اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ حسد ایسی بیماری ہے جو اندر ہی اندر سے حاسد کو کھا کر ختم کر دیتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ بیماری زیادہ تر اہلِ علم علماء وطلبہ میں ہوتی ہے، اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، اگر چہ وہ حدیث درجہ صحت میں کمزور ہے کہ شیطان گدھوں پر بوریاں لادے جا رہا تھا، اس سے پوچھا گیا ان میں کیا ہے تو ہر ایک کے بارے میں جوابات دیئے آخری بوری کے بارے میں بتایا کہ اس میں حسد ہے اور اس کو علماء خریدیں گے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بیماری سے بچائے، حسد سے بچنے کیلئے ایک راستہ ہے کہ غبطہ اختیار کیا جائے، غبطہ یہ ہے کہ کسی صاحب کمال کو دیکھ کر یہ دعا کی جائے کہ اے اللہ آپ نے جو نعمت اس شخص کو عطا فرمائی ہے، ایسی ہی نعمت مجھے بھی عطا فرما اور اس شخص کو مزید برکت عطا فرما، اسکی تائید بھی ایک حدیث

مبارکہ سے ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: **لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٍ آتَاہُ اللّٰہُ الْکِتَابَ فَقَامَ بِہٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَ رَجُلٍ أَعْطَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَھُوَ یَتَصَدَّقُ بِہٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ.**[1] شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے لکھا ہے اس طرح کسی صاحب کمال شخص کی نعمت کو دیکھ کر اس جیسی نعمت کی اپنے لیے تمنا کرنا اور اس صاحب نعمت سے زوال نعمت کی تمنا نہ کرنا' بلکہ برکت کی دعا دینا غبطہ کہلاتا ہے' شریعت میں یہ محمود صفت ہے' اسکو اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حسد کی بیماری سے ہمیں دور فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[1] (بخاری ۲/۷۵۱)

ماضی اور حال کی کشمکش اور مسلمانوں کا روشن مستقبل

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ' تسمیہ' ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میری آج کی گفتگو ماضی وحال کی کشمکش اور مسلمانوں کا روشن مستقبل کے نام سے معنون ہے رب لم یزل سے دعا ہے کہ خالق کائنات ہم سب کو ماضی کی غلطیوں کا تدارک کرنے اور آیندہ کے لیے بہتر انداز میں جدوجہد کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ یوں تو عالمِ اسلام اور عالمِ کفر کے درمیان ماضی کی کشمکش کی داستان بہت طویل ہے میں آپ کو برصغیر کی تاریخ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں سن ۱۶۰۸ء میں برطانیہ نے جو اس وقت سپر پاور کہلاتا تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے متحدہ ہندوستان میں باقاعدہ تجارت کا آغاز کیا ۱۸۵۷ء تک تجارت وحکومت کا دور رہا ۱۸۵۹ء سے ۱۸۸۴ء تک انگریز کے خود کاشتہ پودے سید احمد خان کی سیاست کا دور رہا ۱۸۸۵ سے ۱۹۱۰ء تک تلیشے دور رہا۔ اس عرصہ میں انگریز نے تین بڑے مسلمانوں کے نو سو سالہ پرانے اقتدار کو پیوند خاک کر دیا مسلمانوں کے نظامِ تعلیم اور تہذیب ثقافت کو یورپ کی تہذیب کے رنگ میں ہم رنگ کر دینے کی ناپاک جسارت کی کہ" تا کس نہ گوید از یں من دیگرم تو دیگری" تیسرا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر مختلف فرقوں کی شکل میں ڈاکے ڈالے مسلمان اپنے دفاع سے نہ ہی غافل رہے اور نہ ہی مایوس ہو کر حالات سے سمجھوتہ کر کے بیٹھ گئے بلکہ انہوں نے ۱۸۶۶ء میں اپنے نظامِ تعلیم کے تحفظ کی خاطر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی' ۱۹۲۰ء میں تحریک ترکِ موالات اور ۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی کی تحریک چلا کر اپنی آزادی کا حق مانگا اپنی اقتصادیات کی بحالی کا مطالبہ کر دیا مسلمانوں کی قربانیوں اور جہد مسلسل سے تنگ آ کر برطانیہ نے برصغیر چھوڑ کر سات سمندر پار جا کر دم لیا تو پھر روس کو سپر پاور بننے کا شوق دامن گیر ہوا اسلامی ماوراء النہر کے تمام دینی درس گاہوں اور مساجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا آزاد مسلم ممالک ہضم کر کے یہ سرخ ریچھ افغانستان آ پہنچا قبل

اس کے کہ کراچی کے گرم سمندر پر قابض ہوتا پاکستان سے تین افراد کا قلیل سے بھی اقل قافلہ روانہ ہوا وقت کے سپر پاور کے مقابلے کے لیے یہ افراد بنوری ٹاؤن کے منتہی درجات کے طلبہ تھے بالآخر سولہ لاکھ افراد کی قربانی اور کئی سالہ طویل جدو جہد کے بعد ۱۹۸۷ء میں روس شکست کھا کر واپس چلا گیا روس کا سورج غروب ہونے کے بعد امریکا میدان میں آیا آئی ایم ایف کی صورت میں مسلمانوں کی اقتصادیات پر اقوام متحدہ کے پرفریب نعرے سے مسلم ممالک پر قابض ہونے لگا جب امریکی جادو سر چڑھ کر بولنے لگا تو " لکل فرعون موسی" والا قانون سامنے آ گیا ایک مردِ قلندر ملا محمد عمر مجاہد مدظلہم نے سلطنت قربان کر کے امریکی سامراج کی تباہی کی بنیاد رکھ دی یہ ماضی کی کشمکش کی ایک جھلک تھی حال کی طرف آیئے چیچنیا' بوسنیا' افغانستان' کشمیر' فلسطین' عراق کے مسلمانوں سے آزادی کا حق چھین کر انہیں نہتا کر دیا گیا مسلمانوں نے نہتا ہونے کی بجائے **انفروا خفافا و ثقالا و جاھدوا باموالکم و انفکسم** پر عمل کرتے ہوئے وقت کے فرعون کو تگنی کا ناچ نچایا ہوا ہے یہ لوگ **یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم.** ان کی زندگی کا زریں اصول ہے عالم کفر جدید اسلحہ بنانے میں آگے بڑھ رہا ہے تو اس کے مقابلے میں **واعدوا لھم ماستطعتم من قوۃ و من رباط الخیل** کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مسلمان سائنسدان' الخالد' الضرار' غزنوی' ابدالی' غوری اور شاہین تیار کر چکے ہیں یورپ کے سودی معاشی نظام کے مقابلے میں علماء کرام بلاسود معاشی نظام وضع کر چکے ہیں ایک طرف یورپ کی تہذیب کاسیات عاریات مائلات کی تصویر پیش کر رہی ہے تو دوسری طرف **و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولی** والی تہذیب روز افزوں ترقی پذیر ہے ایک طرف باطل فرقے مسلمانوں کے عقائد پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقابلہ کرنے کے لیے **جاھدوا الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم** کے حکم کے علمبردار میدان میں ہیں ایک طرف علماء کو ملکی معاملات میں دلچسپی لینے سے روکا جا رہا ہے تو دوسری طرف **اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ** کے حکم کو خوشی سے قبول

کرنے والے میدان سیاست میں کود پڑے ہیں اب حالات کی کشمکش یہاں تک جا پہنچی ہے کہ سوشلزم، کمیونزم، اشتراکیت اور سیکولرازم سمیت تمام نظامہائے باطلہ ناکام ہو چکے ہیں انسانیت کو اپنی رہبری کے لیے ایک نئے نظام کی اور اس کے علمبرداوں کی ضرورت ہے اب دنیا کو اپنا نظام چاہیے جس کا نظریہ یہ ہو **هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون**. اب اقوامِ عالم کو ایسے نظام عدالت کی ضرورت ہے جس کی بنیاد یہ ہو **ولا يجرمنكم شنأن قوم على ان لا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوى** دنیا کی عورت ایسے معاشرے میں راحت وسکون محسوس کرتی ہے جو یہ کہتا ہے **فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى و ثلث و ربع** دنیا کو ایسے معاشرے کی ضرورت ہے جو **انما المومنون اخوة** کا عملی نمونہ ہو دنیا کو معاشرتی امن کی ضرورت ہے جس کی تعلیم یہ ہو **من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الأرض فكانما قتل الناس جميعا و من احياها فكانما احيا الناس جميعا** دنیا کو ایسے روحانی نظام کی ضرورت ہے جس کی بنیاد یہ ہو **اِنَّ فِى الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِىَ الْقَلْبُ**. دنیا کو ایسے معاشی نظام کی ضرورت ہے جس کی بنیاد یہ ہو **طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ**.

سامعینِ کرام! ان خوبیوں، اچھائیوں، بھلائیوں اور بہتریوں والے نظام کو دنیا میں نافذ کر دیا جائے دنیا میں نہیں صرف پاکستان میں نافذ کر دیا جائے تو مسلمانوں کا مستقبل روشن ہوگا یا نہیں ہوگا ضرور ہوگا بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہتا ہوں صرف مسلمانوں کا مستقبل روشن نہیں ہوگا بلکہ غیر مسلموں کو بھی اطمینان و آرام کا موقع ملے گا لیکن اس کے لیے طویل جد و جہد اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کے لیے جذبہ جہاد سے سرشار ہونے کی ضرورت ہے۔

تو نے چاہا ہی نہیں حالات بدل سکتے تھے ۔۔۔ تو نے پرکھا ہی نہیں الفاظ کی تاثیر کو
میرے آنسو تیری آنکھوں سے ٹپک سکتے تھے ۔۔۔ نرم لہجے سے تو پتھر بھی پگھل سکتے تھے

وما علينا الا البلاغ المبين

والدین کے حقوق

الحمدلله و کفیٰ والصلاۃ والسلام علی محمد ن المصطفی و علی اله و صحبه اجمعین: اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم و قضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاه و بالوالدین احسانا (صدق الله العظیم)

میرے معزز اساتذہ کرام! اور میرے ہم سفر ساتھیو!

بزمِ شاہزئی شہیدؒ کے غیور جیالو!

﴿الدین کله ادب﴾ دین مکمل طور پر ادب کا نام ہے اس میں خالق اور مخلوق کے تمام حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں پر الگ حقوق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رسالت کے الگ حقوق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے الگ حقوق ہیں بالکل اسی طرح والدین کے اپنی اولاد پر الگ حقوق ہیں۔

سامعینِ کرام! آیئے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی طرف جاتے ہیں کہ ان میں والدین کے حقوق کی کیا اہمیت ہے؟ چنانچہ میں قرآن حکیم سے پوچھتا ہوں اے قرآن تو یہ تو بتا کہ وہ کونسے اشخاص ہیں کہ جن کے حقوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد سب پر مقدم کیا ہے تو قرآن حکیم کہتا ہے ﴿و قضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاه و بالوالدین احسانا﴾ کیا والدین کے حقوق کو اللہ تعالیٰ نے صرف ہماری امت میں دوسرے حقوق پر مقدم کیا ہے یا اس سے پہلی امتوں میں بھی ان کے حقوق کو دوسرے حقوق پر مقدم کیا ہے یا نہیں کیا ہے تو قرآن کہتا ہے:

أعبدوا الله ولا تشرکوا به شیئا و بالوالدین احسانا.

کیا والدین سے احسان کے بارے میں کوئی وصیت موجود ہے تو قرآن مجید کہتا ہے:

ووصینا الانسان بوالدیه حسنا وہ کون سے اشخاص ہیں جن کے بارے میں اللہ

نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلا کر ان اشخاص کے حقوق بیان کرتو قرآن کہتا ہے:

قل تعالو اتل ما حرّم ربّکم علیکم الا تشرکوا به شیئا و بالوالدین إحسانا.

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جن صفات کا تذکرہ ہے ان میں والدین سے اچھائی شامل ہے تو قرآن کہتا ہے:

یا یحیی خذ الکتاب بقوة و اتیناه الحکم صبیًا و حنانا من لدنا و زکوة و کان تقیا و برًا بوالدیه و لم یکن جبارًا عصیا.

اگر والدین شرک پر مجبور کریں تو پھر بھی ان سے اچھا سلوک کرے تو قرآن کہتا ہے:

و ان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا.

والدین کے سامنے کیسے رہنا چاہیے قرآن کہتا ہے **واخفض لهما جناح الذل من الرحمة** والدین کو معمولی تکلیف پہنچانے سے اللہ تعالیٰ نے کس طریقے سے منع فرمایا ہے تو قرآن کہتا ہے **فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما** والدین سے کس طرح بات کرنی چاہیے تو قرآن کہتا ہے **و قل لهما قولا کریما** والدین کے لیے دعا کیسے کریں تو قرآن کہتا ہے **و قل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا** والدین کے لیے مغفرت کیسے طلب کریں تو قرآن کہتا ہے **ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب**

سامعینِ کرام! اگر کوئی شخص اللہ کی محبت اور رضا کا دعویدار ہو تو اس کو والدین کی رضا مندی حاصل کرنی پڑے گی یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے **رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ** اگر کوئی اللہ کی ناراضگی سے بچنا چاہتا ہے تو اس کو والدین کی ناراضگی سے بچنا ہوگا۔ **وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ.**

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **رغم انفه رغم انفه** اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پوچھا گیا یا رسول اللہ کس کی ناک خاک آلود ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بڑھاپے میں ان میں سے ایک یا دونوں کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت

کے ذریعے جنت کا مستحق نہ بنا۔

جس شخص نے ہر جمعہ اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدُهُمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَ کُتِبَ بَرًّا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ.

والدین کو اتنا اونچا مقام کیوں نہ حاصل ہو کہ وہ والدین اپنے بچے کی خاطر اپنے چین و آرام کو قربان کر دیتے ہیں ماں بچے کی تکلیف کی وجہ سے ساری ساری رات جاگتی ہے باپ دن بھر بچے کے لیے کمائی میں مصروف اور ماں بچے کی دیکھ بھال میں مشغول رہتی ہے ماں وہ ہستی ہے جو بچے کی پیدائش سے پہلے پیٹ میں اس کی تکلیف اٹھاتی پھرتی ہے اور پیدائش کے وقت زندگی اور موت کی کشمکش کی حالت میں جس کی تکلیف حالتِ نزع سے مشابہت رکھتی ہے وہ ماں برداشت کرتی ہے اگر بچہ رات کو بستر پر پیشاب کر دے تو ماں بچے کو اپنی خشک جگہ پر سلاتی ہے اور خود بچے کے گیلے بستر پر سو جاتی ہے ماں کو اگر دن بھر میں ایک ٹکڑا روٹی ملے تو خود بھوکی رہتی ہے اور وہ ٹکڑا اپنے بچے کو کھلاتی ہے اور خود پھٹے پرانے کپڑے پر گزارہ کرتی ہے لیکن بچے کو عمدہ سے عمدہ کپڑے پہناتی ہے بچے کو کوئی مارے تو ماں سے برداشت نہیں ہوتا اس لیے یاد رکھیں اگر ہم نے والدین کی نافرمانی کی تو حشر کا میدان ہوگا عرش پہ رحمٰن ہوگا سامنے میزان ہوگا ہر شخص پریشان ہوگا بول رہا قرآن ہوگا والدین کا ہاتھ اور ہمارا گریبان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی والدین کی بھرپور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

وحدتِ ادیان باطل نظریہ ہے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد!

معزز علماء کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

آج مغرب ہر طرف سے دینِ اسلام پر حملہ آور ہے ایک طرف اسلحہ اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر پوری دنیا کے مسلمانوں پر زمین تنگ کر دی ہے اور دوسری طرف کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے باطل اور جھوٹے نظریات کو پھیلا رہا ہے۔

سامعینِ کرام! مغرب میں آج ایک اصطلاح مشہور ہے کہ دنیا ایک گلوبل ویلج ہے لہٰذا اس ویلج میں امن کا قیام انتہائی ضروری ہے اس لیے عالمی استعماری قوتیں وہ جب ہمیں انتہاء پسندی اور قدامت پسندی جیسی اصطلاحات کی طرف منسوب کرتی ہیں تو ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہاں ہم انتہا پسند اور قدامت پسند ہیں لیکن یہ اقرار کرتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ مغرب باطل جب ہمیں ان اصطلاحات کی طرف منسوب کرتا ہے تو دنیا کو تاثر دیتا ہے کہ مسلمان مسائل کے پرامن حل کے قابل نہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے منکر ہیں اور دنیا کی ترقی میں رکاوٹ ہیں اس حوالے سے مفکر اسلام مفتی محمودؒ صاحب کا وہ جملہ قابلِ ذکر ہے جو سنہرے حروف سے لکھنے کے قابل ہے مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ

ہم جس طرح اپنی تعلیمات میں خود کفیل ہیں اسی طرح اپنی اصطلاحات میں بھی خود کفیل ہیں اس تناظر میں آپ وحدتِ ادیان کی اصطلاح کو سمجھیں۔

وحدتِ ادیان کہیں مذہبی ہم آہنگی کی صورت میں وجود پذیر ہوئی' اس تحریک کا آغاز اکبر بادشاہ کے دورِ اقتدار میں ہوا جس نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے دینِ الٰہی کے نام سے خودساختہ دین کی بنیاد رکھی جس میں دینِ اسلام کے کئی احکام کا انکار تھا۔ وحدتِ ادیان کی موجودہ تحریک کا آغاز بیسویں صدی کے آخر میں مغرب سے ہوا اس تحریک کا مرکز مغرب کی یونیورسٹیاں ہیں' جہاں مستشرقین کے ذریعے اس تحریک کو پروان چڑھایا گیا۔ اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے رکہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اسلام' عیسائیت' یہودیت' ہندومت اور بدھ مت وغیرہ میں ہم

آہنگی پیدا کی جائے اور ایسا دین تیار کیا جائے جو دنیا کے تمام لوگوں کو قبول ہو۔

مغرب اس نظریہ کو اس پروپیگنڈے کے ذریعے پھیلا رہا ہے کہ دنیا میں انتہا پسندی قتل، غارت اور بدامنی کا بنیادی سبب مذہب ہے اسی لیے ہر مذہب کا پیروکار اپنے مذہب کو برحق سمجھ کر اسے غلبہ دلانے کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے لہٰذا اگر ہم سب انسان ایک مذہب پر متفق ہو جائیں تو دنیا میں امن وخوشحالی کا دور لوٹ آئے گا۔

عزیزان من! اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل دین ہے اسلام نے انسانی زندگی کے کسی گوشے میں تشنگی نہیں چھوڑی ہے چاہے اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے معیشت سے ہو یا عدالت سے حالت جنگ سے ہو یا حالت امن سے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **الیوم اکلمت لکم دینکم** اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے اپنے آخری دین یعنی دین اسلام کا انتخاب فرمایا اور فرمایا **و رضیت لکم الاسلام دینا** دین اسلام کے آنے کے بعد سابقہ تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔

فرمایا: **ان الدین عند اللہ الاسلام و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه**

عزیزان محترم! دین اسلام کسی قسم کی پیوندکاری کی اجازت نہیں دیتا خود اللہ رب العزت نے اس معاملہ میں مسلمانوں کو صاف حکم ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتب یردو کم بعد ایمانکم کافرین!

حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام لانے کے بعد ارادہ فرمایا کہ ہفتہ کے دن کی تعظیم کریں گے اونٹ کے گوشت سے پرہیز کریں گے۔ جو یہودی مذہب کے موافق ہے اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توریت کے چند اوراق کی تلاوت شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار

رونما ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو تنبیہ فرمائی ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بار بار پڑھا

رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا.

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَا تَّبَعَنِيْ[1].

اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے تمام انسانیت کو اللہ کے آخری دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے **يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا.**

جہاں تک موجودہ وحدتِ ادیان کے نظریہ کا تعلق ہے یہ فقط ضعیف و کمزور مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کی سازش ہے اس تحریک میں سب سے زیادہ سرگرم یہود و نصاریٰ ہیں جو خود ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

و قالت اليهود ليست النصارى على شيء و قالت النصارىٰ ليست اليهود على شيء.

آج پوری دنیا میں صرف مسلمانوں کے پاس صاف اور مکمل دین رہ گیا ہے باقی لوگ خود لامذہبیت کی نذر ہو کر جہنم کی راہ پر چل چکے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ اس سمندر میں ڈبونا چاہتے ہیں۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم **الكفر ملة واحدة** کی روشنی میں عرض ہے کہ اہل کفر مسلمانوں سے کبھی بھی راضی نہیں ہوں گے اور اللہ نے مسلمانوں کی رہنمائی فرما کر ارشاد فرمایا:

ولن ترضى عنك اليهود ولا النصارىٰ حتى تتبع ملتهم .

---

[1] (مشکوۃ ۳۲)

سامعینِ کرام! اسلام غالب ہے اور غالب ہی رہے گا

اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ.

لہٰذا دوسرے ادیان کو بھی اس دین کی طرح حق سمجھنا ہر دین اور مذہب کو نجات کے لیے کافی سمجھنا یا سب مذہبوں کو ملا جلا کر ان کا ایک ملغوبہ تیار کرنا اور یہ کہنا کہ دیر و حرم کعبہ وکلیسا یکساں ہیں ضلالت و گمراہی کی انتہائی بھیانک شکلیں ہیں۔ اکبر اور دارا شکوہ وغیرہ ان ناکام کوششوں کیلئے بجا طور پر بدنام ہو چکے ہیں اور بڑے قلق کا مقام ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی بعض اہل قلم ایسی نامراد کوشش کر رہے ہیں اور اس کا مصداق بن رہے ہیں خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

کوئی لاکھ روٹھے ہزار بگڑے غضب میں آئے یا تلملائے
کسی کے روکے پیغامِ اسلام کب رکا ہے جو اب رکے گا

وما علینا الا البلاغ المبین

دین کی عزت

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم الخ قال اللہ تعالیٰ ...... الیوم اکملت لکم دینکم الایة و قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا یزال اللہ یَغرِس فی هذا الدِّیْنِ غَرْسًا یَسْتَعْمِلُهُمْ فِیْ طَاعَتِهٖ[1] و کما قال علیه الصلوٰة والسلام صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسوله النبی الکریم

جو بھی تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھے اس کے کانوں میں ان کا یہی پیام آئے گا
ہر کڑے وقت میں اسلام ہی کام آیا ہے ہر کڑے وقت میں اسلام ہی کام آئے گا

انتہائی واجب الاحترام اربابِ علم ودانش اساتذہ اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کے وسیع وعریض اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے ''دین کی عزت'' کے چند ہیرے اور جواہرات نکال کر آپ حضرات کے دامنِ اقدس میں پرونے کا متمنی ہوں بارگاہِ صمدیت میں بصد التجا عرض ہے کہ مجھ کو حق اور سچ بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ من! ارشادِ خداوندی ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ ربُ العزت کا بہت ہی عظیم احسان ہے کہ اس نے ہمیں اسلام جیسا دین عطا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی اور پیغمبر عطا فرمایا قرآن مجید جیسی عظمت والی کتاب عطا فرمائی ہمیں آخری اور سب سے بہترین امت کا شرف عطا فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کنتم خیر امة الآیة ہمارے لیے وہ انعامات رکھے جو پہلے کسی امت کو نہیں دیئے گئے وہ خصوصیات عطا فرمائیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں ہمیں قرآن کی صورت میں ہدایت عطا فرمائی چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بڑی رحمت عطا فرمائی کیونکہ ارشادِ خداوندی ہے الیوم اکملت لکم دینکم الایة یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف ہمیں ہی عطا فرمائی ہیں ہم سے پہلے امتوں کو یہ سب کچھ عطا نہیں کیا گیا اور اللہ

---

[1] (ابن ماجه ص ۳)

تعالیٰ نے اس امت کو پہلی تمام امتوں کے لیے گواہ بنایا ہے ارشاد ربانی ہے **وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس** قیامت کے دن یہ امت دوسری امتوں پر گواہی دے گی لیکن کیا یہ ساری فضیلتیں ایسے ہی حاصل ہو گئیں؟ یہ ساری عزتیں یہ ساری نعمتیں ایسے ہی مل گئیں ایسے ہی نہیں ملیں بلکہ ہمیں ایک عظیم الشان کام سونپا گیا ہے ان نعمتوں سے فائدہ اس وقت ہوگا اور ہمیں اللہ کی جنت اس وقت حاصل ہوگی اور ہم آخرت میں اللہ کا قرب اس وقت حاصل کر سکیں گے جب ہم دین کے کام کو صحیح طریقے پر کر لیں گے اور دین پر عمل کریں گے اور اس دین کے لیے قربانی دینے والے بن جائیں گے اسی چیز کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اس وقت کرایا جب اس دین کے بدلے میں صحابہ کرام کو تکلیفیں دی جارہی تھیں کسی کے جسم کے دو ٹکڑے کیے جارہے تھے کسی کو دین اپنانے کے جرم میں انگاروں پر لٹایا جاتا تھا اور چربی کے پگھلنے کی وجہ سے وہ انگارے بجھتے تھے کسی پر تھوکا جارہا تھا کسی مہذب ترین آدمی پر صرف دین کو قبول کرنے کی وجہ سے چھت کے اوپر سے کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا تھا تو اس وقت صحابہ کرام پریشان ہوتے کیونکہ انہیں اس دین کی وجہ سے جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول بھی کہہ اٹھے رسول کے صحابہ بھی کہہ اٹھے **متی نصر اللہ** ہم تو ماریں کھا کر تھک گئے ہمیں تو ہر چھوٹا بڑا تکلیف پہنچا رہا ہے گھٹیا سے گھٹیا آدمی اپنی زبان ہم پر استعمال کر رہا ہے ہمیں معاشرے میں ذلیل ترین اور بدترین بنا دیا گیا یا اللہ آپ کی مدد کب آئے گی؟ آپ کی فوجیں کب آئیں گی؟ جب یہ امتحان سچا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **الا ان نصر اللہ قریب** ابھی تو تم ماریں کھاتے ہو کل بدر کا میدان ہوگا بدر میں تم تھوڑے ہوں گے میں تمہاری نصرت کروں گا جس میں تم پیچھے ہٹ رہے ہو گے میں تمہاری نصرت کروں گا پھر یاد رکھو آج وہ تمہیں دین سے روک رہے ہیں کل میری نصرت کے ساتھ تم دنیا میں فاتح بن کے رہو گے یہ گھسٹ کے آئیں گے اور مسلمان ہوں گے اب جب دنیا میں اسلام پھیل گیا آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے استغفار کرتے رہیے اس لیے کہ استغفار سے صرف گناہ ہی نہیں معاف ہوتے بلکہ درجات بھی بلند ہو جاتے ہیں۔

سامعین محترم! آج اگر ہم قدم بڑھائیں گے تو اللہ پاک کی رحمتیں ہمیں اپنی آغوش میں

لے لیں گی اور ایسا کیوں نہ ہو میرے رب کا جو یہ مبارک ارشاد ہے:

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم.

تو صحابہٴ کرام نے دین کی راہ میں آنے والی ہر قربانی کو اور دین کی راہ میں ہر مشکل کو خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے سہہ لیا مکہ میں صحابہٴ کرام کو حکم تھا کہ تم نے صبر کا مظاہرہ کرنا ہے لوگوں کو دین کی طرف بلانا ہے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھانا کوئی مارتا ہے مارتا رہے کوئی ظلم کرتا ہے کرتا رہے تم نے یہ ظلم سہنا ہے تو صحابہ کرام نے واقعی عمل کر کے دکھایا کیونکہ صحابہٴ کو آپ علیہ السلام کا ارشاد گرامی یاد تھا: **اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ**.[1]

سامعینِ محترم! بس اب صرف ایک واقعہ سناتا ہوں عبرت کے لیے، آج تو ہم چار کتابیں پڑھ کر دین کے محسن بن جاتے ہیں آج ہم سمجھتے ہیں کہ دین پر عمل کر کے دین پر احسان کر رہے ہیں اپنے اساتذ کرام پر احسان کر رہے ہیں دین پر یا کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہا جس نے دین پر عمل کیا اس نے اپنی ذات پر احسان کیا یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ میرے رب کا قرآن کہتا ہے **و من جاھد فانما یجاھد لنفسہ** تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ سنا رہا تھا کہ آپ ایک شخص عقبہ بن ابی معیط کے گھر تشریف لے گئے اور اسے کہا کہ بھائی مسلمان ہو جاؤ اس کے گھر میں کھانے کی دعوت تھی اس نے کہا کہ اللہ کے رسول آیئے کھانا تناول فرمایئے آپ نے کہا میں اس شخص کے گھر کا کھانا تناول نہیں کر سکتا جو اللہ کو نہیں مانتا تو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے دے اور میرے نبی ہونے کا اقرار کر لے پھر میں کھانا تناول کر لوں گا اس شخص نے کلمہ پڑھا اور آپ علیہ السلام کے مذہب پر ایمان لے آیا مسلمان ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا وہ شخص باہر نکلا تو راستے میں ابوجہل مل گیا کہا کہ کیا تو نے کلمہ پڑھ لیا ہے؟ آج سے تیرا میرا بائیکاٹ آئندہ سے تو ہماری برادری کا فرد نہیں ہے تو اس نے کہا کہ کوئی تدارک کی صورت تو بتاؤ؟ ذرا غور کیجئے ابوجہل نے اس شخص سے کہا اس وقت تک

---

[1] بخاری ۱/۱۸۰

تجھ سے بات نہیں کروں گا جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے گا اور ان کے چہرے پر جا کر نہ تھوکے گا چنانچہ وہ بد بخت وہ سنگدل اس وقت گیا اور اس نے وہی کیا جس کا اس نے عہد کیا تھا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر جس کو دیکھنے کے لیے فرشتے آسمان سے اتر کر آتے تھے آج دین کی وجہ سے اس چہرے کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے تصور کر کے انسان کی روح کانپ جاتی ہے میرے نبی کا چہرہ میرے نبی کی خوبصورت ڈاڑھی او ادھر اس غلیظ کافر کا گندا ہاتھ اور گندی تھوک لیکن وہ نبی نے سہہ لیا صرف دین کی خاطر آپ کو علم تھا کہ میرا رب اس بات سے راضی ہوتا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کہتے ہیں جب دین سمجھ میں آ گیا تو اب ہم سے احد احد کا نعرہ نہیں بھول سکتا اس جسم سے روح کا تعلق تو ختم ہو سکتا ہے اس جسم سے بہنے والا خون تو رک سکتا ہے لیکن زبان پر احد احد کا کلمہ اب ختم نہیں ہو سکتا اب ان شاء اللہ صرف ایک رب کا نعرہ ہوگا اور قانون چلے گا تو اسی کا چلے گا جبین نیاز جھکے گی تو اسی رب کے سامنے جھکے گی مانگیں گے تو اسی سے مانگیں گے اور یہود و نصاریٰ تمہیں اگر یہ نعرہ برا لگتا ہے تو ہمارے ساتھ جو کر سکو سو کر لو کیونکہ ہمیں آپ علیہ السلام کے ارشاد گرامی پر یقین ہے **لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّ مَنْ خَذَلَهُمْ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ.**

تو چونکہ یہ گردن کٹ تو سکتی ہے مگر جھک نہیں سکتی او س کو کبھی یوں کہنا پڑتا ہے

دشمن سے کہو اپنا ترکش چاہے تو دوبارہ بھر لائے
اس سمت ہزاروں سینے ہیں اس سمت اگر ہیں تیر بہت

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح طریقے سے دین پر چلنے والا بنا دے اور دین کی خاطر جان نچھاور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ المبین

وقت کی اہمیت

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم والعصر ان الانسان لفی خسر. صدق اللہ العظیم.

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا' جوانی نے پھر تجھ کو مجنون بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا' اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

میرے معزز اساتذہ کرام! بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ کرام! میں آج آپ کے سامنے وقت کی اہمیت جیسے عظیم موضوع کو لے کر حاضر ہوا ہوں جو میرے درجے اور مقام سے کئی درجے بڑا موضوع ہے دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت مجھے اس موضوع پر کما حقہ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعین محترم! جیسا کہ ہم فقہ میں یہ مسئلہ پڑھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کی کوئی مملوکہ چیز تلف کر دے تو دیکھا جائے گا کہ وہ ذوات الامثال میں سے ہے یا ذوات القیم میں سے ہے اگر ذوات الامثال میں سے ہے تو اس متلوفہ چیز کے بدلے میں وہ مثلی چیز دینی ہوگی اور اگر وہ ذوات القیم میں سے ہے تو قیمت واجب ہوگی بہر حال جو چیز بھی ضائع ہو جائے تو اس کی تلافی ممکن ہے لیکن وقت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وہ کوئی ضائع کر دے تو نہ تو وہ ذوات الامثال میں سے ہے اور نہ ذوات القیم میں سے ہے کہ جس کے ذریعے اس کی تلافی ممکن ہو سکے صوفیائے کرام فرماتے ہیں اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ (کہ وقت کاٹنے والی تلوار ہے) حکماء کا قول ہے کہ زمانہ سیال ہے اسے کسی آن سکون نہیں' خدا ڈراتا ہے کہ تم کہیں رہو موت تمہیں نہیں چھوڑے گی' وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ہر کام کا ایک وقت ہے لیکن انسان موت کا وقت نہیں جانتا' انبیاء علیہم السلام بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت کے لحظہ لحظہ کا تمہیں حساب دینا پڑے گا' تاریخ بھی ہمیں سبق دیتی ہے صدیوں کا تجربہ بھی ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کامیاب و کامران ہستیاں گزر چکی ہیں ان کی کامیابی و ناموری کا راز صرف وقت کی قدر اور اس کا صحیح

استعمال تھا' وقت ایک ایسی زمین ہے کہ اگر اس میں سعی کامل کی جائے تو یہ پھل دیتی ہے اور اگر بیکار چھوڑ دی جائے تو خاردار جھاڑیاں اگاتی ہے ایک مشہور مثال ہے "اَلْوَقْتُ مِنْ ذَهَبٍ" یعنی وقت بھی ایک سونا ہے لیکن یہ صرف ان لوگوں کے لیے صحیح ہے جو موجودات کی قدر و قیمت محض قیاس و تصور کے ذریعے ہی سے کر سکتے ہیں لیکن جو لوگ پاکیزہ خیالات و نظریات اور اچھے افکار کے حامل ہوتے ہیں ان کے ہاں تو وقت بہت گراں ہے' ان کے ہاں وقت کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ "اَلْوَقْتُ هُوَالْحَيَاةُ" یعنی وقت ہی زندگی ہے انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس دنیا میں اس کی زندگی ہی کیا ہے؟ اس کی زندگی پیدائش اور موت کے درمیان معمولی سا غیر یقینی اور بے اندازہ سا وقفہ ہی تو ہے سونا تو آنے جانے والی چیز ہے وہ اگر ہاتھ سے نکل بھی جائے تو دوبارہ بھی حاصل ہو سکتی ہے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی حاصل ہو سکتی ہے لیکن جو وقت کہ گزر چکا ہے اور جو زمانہ کہ چلا گیا ہے وہ کسی صورت میں اور کسی قیمت پر واپس نہیں آ سکتا' ذرا انصاف سے سوچئے کیا وقت سونے سے زیادہ قیمتی نہیں؟ کیا وقت الماس سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا وقت ہر چیز سے زیادہ گراں نہیں؟ کیوں نہیں وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے، وقت الماس سے زیادہ مہنگا ہے۔ وقت ہر چیز سے زیادہ گراں ہے۔

سامعینِ محترم! وقت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اللہ رب العزت نے زمانہ کی قسم کھائی **والعصر**، کہیں چاشت کے وقت کی قسم کھائی **'والضحی'** کہیں رات کے وقت کی قسم کھائی **والیل اذا یغشیٰ**' کہیں دن کے وقت کی قسم کھائی **والنھار اذا تجلّی**۔ عبادت کو وقت کے ساتھ مقید کیا **فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون. ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض و عشیا و حین تظھرون** نماز کا اہتمام تب مکمل ہے جب وقت کی پابندی ہو **ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا**" روزہ تب واجب ہے جب رمضان کا وقت آ جائے **فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ** حج تب قبول ہے جب اپنے وقت پر کیا جائے۔ **الحج اشھر معلومات.**

اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ .

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: حَیَاتِکَ قَبْلَ مَوْتِکَ' وَ صِحَّتَکَ قَبْلَ سُقْمِکَ' وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ' وَ غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ.[1]

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.[2]

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر روز صبح کو جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت یہ اعلان کرتا ہے:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّعْمَلَ فِیَّ خَیْرًا فَلْیَعْمَلْهُ' فَاِنِّیْ غَیْرُ مُکَرَّرٍ عَلَیْکُمْ اَبَدًا.

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں' اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس دن سے زیادہ کسی چیز پر نادم نہیں ہوتا کہ جو میری عمر سے کم ہو جائے اور اس میں میرے عمل کا اضافہ نہ ہو سکے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دن رات کی گردش آپ کی عمر کم کر رہی ہے تو پھر آپ عمل میں کیوں سست ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ یہ کام کل تک موخر کیجئے آپ نے فرمایا میں ایک دن کا کام بمشکل کرتا ہوں' اگر آج کا کام کل پر چھوڑ دوں تو دو دن کا کام ایک دن میں کیسے کروں گا۔

سامعین محترم! جب وقت کے قدر دانوں نے وقت کی قدر کی تو امام ابوحنیفہ بنے' امام مالک بنے' امام شافعی بنے' امام احمد بن حنبل بنے' امام بخاری بنے' امام مسلم بنے' امام ترمذی بنے' امام ابوداؤد بنے' حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری بنے' حضرت حسین احمد مدنی بنے' حضرت انور شاہ کشمیری بنے' حضرت محمد یوسف بنوری بنے' مفتی نظام الدین شامزئی بنے۔ اور جنہوں نے وقت کی قدر نہ کی وہ بڑی بڑی صلاحیتوں والے تھے مضبوط بازوؤں والے تھے' ذہین

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۴۴۱) [2] (بخاری ۲/۹۴۹)

لوگوں میں سے تھے وہ ضائع ہو گئے' گمنام ہو گئے' وقت کی قدر جاہل کو عالم بناتی ہے۔ وقت کی قدر دنیاو آخرت کی خیر کا حصول ہے اور وقت کو ضائع کرنا دنیاو آخرت کو ضائع کرنا ہے اس لیے میرے دوستو! وقت کی قدر کیجئے کیونکہ وقت دولت ہے' وقت زندگی ہے' وقت زمانے کی روح ہے، وقت سنہری سونا ہے' وقت سیف قاطع ہے' وقت علم ہے' وقت عمل ہے' وقت تیز بہنے والا دریا ہے' وقت ہستی کا تانا بانا ہے' وقت شام وسحر ہے۔ دنیا کی ہر چیز ضائع ہونے کے بعد دوبارہ مل سکتی ہے لیکن ضائع شدہ وقت کا حصول دوبارہ ناممکن ہے اس لیے یہ یاد رکھئے کہ اگر ہم نے وقت کی قدر کی نیک اعمال' حصول علم' دینی امور' دینی خدمات میں خرچ کیا تو دنیا میں ہم خوشحال ہوں گے' ترقی میں تیز رفتار ہوں گے' دنیا کے لوگوں میں ہم شمار پروقار ہوں گے اور آخرت میں بے خوف وخیال ہوں گے اور اگر وقت کی قدر نہ کی تو دنیا میں ہم بے حال ہوں گے ترقی میں سست رفتار ہوں گے' دنیا کے لوگوں میں شمار ہم بیکار ہوں گے اور آخرت میں سخت پریشانی میں عند القهار ہوں گے۔

وما علينا الا البلاغ المبين

عصرِ حاضر میں نظام شریعت کی اہمیت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین صدق اللہ العظیم

سامعینِ محترم! چشمِ فلک نے وہ دور بھی دیکھا جب کرۂ ارض پر فساد و بدامنی کی فضا چھائی ہوئی تھی' انسانیت' بت پرستی اور آتش پرستی میں بدمست تھی خدا کو چھوڑ کر شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے سامنے گھٹنے ٹیک چکی تھی' انتہائی سوزناک اخلاقی اور سماجی برائیوں میں غوطہ زن تھی قریب تھا کہ انسانیت سسک سسک کر اپنی موت مر جاتی خالقِ کائنات نے عالم انسانیت پر رحم فرما کر اپنا آخری پیغمبر مبعوث فرمایا جس کا نقشہ قرآن نے اس طرح کھینچا

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا الخ

اللہ تعالٰی نے رحم فرما کر عالمِ دنیا میں اپنا رسول بھیجا جس نے بدامنی کی فضا کو امن سے بدل دیا' ظلمتوں اور تاریکیوں کی بستی کو روشنی کا گہوارہ بنا دیا نفرتوں اور کدورتوں کی گھٹا کو محبتوں اور الفتوں کا سماں بنا دیا **و کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذ کم منھا** آتش دوزخ کے دھانے پر پہنچی ہوئی انسانیت کو جنت کے دروازے پر لا کھڑا کر دیا **و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین** اس سے پہلے انسانیت انتہائی گمراہی میں گری پڑی تھی جو اپنی لختِ جگر کو اپنے ہاتھوں سے تہہ خاک میں ملا دیتی تھی' معمولی سی بات پر جنگ و فساد بھڑک اٹھتا جس کی چنگاریاں برسوں تک آگ پھینکتی جوا بازی اور شراب خوری ان کی گھٹی میں پڑی تھی بے حیائی کا بازار اتنا گرم تھا کہ غیرت کونے میں کھڑے ہو کر انگشت بدنداں اپنا جنازہ اٹھتا دیکھتی' لیکن جب شریعت آئی اللہ کا نظام آیا تو یہی لوگ دنیا والوں کے لیے رہبر و رہنما بننے لگے شاعرؒ نے کیا خوب کہا

فشانی نے تیرے قطروں کو دریا کر دیا — دل کو زندہ کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سامعینِ محترم! عصرِ حاضر میں ہمارا معاشرہ زمانہ جاہلیت کی عکاسی کر رہا ہے بلکہ اس سے بھی ایک ہاتھ آگے بڑھ کر معاشرتی اور سماجی برائیاں پروان چڑھتی جا رہی ہیں چوری ڈکیتی اور زنا کاری کا بازار گرم ہوتا جا رہا ہے، نظامِ امن اتنا خستہ حال ہے کہ کسی شہری کی جان، مال اور عزت ڈاکوؤں اور لٹیروں سے محفوظ نہیں نظامِ شریعت نے منکرات اور برائیوں کے سدِّ باب کے لیے ہر فرد کو اس کی طاقت و استطاعت کے بقدر اس بات کا مکلف ٹھہرا دیا کہ **مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ.**[1] لیکن عصرِ حاضر میں یہ تمام منکرات حکومت وقت کی بالا دستی اور ماتحتی میں پروان چڑھ رہے ہیں اور سرکار کی طرف سے ان کو حکومتی تحفظات مہیا کیے جا رہے ہیں۔

سامعینِ محترم! انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے وہی نظام کار آمد اور سود مند ہو سکتا ہے جو خالقِ کائنات کا نظامِ شریعت ہو اگرچہ انسانی عقول اس کی بعض حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں اس لیے کہ **عسیٰ ان تحبوا شیا و هو شرلکم** اسلام کا نظامِ شریعت بالکل انسانی فطرت کے مطابق ہے **فطرة الله التی فطر الناس علیها** اس لیے کہ خالقِ فطرت ہی بخوبی جانتا ہے کہ کون سی چیز فطرت سے غیر فطری صادر ہونے والے امور کا سدِّ باب کر سکتی ہے اس کا مشاہدہ آپ ماضی قریب میں طالبان کے سنہرے دورِ حکومت میں کر چکے ہیں کہ ان کے دورِ حکومت میں قتل و غارت گری کس طرح تھم گئی چوری اور ڈکیتی کی چکی کس طرح رک گئی بے حیائی اور بدکاری کی فضا کس طرح ختم ہو گئی۔

سائل نے سوال کر ڈالا ارے خطیب بے باک! خطابت تو تیری بے مثال ہے گفتار کا تو شہسوار معلوم ہوتا ہے ذرا وہ آئین و قوانین اور قواعد و ضوابط بھی بتا تا جا جو شریعت نے نظامِ شریعت کے لیے وضع کر رکھے ہیں خطیب نے قرآن و سنت کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر رہنمائی چاہی قرآن و سنت کا بحرِ ذخار و بے کنار ٹھاٹھیں مارنے لگا

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۳۶)

چنانچہ ارشاد ہوا شراب بڑی گندی چیز ہے انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ اگر کوئی بد بخت پھر بھی باز نہ آئے تو مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْہُ اس اعلان کے بعد کوئی مائی کا لال شراب چکھنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا ہے پاکدامن کی عزت پر کیچڑ اچھالنے والے کو جب اسی درے لگائے جائیں گے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ اور زانی اور زانیہ کو جب سو کوڑے لگیں گے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ اور اگر زانی محصن یا شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کر کے اس ناسور سے ہمیشہ کے لیے معاشرہ کو پاک کر دیا جائے گا۔ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدیٰ ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ الْاِحْصَانِ وَارْتِدَادٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ وَ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ غیر کے مال کی طرف بڑھنے والا ہاتھ کاٹا جائے گا اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا فساد اور ڈکیتی کرنے والے کو عبرتناک سزا دی جائے گی و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبو او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض الخ اور عمداً کسی کی جان لینے والے کو سرِ بازار قصاصاً قتل کیا جائے گا و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس دنیا والو! اگر تم نے ان قوانین کو لاگو کر دیا تو قسم باللہ! کوئی ماں ایسا بچہ نہیں جن سکتی جو اس کی خلاف ورزی کی جسارت کرے۔

سامعینِ محترم! آج دنیا اس قوم سے امن و سلامتی کی بھیک مانگ رہی ہے جس کی بیٹی اپنی عزت اپنے باپ سے بچاتی دکھائی دیتی ہے جن کا معاشرہ مادر پدر آزاد ہے حالانکہ نظام شریعت ہی وہ نظام ہے جو انسانی حیات کی بقا کا اصل ضامن ہے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور اخلاقی بحران سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ نظام شریعت ہے کاش ہمارے ناسمجھ حکمران جان لیتے' اہلِ زمانہ اور نام نہاد دانشور اس کی حکمتوں کو سمجھ لیتے کہ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب عصر حاضر ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ میں عالمی امن کو برقرار رکھنے کے لیے نظام شریعت کی اہمیت کو مدنظر رکھنا ہوگا ورنہ اس کے علاوہ کسی دوسرے

نظام سے امن وامان قائم ہونا: ''ایں خیال است ومحال است وجنوں۔'' اس نظامِ شریعت کے نفاذ کے لیے ہمارے اکابر بالخصوص مفکرِ اسلام نے اپنے رفقاء سمیت قربانیاں دیں۔ نظامِ شریعت کی اہمیت کو پس پشت ڈال کر' حدود اللہ کو پامال کر کے جشن آزادی منانے والے اور نظامِ اسلامی کے بغیر نظامِ محفل کو بدلنے کے گن گانے والوں کو آخر میں اتنا ہی کہوں گا۔

وطن تو آزاد ہو چکا دل و دماغ ہیں غلام اب بھی
شرابِ غفلت کو پی چکے ہیں یہاں کے ہر خاص و عام اب بھی
غلط ہے ساقی ترا یہ نعرہ نظامِ محفل بدل چکا ہے
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں وہی ہے کہنہ سا جام اب بھی
میرے میخانے کا عجیب انداز ہے لوگو!
کسی پر جام شراب جائز' کسی پر پانی حرام اب بھی

وما علینا الا البلاغ المبین



عالمی طاغوتی قوتیں

الحمدللہ وحدہ ......

قال اللہ تبارک و تعالیٰ: والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا.

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یُوْشَکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعیٰ عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکِلَۃِ اِلیٰ قَصْعَتِهَا۔[1]

صدق اللہ العظیم.

غازیان سربکف کا بانکپن پیدا کرو — اپنے دل میں جذبۂ حبِّ وطن پیدا کرو
خواجۂ کون ومکان کے نقش پا کو چوم کر — اپنی ہر تحریک میں ان سے لگن پیدا کرو
جہد و استقلال کی تحریک دہرائے ہوئے — اک زمانہ ہو گیا دارو رسن پیدا کرو

واجب الاحترام معزز اساتذہ کرام اور گرامی قدر سامعین!

آج کی اس پر رونق محفل میں جس موضوع کے تحت اپنے منتشر خیالات کو تقریر کی صورت میں بیان کر رہا ہوں وہ ہے" عالمی طاغوتی قوتیں" بارگاہ ایزدی میں تڑپ کر استدعا کیجئے کہ مجھے حق و سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

سامعینِ محترم! ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکا میں قائم عالمی تجارتی مرکز پر ہونے والے خودکش حملوں کے ساتھ جہاں امریکی ٹیکنالوجی کا سرچڑھتا غرور زمین بوس ہوا' وہاں امریکی فرعونیت کی اس فلک بوس عمارت کے کھنڈرات سے عالمِ اسلام کے لیے ایک بدترین سونامی بھی اٹھا فرعون وقت کے جلتے پندار سے اٹھنے والے دھویں کے بدبودار مرغولے ابھی فضا میں تحلیل نہیں ہوئے تھے کہ شیطان کے ایجنٹوں نے ان حملوں کے الزام میں مسلمانوں کی طرف انگلیاں اٹھائیں' پھر کیا تھا۔ امریکا کے صدر شیطان بش وقت کے فرعون نے اسلام کے خلاف کروسیڈ کا

[1] مشکوٰۃ ص ۴۵۹

اعلان کر دیا اسلام اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگا کر دہشت گردی کیخلاف جنگ کے ایجنڈے پر دنیا کی تمام طاغوتی قوتوں کو اپنے بچاؤ کے لیے پکارا اور ایک ایک ملک سے پوچھا کہ بتاؤ ہمارا ساتھ دیتے ہو یا ہمارے دشمنوں کا' یوں ایک نکاتی ایجنڈے پر ایک عالمی طاغوتی قوت تشکیل عمل میں آئی' الزام چونکہ ہمارے پڑوس کی ریاست پر تھا اس لیے ہم سے فرنٹ لائن اسٹیٹ کا مرکزی کردار ادا کرنے کا تقاضا ہوا۔ اس کے جواب میں پاکستان کے ملت فروش حکمرانوں نے اپنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکا کو ہر طرح سے سپورٹ فراہم کر کے خود کو سچا اور کھرا امریکی غلام ثابت کر دکھایا اور (دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر) اسلام کے خلاف عالمی مہم جوئی میں امریکا کے لیے اپنا کندھا پیش کیا۔

سامعینِ محترم! زبانِ نبوت نے آج سے سوا چودہ سو سال پہلے ہی عالمی طاغوتی قوتوں کا اسلام کے خلاف اس متحدہ جنگ کے بارے میں آگاہ فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: **يُوْشِكُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعىٰ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكِلَةِ اِلىٰ قَصْعَتِهَا** کہ طاغوتی قوتیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے ایک دسترخوان پر رکھے گئے کھانے کے برتن کی طرف بلاتے ہیں **فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ** ایک صحابی نے استفسار کیا کہ ہم پر یہ جرات اس وجہ سے ہوگی کہ ہم تعداد میں تھوڑے ہوں گے؟ **قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ** جواب ملا نہیں بلکہ تعداد میں تم بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری حیثیت سمندر کے جھاگ کی طرح ہو گی **وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُم** اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیں گے **وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ** اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا صحابہ نے سوال کیا وھن ہے؟ جواب ملا **حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ** کہ تمہاری دنیا سے محبت اور موت سے نفرت عیش کوشی اور جہاد و قتال کا راستہ چھوڑنے کی وجہ سے تمہیں یہ دن دیکھنے ہوں گے۔

سامعینِ محترم! آج مسلمانوں کی تعداد آبادی کے اعتبار سے ارب سے بھی زیادہ ہے

مگر مادہ پرستی، عیش کوشی، سہل پسندی کی بنا پر ہم اس قابل ہی نہ رہے کہ کفار کا مقابلہ کر سکیں ہمارے سامنے ہمارے بھائی کی لاش تڑپ رہی ہوتی ہے کٹتے ہوئے بدنوں کا روز روز ہم نظارہ کرتے ہیں لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارا رعب ان کے دلوں سے نکال دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج عالمی طاغوتی قوتیں ہمارے خلاف اس متحدہ جنگ کا آغاز کر چکی ہیں لیکن ہمارا ابھی ایمان ہے کہ **ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین** کہ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ یہ مظلوم امت اس موجودہ پستی سے آخر کار نکل آئے گی کیونکہ اللہ نے کفریہ طاقتوں کی جنگ کو شیطان وطاغوت کی جنگ قرار دیا ہے **والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت** چنانچہ فرعون وقت نے اسلام کے خلاف جاری اس جنگ کے آغاز میں کہا تھا کہ مجھے خداوند کی طرف سے کامیابی کی بشارت ہوئی ہے قرآن مجید کی روح سے کفار کو بشارت دینے والا ان کا خداوند وہی شیطان ہے جس نے جنگ بدر کے موقع پر ان کے روحانی پیشوا ابو جہل کو بھی ایسی ہی بشارت دی تھی بلکہ اس نے تو یقین دلایا تھا کہ **لا غالب لکم الیوم من الناس و انی جار لکم** کہ میں تمہارا مددگار ہوں تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا مگر کفار کے اس خداوند کی ساری یقین دہانیاں اس وقت چکنا چور ہو گئیں جب گردوں سے قطار اندر قطار فرشتے اسلام کی مدد کو آئے تب کفار کو خطرات کے گرداب میں بے یارو مددگار چھوڑ کر اسی ابلیس اور شیطان ملعون نے کہا تھا کہ **انی اریٰ مالا ترون انی اخاف اللہ** اللہ کا فرمان پتھر پر لکیر کی طرح سچ ثابت ہوا کہ **ان کید الشیطن کان ضعیفا**)

ان شاء اللہ اس دور کے فرعون کی ساری بشارتیں بھی ایک دن ریت کی دیوار ثابت ہو کر معکوس منظر پیش کریں گی۔

عزیزانِ من! مقامِ افسوس ہے کہ ملت فروش حکمران محض سرابوں کے تعاقب میں اور بے حقیقت خیالات کے جزیروں کے حصول کے لیے سعی لاحاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ مغربی طاقتوں کی جتنی بھی چاکری کی جائے وہ کبھی خوش نہ ہوں گے **ولن ترضی عنک الیھود و لا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم** مگر ان بے غیرت حکمرانوں نے اخلاق واقدار کے تمام اصولوں کی مخالفت

کر کے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء جیسے صریح احکام خداوندی کی کھلے بندوں مخالفت کر کے اپنی تمام تر ہمدردیاں یہود و نصاریٰ کے لیے خاص کر دی ہیں یہی ملت فروش حکمران افغانستان کی اسلامی حکومت کے خاتمے اور لاکھوں شہید ہونے والے مسلمانوں کے خون کے ذمہ دار ہیں اپنے ہی ملک میں اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف بدترین جارحیت بھی انہی طاغوتی غلاموں کے منہ کی کالک ہے ان وفاداریوں کے باوجود عالمی طاغوتی قوتیں آج ہمارے گرد گھیرا تنگ کرنے میں مصروف ہیں آخر میں ان سے اتنا ہی کہوں گا

مسجد اقصیٰ کے جلوے ہوں یا کعبہ کا جمال اتحاد کفر سے تیرا نشیمن خطرے میں ہے
جاگ خوابوں کے بھنور سے اے محمد کے غلام تیرے آباء کی شرافت کا چلن خطرے میں ہے

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

وما علینا الا البلاغ المبین

عصرِ حاضر کے چیلنج اور امت مسلمہ کی ذمہ داری

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ...... یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم الخ

قابلِ صد احترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج کی اس بزم منعقدہ میں جس موضوعِ سخن کو گفتگو کا محور بنانے چلا ہوں وہ ہے "عصر حاضر کے چیلنج اور امت مسلمہ کی ذمہ داری"۔

عزیزانِ محترم! امتِ مسلمہ کو اس وقت جن بھیانک چیلنجوں کا سامنا ہے ان میں سے پہلا چیلنج اسلام دشمن قوتوں کا ہے جس کے تحت دنیا بھر کی حکومتیں عمومی طور پر اور صلیبی قوتیں خصوصی طور پر اقوام متحدہ کی سرپرستی میں اسلام اور اہل اسلام کو دنیا کے نقشے سے ختم کرنے کے لیے اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں جن کی واضح مثال عراق وافغانستان میں لڑی جانے والی وہ صلیبی جنگ ہے جسے امریکا دہشت گردی کے خلاف جنگ سے تعبیر کر رہا ہے۔

دوسرا بڑا چیلنج: اسلام دشمن سرگرمیوں کا ہے جس کے تحت پہلے نمبر پر گمراہ فرقے 'لڑاؤ حکومت کراؤ' والی پالیسی کو لے کر امت مسلمہ کو اختلاف وانتشار کی چھری سے کاٹ رہے ہیں انہیں میں سے این جی اوز اور دیگر تنظیمیں ہیں جو کمزور مسلمانوں کی مالیاتی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر رفاہی خدمت کے نام پر اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی کوششوں میں مصروف ہیں' تیسرے نمبر پر عالمی مالیاتی ادارے ہیں جو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے نام سے جانے جاتے ہیں جن کا مقصد مسلمان غریب ممالک میں کسی بھی غیر ضروری منصوبے کو ضروری قرار دے کر منصوبے کی تکمیل کے لیے طویل المیعاد قرض کی پیشکش کرنا اور پھر اس پر سود کی شرح رفتہ رفتہ اس حد تک بڑھا دینا کہ وہ ملک اس کی ادائیگی سے بظاہر لاچار ہو جائے اور یوں یہ ملک طوعاً یا کرھاً ان مالیاتی اداروں کا غلام بن جاتا ہے اس کا اندازہ آپ ایک امریکی معیشت دان کے اس قول سے لگائیے جو کہتا ہے کہ "تیسری دنیا کو قرضوں کی واپسی کے لیے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے کیونکہ اب ان مالیاتی اداروں کا علاج صرف اللہ کے پاس ہے اور اس علاج کو قیامت کہتے ہیں۔

تیسرا بڑا چیلنج اسلام دشمن سرگرمیوں کے ذرائع ہیں جس کے تحت اس وقت کئی شعبے کام کر رہے ہیں جس میں ایک شعبہ میڈیا کا بھی ہے جس کا اسلام دشمنی رویہ آپ گستاخانہ خاکوں سے لے کر فتنہ "فلم خدا کے لیے" تک، اور دینی مراکز اور دینی رہنماؤں کے خلاف پروپیگنڈا سے لے کر اسلام کا غلط تصور پیش کرنے تک کی صورت میں دیکھ چکے ہیں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر چھپنے والے فحش لٹریچر و جرائد اور شو کی جانے والی فحش فلمیں اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔

دوسرا شعبہ انٹیلی جنس اداروں کا ہے جس کا اندازہ آپ صرف اسرائیل کے انٹیلی جنس ادارے موساد سے بھی لگا سکتے ہیں جس کا مقصد اسلامی دنیا اور خصوصاً عرب دنیا کے بارے میں معلومات جمع کر کے اس کی روشنی میں ان کو نقصان پہنچانا ہے آپ کو شاید یہ جان کر بھی حیرت ہو کہ یہ اس قدر سرگرم ادارہ ہے کہ دنیا میں جس جس مقام پر ٹیلی فون اور کمپیوٹر ہے وہ مقام اس ادارے کی نظروں سے اوجھل نہیں اور یہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر تمام کارروائیاں ریکارڈ کرتا ہے۔

تیسرا شعبہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہے جن کی تعداد پانچ سو تک بتائی جاتی ہے آپ ان کی قوت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ دنیا کی تمام بڑی چھوٹی حکومتیں ان کے اشاروں کی محتاج ہیں کیونکہ پوری دنیا کی بجلی' ٹیلیفون' سفری ذرائع' بینک، خوراک حتیٰ کہ دواؤں تک پر یہ کمپنیاں قابض ہیں اور یہ کسی بھی وقت چاہیں تو ان تمام چیزوں کو منقطع کر سکتی ہیں لیکن تلخ حقائق یہ ہیں کہ دنیا میں تیل پیدا کرنے والے دس مسلم ممالک میں سے کسی ملک کی کسی کمپنی کا نام ملٹی نیشنل کمپنیوں کی فہرست میں شامل نہیں چوتھا بڑا چیلنج اسلام دشمنوں کے اہداف ہیں چنانچہ اپنے اہداف کی طرف اقدام کرتے ہوئے اسلام دشمنوں نے اولاً اسلامی بنیادی عقائد کو نشانہ بنایا اور اس کے لیے گمراہ فرقوں سمیت "الفرقان" اور "الحق" جیسے بظاہر ہمدردانہ کتابوں کا سہارا لے کر مسلمانوں کو عقائد کی رو سے شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ثانیاً اسلامی تہذیب وثقافت پر حملہ آور ہوئے جدت پسندی اور روشن خیالی کا نعرہ لگا کر اسلامی تہذیب کو دقیانوسیت سے تعبیر کر رہے ہیں ثالثاً صلیبی طاقتیں بڑھتی ہوئی مسلم آبادی سے خوفزدہ ہو کر فیملی پلاننگ کا منصوبہ پیش کر رہی ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اگر مسلم آبادی کو ختم نہ کیا گیا تو

عیسائیت پوری دنیا میں اقلیت میں بدل جائیگی۔

عزیزانِ محترم! اب آتے ہیں موضوع کے دوسرے جز امتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کی طرف چنانچہ ان چیلنجوں کے مقابلے میں امتِ مسلمہ پر تین قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں (۱) انفرادی (۲) اجتماعی (۳) سیاسی۔

انفرادی طور پر ہر مسلمان اپنے ایمان کی اصلاح اس انداز میں کرے کہ جس کا جوش نومسلم کی طرح ہو جس کا یقین غیر متزلزل ہو کیونکہ نئے فتنوں نئی طاقتوں اور نئی تحریکوں کا مقابلہ کمزور ایمان سے نہیں کیا جاسکتا ہے دوسرے نمبر پر اخوت و بھائی چارگی کا جذبہ اس قدر ہو کہ **اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ** کا مصداق بن جائے' انانیت' خودغرضی اور تعصب پرستی کا جامہ اتار کر تحمل مزاجی کا سبق حاصل کریں اجتماعی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے نوجوان نسل میں دینی' سماجی اور سیاسی شعور اس انداز میں پیدا کیا جائے کہ ان میں نیک و بد کو سمجھنے سے مسائل پر غور کرنے اور اس کے نتائج و عواقب کا صحیح اندازہ لگانے کی صلاحیت ہو اس کے ساتھ دینی و دنیوی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کا حق ادا کریں اپنی قوت کا استعمال آپس کی بجائے عسکری میدانوں میں جہاد جیسے عمل کے ذریعے سے دشمن قوتوں کے خلاف استعمال کریں دینی تحریکوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کریں تیسرے نمبر پر سیاسی ذمہ داریاں ہیں جو مسلم حکمرانوں پر عائد ہوتی ہیں کہ مسلم ممالک پر مشتمل ایک ایسا اتحادی پلیٹ فارم تشکیل دیا جائے جس کی قیادت مشرقی یا مغربی طاقتوں سے بے نیاز ہو کر اور اپنے منصب کی ذمہ داریوں کا شعور رکھتی ہو تہذیبی' سیاسی اور ثقافتی محاذ پر کامیابی حاصل کرنے کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی سے آگاہی حاصل کی جائے اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرانے کے لیے **واعدوا لهم مااستطعتم من قوة** پر عمل کرتے ہوئے اپنی دفاعی قوت' ہر مسلم ملک کو ایٹم بم حاصل کرنے کی صورت میں مضبوط کریں پھر وہ دن دور نہیں کہ **ليظهره على الدين كله.** (سورۂ فتح) کا عملی مظاہرہ ہو۔

وما علينا الا البلاغ المبين

مدینہ طیبہ کی حرمت وفضیلت

اللھم لک الحمد کما انت اھله فصل و سلم علی محمد کما انت اھله و افعل بنا ما انت اھله فانک اھل التقوی و اھل المغفرة اما بعد! فقال اللہ تعالیٰ: لئن لم ینته المنفقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرىٰ يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَ هِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الكير خَبَثَ الْحَدِيْدِ[1] او کما قال علیه الصلوة والسلام.

اے زائرِ بیتِ نبوی! یاد رہے یہ
بے قاعدہ یہاں جنبشِ لب بے ادبی ہے
آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

محترم اساتذہ کرام مہمانانِ گرامی اور بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! میں آج کی اس پر رونق اور باوقار محفل میں جس عنوان کو لے کر آپ حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہ ہے "مدینہ طیبہ کی حرمت وفضیلت"

سامعین کرام! جس دھرتی پر انسان کے ایام بچپن گزرے ہوں، زیست کی راتیں بیت گئی ہوں اور زندگی کی چند گھڑیاں کٹی ہوں تو انسان کو فطری طور پر اس دھرتی سے محبت ہوتی ہے، وہاں کے در و دیوار سے عقیدت ہوتی ہے اور وہاں کے گلی کوچوں سے ایک فطری نسبت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کائنات کی عظیم ہستی اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر رہی تھی تو آنکھیں اشکبار اور پرنم تھیں، کبیدہ خاطر غم واندوہ کے عالم میں ارض مقدس کو خطاب کر کے یوں الوداع کہا:

مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَ أَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُوْنِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ[2]

---

[1] (مشکوة ص ۲۳۹) [2] (مشکوة ص ۲۳۸)

''اے پاک سرزمین اور پیاری دھرتی! اگر میری قوم مجھے مجبور نہ کرتی تو تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا'' جب بیت اللہ آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو یوں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ قَدْ اَخْرَجُوْنِىْ مِنْ اَحَبِّ الْبِلَادِ اِلَىَّ فَاَسْكِنِّىْ اِلٰى اَحَبِّ الْبِلَادِ اِلَيْكَ.

مسلمان جب مدینہ ہجرت کر گئے تو وہاں کی آب وہوا انہیں راس نہ آئی' ابوبکر و بلال سخت بیمار پڑ گئے اس لیے کہ یہاں کی بیماری جان لیوا ہوتی تھی' وہی ہوا ابوبکر وطن عزیز کے غم میں یہ شعر پڑھنے لگے

کُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِیْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

اور بلال کی تو حالت ہی غیر ہوگئی تھی' بے ساختہ چیخ پڑتے

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة
بواد و حولی اذخر و جلیل!
وهل اردن یوما میاه مجنة
و هل یبدون لی شامة و طفیل[1]

اے اللہ! جنہوں نے ہمیں وطن عزیز سے در بدر کیا ان پر لعنت فرما!

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ عُتَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَ عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا اَخْرَجُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا اِلٰى اَرْضِ الْوَبَاءِ.

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی یہ حالت دیکھی تو دعا کی

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ' وَصَححها و بارک لنا فی صاعها و مدها و انقل حماها فاجعلها بالجحفة[2]

تو پھر کیا ہوا؟ کہ بن مدینے دل کو قرار نہیں ملتا' سفر سے آتے ہوئے جب مدینے کی در و دیوار پر نظر پڑتی تو شوق ومحبت میں سواری کو تیز چلاتے

اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ اِلٰى جُدْرَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْضَعَ رَاحِلَتَهٗ وَ اِنْ كَانَ عَلٰى

---

[1] (بخاری ۱/۲۵۳) [2] (مشکوۃ ص ۲۳۹)

ذَابَتْ حَرْكَهَا مِنْ حُبِّهَا۔[1]

پھر جینا مرنا سب وہاں کا ہو کے رہ گیا

اَلْمَدِيْنَةُ مهاجرى وَبِهَا مَضْجَعِىْ وَ مِنْهَا مَخْرَجِىْ

ہمیں بھی خاک طیبہ نصیب ہو

اِلٰهِىْ نَجِّنِىْ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ
بِجَاهِ مُحَمَّدٍ مَوْلَى الْجَمِيْعِ
وَهَبْ لِىْ فِى الْمَدِيْنَةِ قَرَارًا
وَبَعْدَ الْمَوْتِ دَفْنًا بِالْبَقِيْعِ

سامعینِ محترم! قرآن کریم نے منافقین اور مفسدین کے وجود سے مدینہ کو پاک کرنے کا وعدہ کر کے اس کی حرمت کو ان الفاظ میں بیان کیا

لئن لم ينته المنفقون والذين فى قلوبهم مرض والمرجفون فى المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا

اسی کی عکاسی یہ حدیث یوں کرتی ہے

اَلْمَدِيْنَةُ كير تُنْفِى النَّاسَ كَمَا يُنْفِى الكير خُبْثَ الْحَدِيْدِ۔[2]

ایک مقام پر لسانِ رسالت نے اس کی حرمت کو یوں بیان فرمایا

المدينة حرم من كذا الى كذالا يقطع شجرها ولا يحدث فيها حدث من احدث فيها حدثا فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين۔[3]

ایک دوسرے مقام پر زبانِ نبوت نے اس حقیقت کو یوں آشکارا کیا

اِنِّىْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَا بَتِي الْمَدِيْنَةِ۔[4]

اسی سے تو جمہور ائمہ نے مدینہ منورہ کے گھاس کاٹنے اور وہاں شکار کھیلنے کے عدمِ جواز پر استدلال کیا ہے

وَاحْتَجَّ بِهِ الزُّهْرِىُّ وَالشَّافِعِىُّ وَ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ وَ قَالُوْا اَلْمَدِيْنَةُ

---

[1] (بخاری ۲۵۳/۱) [2] (مشکوۃ ص ۲۳۹) [3] (بخاری ۲۵۱/۱) [4] (مشکوۃ ص ۲۳۹)

لَمَّا حُرِّمَ فَلَا يَجُوْزُ قَطْعُ شَجَرِهَا وَاَخْذُ صَيْدِهَا.

امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل صحیح بخاری میں ''فضائل المدینۃ'' کے عنوان سے باب قائم کر کے یوں احادیث ذکر کرتے ہیں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ جائے گا الایمان یارز الی المدینة کما تارز الحیة فی جحرھا[1] ۔مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوسکتا لَا یَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَ الدَّجَّالُ[2] اس کے دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے لیس من نقابھا نقب الا علیه الملئکه صافین یحر سونھا[3] اللہ تعالیٰ کو وہاں کافر ومنافق کا وجود گوارا نہیں ثم ترجف المدینة باھلھا ثلث رجفات فیخرج اللہ کل کافر و منافق[4] مدینہ کی مٹی میں شفاء ہے فَاِنَّ فِيْ غُبَارِ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ مدینہ کی دھرتی پر جنت اتاری گئی مَا بَيْنَ بَيْتِىْ وَ مِنْبَرِىْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ[5] المھند علی المفند کے اندر علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ مذکور ہے کہ جس دھرتی سے نبی کا وجود لگا ہوا ہے' جسم نبوت مس ہے وہ فضیلت وعظمت میں عرش بریں سے بھی برتر ہے' کسی کو یہ سمجھنے میں شدید دشواری ہو تو اس فلسفہ اور مضمون کو سعدی شیرازی یوں سمجھاتے ہیں: ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری!
کہ از بوئے دلاویز تو مستم!
بگفتا من گلے ناچیز بودم!
ولیکن مدتے باگل نشستم!
جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

---

[1] (بخاری ۱/۲۵۲) [2] (بخاری ۱/۲۵۳) [3] (بخاری ۱/۲۵۳)
[4] (بخاری ۱/۲۵۲) [5] (بخاری ۱/۲۵۳)

یہی وجہ تھی کہ امت کو اپنے آقا کی دھرتی سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ[1] امام مالک رحمہ اللہ نے تو مدینہ کی دھرتی پر تھوکا تک نہیں۔ قضاء حاجت کے لیے سات میل دور جاتے، نفلی حج کے لیے کبھی نہیں گئے کہ کہیں مدینے سے باہر موت نہ آئے، قطب الاقطاب والارشاد علامہ گنگوہی فرط عقیدت میں خاک مدینہ کا سرمہ لگاتے لگاتے اپنی بینائی کھو گئے، آخر اتنی عقیدت کیوں نہ ہو؟ حقیقی عاشق کو تو مجنون کی طرح محبوب کے گلی کوچوں اور وہاں سے گزرنے والے کتے سے بھی عقیدت ہوتی ہے۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق پرسید ایں چہ سود
ایں سگے در کوئے لیلیٰ گاہے گاہے رفتہ بود

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلٰى
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَ ذَا الْجِدَارَ
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِيْ
وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

وما علينا الا البلاغ المبين

---

[1] (بخاری ۲/۲۵۳)

ظلم

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و امام العادلين وعلى اله و اصحابه اجمعين اما بعد فاعوذ بالله ...... بسم الله.

الا لعنة الله على الظالمين و قال النبي صلى الله عليه وسلم: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.[1] صدق الله العلى العظيم و صدق رسوله النبى الكريم.

میں ایک دن ظلم کا چہرہ بالآخر نوچ ڈالوں گا
میرے ہاتھوں میں جگنو ہے اندھیرا کچھ نہیں کہتا
تلاطم خودبخود بے تاب رہتا ہے سلامی کو
اگر تیراک اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کہتا

جناب صدر مجلس معزز اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! بندہ آج اس عظیم الشان تقریری مقابلے میں "ظلم" کو موضوع سخن بنا کر آپ حضرات سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

عزیزانِ گرامی! ظلم عربی زبان کا لفظ ہے لغت میں اس کا معنی ہے زیادتی کرنا' بے موقع کوئی کام کرنا۔ بعض ائمہ لغت نے ظلم کی تعریف اس طرح بیان کی ہے: اَلظُّلْمُ: وَضْعُ كُلِّ شَيْءٍ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ امام عبدالقاہر جرجانی اپنی کتاب "التعریفات" میں ظلم کی تعریف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلظُّلْمُ اَلْمَيْلُ عَنِ الْحَقِّ اِلَى الْبَاطِلِ، اکثر علماء ظلم کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں: اَلظُّلْمُ وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ یہ تمام تعریفات عبارات کے اعتبار سے اگرچہ مختلف ہیں' لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔

محترم سامعین! یہ تو ظلم کی تعریف تھی' آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ظلم کا چہرہ کس قدر سفاک اور بھیانک ہے اور ظلم انسانی معاشرے کو کس طرح تباہی سے دوچار کرتا ہے اور شریعت

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۳۴)

اسلامیہ میں ظلم کو کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے' میرے دوستو! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ انسانی معاشرے میں عام طور پر ظلم ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے' چاہے ظلم اپنی ذات پر ہو یا کسی اور پر' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **ان الشرک لظلم عظیم**' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کو نہ ماننا اور حدود اللہ سے تجاوز کرنا بھی ظلم ہے' چنانچہ ارشاد ہے: **و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ** اللہ تعالیٰ نے صرف ظلم سے منع ہی نہیں فرمایا بلکہ ظالم کی طرف مائل ہونے اور اس سے محبت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے: اگر کوئی یہ عمل کرلے تو اس کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا گیا ہے' چنانچہ ارشاد فرمایا: **و لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار** مزید یہ بھی فرمایا کہ ظالموں کے ظلم کی سزا صرف ان تک محدود نہیں رہتی' بلکہ ظلم کی نحوست ان کے علاوہ دوسروں تک بھی پہنچ جاتی ہے: چنانچہ ارشاد فرمایا **واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب**

میرے دوستو! ظلم ایسا سنگین گناہ ہے جو معاشرے میں مصیبتوں' ہلاکتوں اور سختیوں کا سبب بنتا ہے' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں: **یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَ جَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا** ظلم کی قباحت پر اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود ربِ کائنات نے ظالموں پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا: **الا لعنۃ اللہ علی الظالمین**.

محترم سامعین: قرآن کی آیات سے ظلم کی وعید و مذمت ذکر کرنے کے بعد آیئے ذخیرہ احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم سے منع فرمایا ہے اور مظلوم کی بددعا سے ڈرایا ہے' ابوہریرہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ' لَا شَکَّ فِیْھِنَّ: دَعْوَۃُ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ' وَ دَعْوَۃُ الْمُسَافِرِ' وَ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ**' ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر رخصت کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی: **اِتَّقِ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اللہِ حِجَابٌ**' ابن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِتَّقِ دَعْوَۃَ**

الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا تَصْعَدُ اِلَى السَّمَاءِ كَاَنَّهَا شَرَارَةٌ ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کے عبرت ناک انجام کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[1]

میرے محترم دوستو! قانون قدرت ہے کہ جب بھی ظالم کے مظالم حد سے بڑھ جاتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کر لیتے ہیں' کتنی ہی ظالم بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے زیروزبر کر دیا' کتنے ہی ظالم حکمرانوں کو نیست ونابود کر دیا' جب فرعون ظلم پر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے غرق آب کر کے نشان عبرت بنا دیا' جب نمرود نے ظلم کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے غرور وتکبر کو خاک میں ملا دیا' جب بنی اسرائیل نے انبیاء کرام پر مظالم ڈھائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے' جب مشرکین مکہ نے نہتے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے تو اللہ تعالیٰ نے انہی مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین مکہ کو عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا۔ میرے دوستو آیئے تھوڑی دیر کے لیے عصر حاضر پر نگاہ ڈالتے ہیں' ایک مرتبہ پھر ظلم کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے' پورا عالم کفر امریکا اور اس کے اتحادیوں کی قیادت میں عالم اسلام کو اپنے مظالم کا نشانہ بنا رہا ہے' کبھی تو بوسنیا اور چیچنیا کے مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے' تو کبھی صومالیہ اور فلسطین کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی تدبیریں ہو رہی ہیں' کبھی تو افغانستان کے نہتے مسلمانوں کو ظلم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو کبھی عراق کے مسلمانوں پر ان کی زمین تنگ کی جا رہی ہے' افسوس اس بات کا ہے کہ عالم اسلام کے بے حس اور بے غیرت حکمران ان مظالم پر آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں' بلکہ مظالم کی اس لہر کو آگے بڑھانے کے لیے امریکا اور اس کے اتحادیوں کا بھرپور ساتھ دے رہے ہیں' کون نہیں جانتا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو ہمارے ان بزدل حکمرانوں کے تعاون سے تاراج کیا گیا' کون نہیں جانتا کہ مملکت پاکستان میں ان بزدل حکمرانوں نے امریکی اشاروں پر سینکڑوں علماء کا خون بہایا' کون نہیں جانتا کہ مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے دینی مدارس پر دہشت گردی کے الزامات لگائے گئے' دینی مدارس کے طلبہ کو انتہا پسند کہا گیا' امریکی اشاروں پر ناچنے والے حکمرانو! اپنی حرکتوں سے باز

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۳۴)

آجاؤ مغربی آقاؤں کی تقلید چھوڑدو اور مظالم کا یہ سلسلہ بند کردو ورنہ تمہارا حشر تو اتنا برا ہوگا کہ تمہاری نسلیں بھی یادرکھیں گی۔ آخر میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ

ـ یہ ظلم کی زنجیریں پگھلتی جائیں گی یارو!
ہم وقت کی تقدیر بدلنے کو چلے ہیں

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عالمِ اسلام کے موجودہ انتشار کے اسباب وعوامل

الحمدلله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفٰی اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم. بسم الله الرحمن الرحیم وعد الله الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصٰلحٰت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و قال الله عزوجل فی مقام اٰخر ولا تهنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین و قال النبی صلی الله علیه وسلم إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ[1] صدق الله العظیم و صدق رسوله النبی الکریم.

محترم اساتذہ کرام اور گلشنِ بنوری کے لہلہاتے پھولو! آج کی اس پررونق محفل میں میری معروضات "عالم اسلام کے موجودہ انتشار کے اسباب وعوامل" کے عنوان سے معنون ہیں۔

محترم سامعین! ایک وقت تھا جب قوموں کے نشیب وفراز کی داستانیں اسلامی قیادت کی نقل وحرکت سے مرتب تھیں اعزاز واکرام برتری وبہتری فوقیت وفضیلت اور ہمت وجرأت کے سارے تمغے اسلامی سیادت ہی کو زیبا تھے۔

مگر آج ہواؤں کا رخ بدلا ہوا ہے ہمارا ماضی حال کے لیے افسانہ بن چکا ہے حال کی ماضی سے کوئی مماثلت باقی نہیں رہی عالم اسلام پر دنیائے کفر کی یلغار کا تسلسل امتِ مسلمہ کی اجتماعیت بکھیر کر بدنظمی بے چینی رسوائی پسپائی اور مقہوریت کو مسلمانوں کا مقدر ثابت کیا جارہا ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

اسکے اسباب وعوامل کیا ہیں اس سوال کے جواب کیلئے ماضی کی کامیابی وکامرانی کا اگر مختصراً جائزہ لیا جائے جن اسباب کا آج امتِ محمدیہ میں فقدان ہے تو ہمیں مسلمانوں کے انتشار کے اسباب کا علم ہوجائیگا کہ ماضی میں مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کے راز کیا تھے تو غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

---

[1] (مسلم ۱/۲۷۲)

۱) آسمانی تعلیمات سے وابستگی کا مضبوط ایندھن اس کا راز تھا۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم.

اور حدیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ. [1]

۲) ایمان واعتقاد اعمال واخلاق اور سیرت وکردار کا کمال واعتدال اس کی شرط تھی

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم.

۳) توہین وتذلیل' حزن وملال' رسوائی وپسپائی' مقہوریت ومغلوبیت کی راہ میں فکری و نظریاتی استحکام حائل تھا

ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین.

۴) اجتماعیت اتحاد واتفاق اور نظم وضبط کی ہماری رفعتوں کا راز جاودانی تھی

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا

ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم واصبروا.

۵) ہمارے اسلاف صبر واستقامت' امانت ودیانت' شرافت وصداقت' قناعت' عدل و احسان' باہمی ربط وارتباط' زہد وورع اور سارے مومنانہ اوصاف سے آراستہ ہوا کرتے تھے اور رفاقت اور نصرت کے مظاہر عام تھے۔

بلیٰ ان تصبروا و تتقوا ویاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملئکة مسومین.

۶) اس اعزاز وافتخار الطاف وانعام کی حیات وبقاء کا حصر (یعنی جہاد) مضبوط تھا اور یہ جہاد اہلِ اسلام کو مرغوب ومحبوب تھا۔

مسلمان دنیا کی حرص ولالچ سے پاک تھے موت کا خوف وڈر معدوم تھا اس لیے قومیں

---

[1] (مسلم ۱/۲۷۲)

مسلمانوں کو لقمہ تر بنانے کی کوشش سے کتراتی تھیں اور آج غیر مسلم ہر خطہ ارض پر مسلمانوں کو لقمہ بنانے میں مصروف ہیں آخر ایسا کیوں؟ اس کی وجہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعىٰ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ[1]

دوسری حدیث مبارکہ میں ہے

اِذَا تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ فَسَلَّطَ اللّٰہُ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةَ.

۷) جبن و بخل کی بار سموم ہمارے اسلاف پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی **واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل** کے فرض شناس تھے مدنی زندگی کا ولولہ رچا ہوا تھا خالد وحیدر کا کردار مشعل راہ تھا ابن قاسم ایوبی ٹیپو اور شاہ اسماعیل شہید جیسے فرزندان ملت کی جرات و غیرت اور ہمت و بہادری جب تک زندہ تھی تو اقوام عالم کے فیصلے تیری چوکھٹ پر ہوا کرتے تھے مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ان کامیاب اصولوں کو چھوڑ دیا تو مسلم ہر جگہ مقہور و مغلوب ہو گئے جس کی وجہ سے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق پیدا ہو گیا اسی حالت کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے

گنوادی میراثِ اسلاف سے جو پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسماں نے ہم کو دے مارا

سامعین محترم! اسی داستان کو سنانے کے لیے سمجھانے اور سمجھنے کے لیے میرے دامن میں الفاظ نہیں میری زبان میں سکت نہیں میرے بیان میں سوز نہیں میری جان میں ہمت نہیں جاؤ! آزاد کے در کی خاک چھانو ندوی سے پوچھو سعد اکبر الہ آبادی کا مطالعہ کرو وہ ان

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۵۹)

رفعتوں کے رازِ مقہوریت کے اسباب وعوامل سے آگاہ کردیں گے آپ کو بتادیں گے کہ اسلام کا ہر ہر فرد ایمان وعقیدہ، اعمال واخلاق، تربیت وتہذیب اور سیرت وکردار غرض ہر پہلو سے اسلامی قالب میں ڈھلا ہوا تھا وہاں روحانیت اور مادیت میں کوئی کشمکش نہ تھی دین وسیاست میں کوئی تصادم نہ تھا بلکہ دین وسیاست کا اجتماع تھا مصلحت واصول میں کوئی رسہ کشی نہ تھی اغراض و اخلاق میں کوئی مزاحمت نہ تھی طبقاتی اور گوریلی جنگوں کا دور دور تک نام ونشان نہیں تھا۔

غرض یہ ہے کہ اتباع کا طرز زندگی مقتداء کے خلاف خصوصیات وکمال اور اعتدال کا آئینہ دار ہوا کرتا تھا۔

اور آج ہم اپنے اسلاف سے محروم ہیں کبھی تو مولانا یوسف لدھیانوی جیسے شیخ الحدیث کو دن دیہاڑے شہید کیا جاتا ہے کبھی تو مفتی نظام الدین شامزئی جیسے امام المجاہدین کے جسم کو گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا ہے اور کبھی تو مولانا عتیق الرحمٰن جیسے زاہد ومتقی کو شہید کیا جاتا ہے اسی وجہ سے عالم دنیا میں افتراق اور انتشار ہوا ہے کبھی شرک وبدعت کی بہتات ہے قرآن و سنت سے دوری ہے اور ہم میں ذہنی وعلمی انحطاط ہے دنیا میں تغیر اخلاق جیسی پست ہمتی اور تن آسانی ہمارا شعار ہے قوت واخلاق کا عدم توازن ہمارا شعار ہے ذوقِ خداوندی کا فقدان ہے یورپ کی صنعتی وطبقاتی ترقیاں ہمارے اعصاب پر سوار ہیں اس لیے آج ہم اجتماعی بدنظمی معاشی بے چینی عالمی مقہوریت اور ہر قسم کے افتراق وانتشار سے دوچار ہیں۔

میرے دوستو! اگر عزت ورفعت کے خواہاں ومتمنی ہو تو پھر خود کو عزتوں ورفعتوں کی راہوں پر ڈالنا ہوگا اور **ادخلوا فی السلم کافة** کی عملی تصویر پیش کرنا ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ المبین

دینی مدارس کے فضلاء کی ذمہ داریاں

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم، قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولو الباب و قال تعالیٰ: انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء. صدق اللہ العظیم

محترم اساتذہ کرام، حضرات علماء کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! میری گزارشات کا موضوع ''دینی مدارس کے فضلاء کی ذمہ داریاں'' ہے قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں اور موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا مقصد کتنا اہم اور عظیم الشان ہے جس کی عظمت کو رب ذوالجلال نے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتو العلم درجات فرما کر آشکارا کیا۔ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون فرما کر عامۃ الناس پر فوقیت دی۔ فاسئلوا اهل الذکر کہہ کر اہل دنیا کی اہل علم کی طرف محتاجی ظاہر کی۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فرما کر اعلان کر دیا کہ اس علمِ دین کے لیے انتخاب بھی اللہ خود کرتا ہے۔

سامعینِ محترم! توجہ فرمائیں خالق لم یزل نے دین قیم کی خدمت اور اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کی تکمیل کے لیے ہر دور اور ہر صدی میں ایسے مردانِ حق پیدا فرمائے، جنہوں نے اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور اسے ہمیشہ تر و تازہ سرسبز و شاداب اور سدا بہار رکھا جن کے علم و فضل، صلاح و تقویٰ، زہد و قناعت، ہمت و شجاعت نے سلف صالحین کا نمونہ پیش کیا۔

حضرات فضلاء کرام! آج کے اس پرفتن دور میں آپ کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں اس لیے کہ امت مسلمہ پر ہر طرف سے کفر کی یلغار ہے، مغربیت کا طوفان ہے، عیسائیت کی تبلیغ ہے، میڈیا کی تباہ کاریاں ہیں، مادیت کا سیلاب ہے، یورپی اقوام کا اتحاد ہے، ایمانی افکار و نظریات پر حملے ہیں، فرقہ واریت کے زہریلے ناگ ہیں، لسانی، قومی اور وطنی تعصبات کی آگ

ہے' بابری مسجد سے بیت اللہ تک حملوں کے عملی منصوبے ہیں' فلسطین سے افغانستان تک اور عراق سے کشمیر تک کلمہ گو انسانوں کے خون کی طویل لکیریں ہیں' نوجوان نسل کی دین سے دوری اور مذہبی روایات سے بغاوت ہے' مسلمان مذہب کے نام پر بٹ چکے ہیں' دین کے نام پر فرقہ بندیاں کی جارہی ہیں' زبان کی بنیاد پر تقسیم ہے' علاقائیت کے نام پر گروہ ہیں' قوموں کے نام پر جماعتیں ہیں' اس نازک صورتحال میں فضلاء کرام کی ذمہ داری کے متعلق میں اپنے آپ سے پوچھوں؟ آپ سے کہوں؟ نہیں!

میں براہِ راست اللہ کی کتاب سے پوچھوں؟

تو اللہ کی کتاب نے جواب دیا کہ تمہاری پہلی اور سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ **لیتفقهوا فی الدین** کہ تم دین میں اور علم میں ایسا رسوخ اور کمال پیدا کرو کہ اس کی کلیات و جزئیات تمہاری نوک زبان ہوں۔

تا کہ کل اگر باطل انکار فقہ کی صورت میں سامنے آئے تو تم قاطع غیر مقلدین بن کر مولانا امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کی صورت میں نظر آؤ' اگر باطل انکار حدیث کی صورت میں سامنے ہو تو تم منکرین حدیث کے لیے تلوار بے نیام بن کر مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ کی صورت میں نظر آؤ' اگر باطل عقائد باطلہ اور بدعت کی صورت میں سامنے آئے تو تم شیخ الہند کی صورت میں نظر آؤ' انور شاہ کشمیری کی صورت میں نظر آؤ' محدث العصر علامہ بنوری کی صورت میں نظر آؤ' تا کہ تمہیں دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مدرسے سے فارغ ہونے والے نبتے ہیں' بلکہ انہیں معلوم ہو کہ ان کے ایک ہاتھ میں اللہ کا قرآن ہے اور دوسرے ہاتھ میں رسول اللہ کا فرمان ہے۔

دوسری عظیم ذمہ داری جو قرآن کریم نے فضلاء دینی مدارس کی ذکر کی وہ یہ ہے کہ **ولینذروا قومهم اذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون** کہ تعلیمی ایام میں اپنی توجہ کو ہر طرف سے کاٹ کر صرف علمی ترقی کے لیے جدوجہد کریں' لیکن حصول علم کے بعد جب اپنے رشتہ داروں کی طرف اور اپنی قوم کی طرف جائیں تو **قل هذه سبیلی ادعو الی الله** کی شاہراہ پر

چلتے ہوئے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے زیور سے آراستہ ہو کر کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا مصداق بن کر یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم پر عمل پیرا ہو کر دردِ دل کے ساتھ پیغمبرانہ تڑپ کے ساتھ جائیں اور وہ اعلان کریں جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹی سے کیا تھا ’اے لوگو! نارِ جہنم کی طرف پروانوں کی طرح لپک کر جانے والے انسانو! سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ عرضھا السموات والأرض اپنے کنبے اور قبیلے کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیے معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کریں‘ اُمت کی ہر موڑ پر رہنمائی کریں‘ ظلم و جبر کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور اہلِ باطل اور اعداءِ دین کو للکار کر کہیں ربنا رب السموات والارض لن ندعو من دونہ الھا لقد قلنا اذًا شططا۔

فضلاء کرام کی تیسری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (الانبیاء) کی عملی تفسیر بن کر معاشرے کے عقائد کی اصلاح کریں‘ قرآن وسنت کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں‘ حضرات صحابہ کرام‘ ائمہ اربعہ اور سلف صالحین کی نقل کردہ تعبیر کے مطابق دین کی صحیح ترجمانی کریں‘ وطنِ عزیز کی جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ اس کی نظریاتی اساس کا تحفظ کریں‘ نبی آخر الزماں کی عزت و ناموس پر ہمہ وقت کٹ مرنے کے جذبے سے سرشار رہیں‘ تاج و تخت ختم نبوت کی حفاظت کے لیے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری اور محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری کی قربانیاں اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں اور گستاخانِ رسول کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

فضلاء کرام کی چوتھی ذمہ داری یہ ہے کہ العلماء ورثۃ الأنبیاء ہونے کے ناطے اپنی تقریر اور تحریر کے ذریعے عوام الناس کے دلوں میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کریں‘ بھٹکی ہوئی انسانیت کے بنجر دلوں کو اللہ اللہ کی ضربوں سے شاداب کرنا اور زندہ رکھنا بھی فضلاء کرام کی ذمہ داری ہے۔

لیکن میرے دوستو! یہ ذمہ داریاں نبھانے کے لیے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے گا‘ اپنوں اور بیگانوں کے سب و شتم کا نشانہ بننا پڑے گا‘ جیسا کہ ہماری تاریخ اس پر گواہ ہے اور اس

کی بین دلیل ہے۔ چنانچہ ہم ایک نظر اسلاف پر ڈالتے ہیں تو یہی ذمہ اریاں نبھاتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کو ملک بدر کیا جاتا ہے' انہی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے شیخ الہند کو کالا پانی اور مالٹا کے جزیروں میں جانا پڑتا ہے' انہی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا حبیب اللہ مختار اور جامعہ کے مایہ ناز استاذ مفتی عبدالسمیع صاحب اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور انہی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے جامعہ کے شیخ الحدیث میرے اور آپ کے استاذ محترم ہمارے شیخ ومرشد حضرت مفتی نظام الدین شامزئی نے یہود و ہنود کی سامراجی طاقتوں کو للکارا' فلسطین سے افغانستان تک اور عراق سے کشمیر تک' مجاہدین اسلام کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے خون کا آخری قطرہ دے کر جامِ شہادت نوش کیا اور کہنے والے نے کیا خوب کہا۔

عاش　سعیداً　و　مات　شہیداً
قابل　رشک　زندگی　قابل　فخر　موت

سامعین محترم! جب ہم ان صفات اور قربانیوں کے ساتھ حق کا علم بلند کریں گے تو یقیناً کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور فضلاء دینی مدارس اپنے مشن میں کامیاب وکامران ہونگے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

دعوت وتبلیغ

الحمدللہ الذی خلق الانسان و علمہ مالم یعلم والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ تسمیہ: قال اللہ تعالٰی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون [1] و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً [2]

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزمِ مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے دعوت وتبلیغ اور ہماری ذمہ داریاں کے موضوع پر چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، سب سے پہلے ہمیں چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں۔ اول یہ کہ دعوت وتبلیغ کسے کہتے ہیں؟ دوسری یہ کہ دعوت وتبلیغ کا حکم کیا ہے؟ تیسری یہ کہ دعوت وتبلیغ کے متعلق ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

سامعین کرام! دعوت باب نصر ینصر کا مصدر ہے اس کے لغوی معنی بلانے کے ہیں اور تبلیغ باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی پہنچانے کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں اہلِ کفر کو توحید و رسالت اور صداقت قرآن کا پیغام پہنچانا دعوت وتبلیغ کہلاتا ہے۔

---

[1] (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴) [2] (۱/۴۹۱ بخاری)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:

"انی جاعل فی الارض خلیفة"[1]

خلیفہ ہونے کے ناطے ہر انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ رب العزت کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے اور یہ پیغام دوسروں تک بھی پہنچائے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ یہ حضرت انبیاء کرام لوگوں کا تعلق مخلوق سے کاٹ کر خالق کائنات سے جوڑ دیں، آخر میں خاتم الانبیاء والمرسلین جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کی مدت میں اہل شرک وکفر کو توحید و رسالت اور صداقت قرآن کا پیغام پہنچایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔**[2] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام صحابہ کرام کو جمع کیا اور ان سے خطاب فرمایا اور خطبہ کے آخر میں یہ اعلان فرمایا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ.[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو غائبین تک دین پہنچانے کا ذمہ دار بنایا اور ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

بَلِّغُوا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً.[4]

دوسروں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت بھی آپ کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اجتماعی شکل میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کا حکم دیا ہے، علماء کرام نے لکھا ہے کہ انفرادی تبلیغ فرض عین ہے اور اجتماعی تبلیغ فرض کفایہ ہے، اگر پورے علاقے میں کوئی ایسی جماعت نہ ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہو تو سارے علاقے

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۳۰) [2] (سورۃ المائدہ آیت ۳) [3] (بخاری ۱/۲۱) [4] (بخاری ۱/۴۹۱)

والے گناہ گار ہوں گے' اگر ایک جماعت موجود ہو تو سب کے ذمہ سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے' بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ فرائض کی تبلیغ فرض ہے' واجبات کی تبلیغ واجب اور مستحبات کی تبلیغ مستحب ہے' یہ ہے تبلیغ کا حکم' اس دعوت وتبلیغ کی وجہ سے اللہ نے اس امت کو خیر الامم کا لقب عطا فرمایا: **کنتم خیر امة اخرجت للناس** اللہ نے دعوت کے کام کو احسن امر قرار دیا ہے: **و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ**.[1] اور پیغمبر کو یہ حکم ہے: **قل هذه سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرة انا و من اتبعنی**.[2] آپ بتلا دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں' حکمت وبصیرت سے اور میرے متبعین کا بھی یہی طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ رَاٰیٔ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ**.[3] حدیث کے اس حصے کا مصداق وہ سلاطین اور امراء ہیں' جو اپنی طاقت اور قوت کے ذریعہ لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ **فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ** حدیث کے اس حصے پر عمل کرتے ہوئے تمام علماء حق اہل باطل سے لسانی جہاد کرتے رہے ہیں اور اس حق گوئی کی پاداش میں علماء کو جیل کی کالی کوٹھڑیوں میں جانا پڑا ہے لیکن وہ قرآن کی اس آیت **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ**.[4] پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی زبان کے ذریعے برائی سے منع کرتے رہے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ**.[5]

سامعین کرام! ہمارے تبلیغی حضرات بھی حدیث کے اس حصہ پر عامل ہیں' تبلیغی حضرات کا مقصد یہ ہے کہ پوری انسانیت **اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً** پر عمل کرنے والی بن جائے۔ **فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ** افسوس کہ آج کا مسلمان برائیوں کو دل میں برا نہیں سمجھتا' بلکہ ساری برائیاں اپنے گھروں میں مسلمانوں نے جمع کر رکھی ہیں' ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری اور آپ کی یہ ذمہ داری بنتی

---

1 (سورة حم السجدة آیت ۳۳) 2 (سورة یوسف آیت ۱۰۸) 3 (ابو داؤد ۵/۵۷ رقم ۴۳۴۰)

4 (سورة العصر آیت ۳) 5 (ابو داؤد ۵/۵۹ رقم ۴۳۴۴)

ہے کہ خود نیک اعمال کریں اور دوسروں کو بھی نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیں۔ خود برائی سے بچیں اور دوسرے لوگوں کی بھی فکر کریں آج پوری دنیا کی کفریہ طاقتیں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سرداران قریش کو سمجھا رہے تھے تو عبداللہ بن ام مکتوم آئے اور کچھ پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا' رُخ موڑ لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ یہ ایک موقع ہے' شاید ان سرداروں میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اسلام کو قوت مل جائے' صحابی تو ہر وقت مجلس میں آتے جاتے رہتے ہیں کسی اور وقت سمجھا دونگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ وما یدریک لعله یزکی**[1] ان آیات سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کرنا غیر مسلموں کو دعوت دینے سے افضل ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

---

1 (سورۃ عبس آیت ۱،۲،۳)

مذہب اور سیاست میں ربط

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ، تسمیہ: و اذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ. صدق اللہ العظیم.

سبق پھر پڑھ صداقت کا امانت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم مفتی شامزئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! مجھے آپ کے سامنے ایک انتہائی سنجیدہ موضوع پر لب کشائی کرنی ہے اور خوش قسمتی یہ ہے کہ میرے مخاطبین بھی ایک سنجیدہ طرز فکر کے حاملین ہیں، اس لیے مجھے مروجہ انداز خطابت کے تکلف کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی، جس میں اپنا مقصد دلنشین کرانے سے زیادہ سامعین کے جذبات کو اشتعال دلانا ہوتا ہے۔

سامعین کرام! یہ بات آپ خوب جانتے ہیں کہ اسلام کامل و مکمل بلکہ اکمل ضابطۂ حیات ہے۔ یہ انسانیت کی ہر میدان میں رہنمائی کرتا ہے، چاہے وہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی اسلام کی اس جامعیت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم...... الایۃ

وقت کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے انفرادی سے ہٹ کر اجتماعی زندگی کے بارے میں چند معروضات پیش کروں گا۔

عزایزانِ من! چند افراد مل کر ایک معاشرہ کو تشکیل دیتے ہیں اور افراد کی جتنی کثرت ہوتی ہے اس قدر مسائل بڑھ جاتے ہیں ان مسائل کو حل کرنے کے لیے معاشرہ میں امن وآشتی کیلئے کسی قیادت اور نظام کی ضرورت ہوتی ہے اس نظام کو عرف میں "سیاسی نظام" کہا جاتا ہے۔

سیاست لغت میں اجتماعی نظم ونسق کا نام ہے اور شریعت میں ان امور کی درستگی کا نام ہے، جن کا تعلق دنیا و آخرت میں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض ......الخ

تمام ادیان وشرائع انفرادی واجتماعی زندگی کے احکام وآداب پر محیط ہیں' چنانچہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کے بعد ان کی ذمہ داری کو یوں بیان فرمایا: **انی جاعل فی الارض خلیفة** حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے یوں خطاب فرمایا: **یا داؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض** حضرت سلیمان علیہ السلام نبوت کے ساتھ ساتھ تاج وتخت کے مالک بھی تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول بھی تھے اور ساتھ ساتھ فرعون کے ایوان میں آزادئ بنی اسرائیل کے علمبردار بھی تھے' الغرض بنی اسرائیل کے سارے انبیاء کرام انفرادی واجتماعی' مذہبی وسیاسی ہر قسم کی قیادت' سیاست سے باوصف ہوا کرتے تھے' جس کی تصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔ **کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ ...... الخ** اس کے بعد بنو اسمٰعیل کا طرز مختلف رہا' لیکن امن وآشتی کا طرز تھا۔ زمانہ نبوت کے قریب کی مثال لیجئے۔ بنوامیہ سیاست کے سردار تھے اور بنو ہاشم مذہب کے علمبردار اور پیشوا تھے۔ آپ علیہ السلام نے آ کر سیاست ومذہب کی تفریق مٹاڈالی اور دونوں قیادتیں اور عہدے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنبھالے اور اس کے بعد دنیا نے امن وترقی کا وہ سنہرا دور دیکھا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

سامعینِ کرام! اسلام کے ایک تہائی احکام سیاسی اور اجتماعی زندگی کے متعلق ہیں، چاہے وہ آپس کے تعلقات ہوں۔ جسے علماء سیاست دینیہ کی اصطلاح سے موسوم کرتے ہیں اور چاہے وہ بین الاقوامی معاملات اور روابط ہوں' جس کے لیے آپ علیہ السلام کا میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت میں ہونے والا مشہور معاہدہ "حلف الفضول" جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا' جس میں ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کی مدد کرنا اور بے سہاروں اور بے کسوں کی دادرسی کرنا وغیرہ کے معاہدے تھے' اسی حلف کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ آج زمانہ اسلام میں بھی اگر کوئی اس عہد کے بارے میں پکارے گا تو میں حاضر ہوں۔

سامعینِ مکرم! آخر میں ایک سامراجی سازش کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں' مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ سیاست اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے' حتیٰ کہ اہل معرفت نے اس کو اَلْمَلِکُ وَالدِّیْنُ تَوْاَمَانِ کہہ کر دونوں میں جڑواں ہونے کا رشتہ بیان کیا' آج کا سامراج سیاست کو مذہب سے الگ سمجھتا ہے اور ملا کی دوڑ مسجد تک اور ملا اور ماسٹر کا کام الگ الگ کے پُرفریب نعروں سے عوام الناس کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔

سامعینِ کرام! آج سے چار صدیاں قبل یورپ میں کلیسا کو پارلیمنٹ سے الگ کرنے کی تحریک چلائی گئی جو بالآخر کامیاب ہوگئی۔ سامراجیوں نے یہ کوشش کی کہ مذہب و سیاست میں پھوٹ ڈالی جائے' برصغیر میں یہ کوشش حضرت شیخ الہندؒ کی قیادت میں ناکام ہوئی اور ان کے جانشین حضرت مدنیؒ کی سیاست نے انگریز کو پاک و ہند سے بھاگنے پر مجبور کیا' قیامِ پاکستان کے بعد مفکر اسلام مفتی محمودؒ نے عملی سیاست میں قدم رکھ کر یہ شعور بیدار کیا کہ سیاست بھی مذہب کا جزو اہم ہے اور آج کل کے دور میں ترجمان دیوبند حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ العالی نے آج کی سیاست کو بھی مولانا مدنیؒ اور مفتی محمودؒ کی سیاست سے مشابہت کرا کے یہ ثابت کر دیا کہ سیاست مذہب کا اہم جز ہے اور امامتِ صغریٰ کی طرح امامت کبریٰ کے بھی حقیقی حقدار علماء ہیں' آج بھی اگر سیاست کو مذہب سے الگ خیال کیا جائے تو دنیا میں ظلم و فساد ہی رہے گا' اسی حقیقت کو شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے یوں بیان فرمایا ہے

جلال پادشاہی ہو یا کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

وما علینا الا البلاغ المبین

فقہ اور فقہائے کرامؒ

الحمدلله و كفى والصلوة والسلام على محمد ن المصطفى و على اله و صحبه الأتقياء اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم' بسم الله الرحمن الرحيم' فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين صدق الله العظيم.

محترم اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کی امت آخری امت ہے' اسی طرح جو کتاب ان پر اتری وہ آخری کتاب ہے اور چونکہ قرآن کو تا قیامت رہنا ہے' اس لیے اس شریعت کو بھی تا قیامت رہنا ہے' قرآن کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بقاء اور دوام کلیات کو ہے' جزئیات کو دوام نہیں' مقام اور وقت کی تبدیلی سے جزئیات تبدیل ہوتی رہتی ہیں' لیکن اصول و کلیات باقی رہتی ہیں' قرآن مجموعی طور پر اصول اور کلیات کی کتاب ہے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں احکام اور جزئیات بیان کیں' نہ صرف احکام اور جزئیات بیان کیں' بلکہ اصول اور جزئیات کی علتیں بھی بیان کیں ہیں اور حضرات فقہاء کرام نے قرآن اور حدیث سے مسائل کا استخراج کیا ہے' فقہاء کا یہی عمل "علم فقہ" کہلاتا ہے۔

سامعینِ محترم! فقہ کا معنی ہے سمجھنا' جیسا کہ قرآن میں ہے **واحلل عقدة من لسانى يفقهوا قولى** دوسری جگہ ہے **فما لهؤ لاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا** اور اصطلاح شریعت میں قرآن اور حدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط اور استخراج کرنا فقہ کہلاتا ہے' امام اعظمؒ نے فقہ کی تعریف **معرفة النفس ما لها وما عليها** سے کی ہے اور اس تعریف کا ماخذ قرآن کی آیت **لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت** ہے' علم فقہ جتنا عظیم اور عمیق ہے اتنا ہی نزاکت اور احتیاط کا متقاضی ہے اور بہت اہمیت کا حامل ہے' خود اللہ نے فرمایا **فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين** اللہ نے سورہ توبہ کی اکثر آیات میں جہاد کی فرضیت' اہمیت اور فضیلت کو بیان کیا ہے' لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ **تفقه فى الدين** کے لیے بھی ایک گروہ موجود ہو تا کہ جب مجاہدین جہاد سے لوٹیں تو یہی طائفہ انہیں احکامِ خداوندی

سے آگاہ کر سکے اور دونوں فی سبیل اللہ اور اعلاءِ دین میں مشغول رہیں' فرق یہ ہے کہ ایک **اعلاء کلمة الله بالسيف والسنان** میں مشغول ہے دوسرا اشاعتِ دین **باللسان و البرهان** میں مشغول ہے۔

سامعینِ محترم! فقہ قرآن وحدیث سمجھنے اور ان سے مسائل کے استخراج کا نام ہے' نہ کہ قرآن وحدیث کے مقابلے میں نئی چیز اور نئے علم کا نام ہے' لیکن افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو فقہ کو قرآن اور حدیث کے مقابلے میں نئی چیز اور نئے علم کا نام دیتے ہیں اور افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو فقہ کو قرآن اور حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں اور فقہ کا انکار کرتے ہیں' لیکن جس قرآن اور صاحب قرآن نے علم فقہ کی اہمیت مقام اور مرتبہ کو بیان کیا ہے' اس سے انکار اعراض اور انکار کم نظری کے سوا کچھ نہیں' ایسے کم نظروں کے اجتہاد سے سلف صالحین کا اجتہاد لاکھوں درجہ زیادہ بہتر ہے' اس علم فقہ کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے' جس کا ذکر قرآن میں ہوا **فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين** جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے **ولو ردوه الى الرسول والى اولي الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم** فقہ کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے' جس کو خیر کثیر فرمایا؟ **من يؤت الحكمة فقد اوتي خيرا كثيرا** جس کے بارے میں صاحب قرآن فرماتے ہیں **مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ**[1] اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے' جس کے بارے میں نبی فرماتے ہیں **نعم الرجل الفقيه في الدين**[2] اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جس کے بارے میں نبی فرماتے ہیں **فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ**[3] اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جسکی دعا نبی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو دی **اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ عَلِّمْهُ التَّاْوِيْلَ** اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ جس کے بارے میں نبی فرماتے ہیں **اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَ اِنَّهٗ سَيَاْتُوْنَكُمْ مِّنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَاِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْبِهِمْ خَيْرًا** اس کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں نبی فرماتے ہیں کہ یہ منافق کو حاصل نہیں ہوسکتا **خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ**[4] اس کا انکار کیسے

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۳۲) [2] (مشکوٰۃ ص ۳۶) [3] (مشکوٰۃ ص ۳۲) [4] (مشکوٰۃ ص ۳۴)

کیا جاسکتا ہے؟ جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے۔

إِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوْ عِلْمٍ بِعِلْمٍ
فَعِلْمُ الْفِقْهِ أَوْلَىٰ بِاعْتِزَازٍ
فَكَمْ طِيْبٍ يَفُوْحُ وَلَا كَمِسْكٍ
وَكَمْ طَيْرٍ يَطِيْرُ وَلَا كَبَازٍ

سامعینِ محترم! بتدریج ترقی کے لحاظ سے فقہ اسلامی چار ادوار میں تقسیم ہے۔

(۱) فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ۱۰ھ تک

(۲) فقہ کبار صحابہ کے زمانے میں ۴۱ ہجری تک

(۳) فقہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں دوسری صدی کی ابتدا تک

(۴) فقہ اسلامی دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے چوتھی صدی تقریباً نصف تک، پہلا دور زندگی کے جواہر کو نشو ونما دینے کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فقہ کے متعلق جملہ امور آپ خود بنفس نفیس انجام دیا کرتے تھے، یہ دور اسلام کے آگے بڑھانے کا تھا، اسی بناء پر لوگوں کی ساری توجہ جہاد اور عمل پر مذکور تھی، دیگر مسائل کی طرف انہیں سوچنے کی فرصت ہی نہ ملتی تھی، ایک صالح اور سادہ اجتماعی زندگی کے جو مسائل ہوسکتے ہیں بس وہ تھے اور انہیں کے مثبت اور منفی پہلوؤں کی وضاحت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات محدود تھیں، لیکن یہ تعلیمات عموماً اصولی اور دستوری رنگ میں تھیں، جنہیں بنیاد بنا کر قانون کی عمارت تیار کی جاتی ہے، اس زمانے میں فقہ کے صرف دو ماخذ تھے۔

(۱) قرآن کریم (۲) تشریحات نبوی

اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوتا ہے، دوسرے دور میں فتوحات کی کثرت اور مختلف تمدنی زندگی سے سابقہ پڑ جانے کی وجہ سے اس دور میں نئے نئے سیاسی اور اجتماعی مسائل ابھر آئے اور ضرورتِ فقہ بڑھ گئی، چنانچہ اس دور میں مذکورہ ضرورت کے پیش نظر مسائل حل کرنے کے لیے اجماع کو منظم شکل دی گئی، صورت یہ ہوئی کہ صاحب صلاحیت لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی

تشکیل میں آئی اور جو بات قرآن وسنت میں موجود نہ ہونے کی صورت میں رائے اور مشورہ سے طے پاتی' وہ قانون کا درجہ حاصل کرتی تھی' اس زمانے کے مشہور فقہاء (۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر (۳) عثمان غنی (۴) حضرت علی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۷) حضرت معاذ بن جبل (۸) حضرت ابی بن کعب (۹) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے' لیکن اس دور میں فقہ واتفاقی اور عملی رہا' نظری نہ بن سکا۔

اس کے بعد تیسرا دور شروع ہوتا ہے' تیسرا دور فقہ کا تاسیسی دور تھا' یہ دور حضرت معاویہ کی حکومت ۴۱ھ سے شروع ہوکر دوسری صدی ہجری کی ابتداء تک رہتا ہے' فقہ کی ترتیب وتدوین کا پورا مصالحہ اسی دور میں تیار ہوا تھا' اسی بناء پر اس دور کو ترتیب وتدوین کا تاسیسی دور کہتے ہیں' اس دور میں مسلمانوں میں باہمی فرقہ بندیاں پیدا ہوئیں' مرکز میں پہلے جیسی جاذبیت باقی نہ رہنے کی وجہ سے اور اسلامی کاز کو آگے بڑھانے کی غرض سے علماء وفقہاء مختلف ممالک اور شہروں میں پھیل گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی' ان حضرات کی تعلیم وتربیت سے تابعین کی ایک جماعت تیار ہوئی اور اس دور میں احادیث کی روایات کا سلسلہ قائم ہوا' اس دور کے مشہور فقیہ (۱) مدینہ میں حضرت عائشہ صدیقہ (۲) مکہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس (۳) کوفہ میں حضرت علقمہ (۴) بصرۃ میں حضرت انس بن مالک (۵) شام میں عبدالرحمٰن بن غنم اشعری (۶) مصر میں حضرت عبداللہ بن عمرو العاص اور (۷) یمن میں حضرت طاؤس رضی اللہ عنہم تھے۔

اس کے بعد چوتھا دور شروع ہوا' فقہ کی باقاعدہ تدوین اس دور میں ہوئی' جلیل القدر امام ابوحنیفہ اسی دور میں پیدا ہوئے' امام ابویوسف اس دور کے ہیں' امام محمد اسی دور کے ہیں' امام زفر اسی دور کے ہیں' امام حسن بن زیاد اسی دور کے ہیں' امام محمد بن ادریس الشافعی اسی دور کے ہیں' امام مالک اسی دور کے ہیں' امام احمد بن حنبل اسی دور کے ہیں' فقہاء کو اللہ نے محدثین پر فضیلت دی ہے' خود محدثین اس کا اقرار کرتے ہیں' أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَ نَحْنُ الصَّيَادِلَۃُ جب کسی حدیث کے معنی کو سمجھنا ہو تو فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں' کہتے ہیں ھٰکذا قَالَ الْفُقَهَاءُ فقہ کا انکار کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے کہ حشر کا میدان ہوگا' عرش پر بیٹھا رحمٰن ہوگا' سامنے میزان ہوگا' ہر شخص پریشان ہوگا' بول رہا قرآن ہوگا' اس کا ہاتھ ان کا گریبان ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

زکوۃ کی اہمیت وفرضیت

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

تعوذ، تسمیہ: وَ اقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین.[1]

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَلزَّکٰوۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ۔[2]

کچھ اس کی خبر بھی ہے تجھ کو وہ سوز جہنم کیا ہوگا
جس آگ کا ایندھن انساں ہو اس آگ کا عالم کیا ہوگا
یہ حال ہے دنیا حاضر کا دنیا میں کسی کا کوئی نہیں
اس دور کا جب یہ عالم ہے تو اس حشر کا عالم کیا ہوگا

میرے نہایت ہی واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے زکوۃ کے عنوان پر چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں آپ حضرات کی توجہ بندہ کے لیے حوصلہ افزا ہوگی، میں آپ حضرات کے سامنے چار باتیں عرض کروں گا:

(۱) زکوۃ کی اہمیت وفرضیت (۲) زکوۃ کے ادا کرنے کے فضائل (۳) زکوۃ کے ادا نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدیں (۴) زکوۃ کی حکمتیں۔

زکوۃ لغت میں بڑھنے اور پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ اصطلاحی معنی مخصوص مال میں سے ایک مخصوص حصہ کے واجب ہونے کا نام زکوۃ ہے جیسا کہ علامہ میر سید شریف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "التعریفات" میں لکھا ہے: اَلزَّکٰوۃُ فِی اللُّغَۃِ الزِّیَادَۃُ وَ فِی الشَّرْعِ عِبَادَۃٌ عَنْ اِیْجَابِ طَائِفَۃٍ مِّنَ الْمَالِ فِیْ مَالٍ مَّخْصُوْصٍ لِمَالِکٍ مَّخْصُوْصٍ.[3] زکوۃ کا ادا کرنا اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بیاسی جگہ زکوۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے اور زکوۃ کا انفرادی ذکر اس کے علاوہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک زکوۃ ہے قال النبی

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۴۳) [2] (مجمع الزوائد ۳/۶۲) [3] (التعریفات ص ۸۳)

صلی اللہ علیہ وسلم: بنی الاسلام علی خمس: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَ اِقَامَةُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ[1] اور کہیں فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ[2] اور کہیں فرمایا: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً[3] اور کہیں فرمایا: وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا[4] ان تمام آیات اوراحادیث مبارکہ سے زکوٰۃ کی اہمیت وعظمت اور اس کی فرضیت ورکنیت کا پتہ چلتا ہے جو شخص زکوٰۃ کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اگر انکار نہ کرے مگر ادا کرنے میں کوتاہی کرے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بعض عرب قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا' تو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور فرمایا کہ یہ لوگ کلمہ پڑھتے ہیں آپ ان سے لڑائی کیسے کریں گے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰهِ لَاُ قَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ[5] اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر وہ اونٹ کی رسی بھی روکیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے' تب بھی ان سے جہاد کروں گا۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بہت زیادہ فضائل بیان ہوئے ہیں: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ' ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ ادا کیا کرو یہ پاک کرنے والی ہے اس کے ذریعے بقیہ مال بھی پاک ہوگا اور تمہارے گناہ بھی معاف ہوں گے' تم خود بھی پاک ہو گے قرآن میں بھی اس طرف اشارہ ہے: خذ من اموالهم صدقة تطهر هم و تزكيهم بها[5] ایک حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعے اپنے مال کو محفوظ بناؤ اور اپنی بیماریوں کی صدقہ کے ذریعہ دوا کرو اور بلاؤں کے زوال کے لیے دعا کرو اور عاجزی سے مدد چاہو' یہ زکوٰۃ کے دنیاوی فوائد ہیں' آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ ایک درہم کے بدلے سات سو کا ثواب ملے گا: مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة[6] جب

---

[1] (بخاری ۱/۶) [2] (سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۳) [3] (سورۃ المزمل آیت ۲۰)
[4] (بخاری ۱/۱۸۸) [5] (سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳) [6] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۱)

یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میری امت کو اور زیادہ عطا فرما تو یہ آیت نازل ہوئی **من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضٰعفہ لہ اضعافا کثیرۃ**[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا مانگی اے اللہ! میری امت کو اور بھی زیادہ عطا فرما تو یہ آیت اتری: **انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب**[2]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں ایسا شہر عطا فرمائیں گے جس میں ستر محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر کمرے ہوں گے اور ہر کمرے میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر موٹی آنکھوں والی ایک حور عین بیٹھی ہوگی، زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے دنیا وآخرت دونوں میں نقصانات بہت زیادہ ہیں، زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے مال سے برکت اٹھ جاتی ہے، مال غیر محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسرا اجتماعی نقصان دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم قحط سالی کے عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ اِلَّا ابْتَلَاهُمُ اللّٰهُ بِالسِّنِيْنَ[3]

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں قرآن شریف میں ارشاد ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم و جنوبھم و ظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[4]۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بن کر انکے گلے میں طوق بنا دیا جائیگا۔ **سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ** جبکہ حدیث میں بھی ارشاد ہے: **و عن ابن مسعودؓ قال مَامِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّیْ زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِیْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا**[5]۔

زکوٰۃ کی بڑی بڑی حکمتیں اور اسرار بزرگوں نے ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک حکمت

---

[1] (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۵) [2] (سورۃ الزمر آیت ۱۰) [3] (مجمع الزوائد للھیثمی ۳:۶۵)
[4] (سورۃ التوبۃ آیت ۳۴، ۳۵) [5] (ترمذی ۱۲۶/۲)

یہ ہے کہ انسان کا دل بخل سے پاک ہو جاتا ہے اور بخل کی بیماری ایسی ہے کہ جو انسان کو تباہ کرنے والی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں مہلکات میں شمار فرمائی ہیں:

ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ۔[1]

دوسری حکمت زکوۃ کی شکرِ نعمت ہے، جیسا کہ بدن اور بدن کی تمام طاقتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، ان کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور وہ نماز کی صورت میں ادا ہوتی ہیں، اسی طرح مال بھی اللہ کی نعمت ہے اس کا شکر زکوۃ دینے سے ادا ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ المبین

[1] کشف الخفاص ص ۳۲۳ رقم ۱۰۳۵)

این جی اوز اور اس کی کارستانیاں

هو الذین ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولن ترضیٰ عنک الیهود ولاالنصریٰ حتی تتبع ملتهم

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خور — جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح — دیکھئے گرتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

سامعینِ محترم! اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اوراق کھنگال کر دیکھیے تو آپ کو ہر دور میں اہلِ باطل خاص کر یہودی اور عیسائی عالمِ اسلام کے استیصال کے لیے برسر پیکار نظر آئیں گے ان کی اسلام اور مسلم دشمنی کسی پر مخفی نہیں وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس سے مسلمانوں کو کوئی گزند پہنچے **لا یالو نکم خبالا** کے تحت وہ مسلمانوں کے خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے اس لیے کہ رب لم یزل کا فرمان ہے:

ولن ترضیٰ عنک الیهود ولاالنصریٰ حتی تتبع ملتهم

انکی زبانی بدگوئی اور سب وشتم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلام دشمنی میں کس درجے تک پہنچ چکے ہیں۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر

عزیزانِ من! لیکن اس مرتبہ باطل نئی چال چل کر آیا ہے دوست کے لباس میں آکر ہمدردی اور خیر خواہی کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ نئی شکل "این جی اوز" کی شکل ہے این جی اوز کا مطلب ہے "نان گورنمنٹ آرگنائزیشن" (None Government Orgnization) یعنی غیر سرکاری ادارے۔ یہ ادارے باقاعدہ مسلمانوں کا استیصال کر کے دجال کی عالمی ریاست گلوبل ولیج کے قیام کیلئے کوشاں ہیں اور مختلف میدانوں میں خوبصورت نعروں کا سہارا لیکر دجالی حکومت کی راہ ہموار کر رہے ہیں اکثر شعبے ایسے ہیں جن کی عوام کو تو کیا قائدینِ قوم کو بھی بھنک نہیں لگتی۔

کبھی یہ این جی اوز خاندانی منصوبہ بندی کا نعرہ لگاتی ہیں اور کبھی بچے دو ہی اچھے کا رٹ لگائے رکھتی ہیں یہ اس لیے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی دجال کے لوگوں کے لیے یقیناً پریشانی کا باعث ہے چنانچہ کافی عرصے سے یہودی سائنسدان، عالمی بینکرز، ملٹی نیشنل کمپنیاں،

ورلڈ بینک' پینٹا گون کے مالک اور عالمی ادارہ صحت کے شیطان صفت ڈاکٹر مسلمانوں کی آبادی کم کرنے کے لیے مختلف منصوبوں پر عمل پیرا ہیں چنانچہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو مصر میں امریکی یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی سربراہی مین ایک رپورٹ پیش کی گئی جو دنیا خصوصاً اسلامی دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی سے متعلق تھی کہ یہ بڑھتی ہوئی آبادی امریکا کی سلامتی کے لیے مستقبل میں خطرات پیدا کر سکتی ہے اس خطرے کا تدارک یہ بتایا گیا کہ آبادی کی رفتار کو خاندانی منصوبہ بندی کی جنگ اور کیمیائی ادویات کے ذریعے کنٹرول کیا جائے۔ اس منصوبے کو اس طرح عملی جامہ پہنایا گیا کہ کوئی گھر اور کوئی فرد اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا اس میں بڑا کردار یہودی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ادا کیا جنہوں نے کھانے پینے کی اشیاء میں ایسے کیمیائی اجزاء شامل کیے جس سے خاندانی منصوبہ بندی کے نتائج حاصل کرنے میں آسانی ہوئی مثلاً آیوڈین ملا نمک' بناسپتی گھی' اور بچوں کے ڈبے بند دودھ سے لے کر پیپسی اور دیگر مشروبات کے علاوہ تقریباً چھ ہزار کیمیکل کھانے پینے کی چیزوں مین استعمال ہو رہے ہیں پولیو کے قطرات کے ذریعے بھی یہ ادارے یہی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں پولیو مہم کے بارے میں اگر غور سے سوچا جائے کہ ایک ایسی بیماری ایڈز جو کہ پاکستان میں نہ ہونے کے برابر ہے یہودی لابی ادارے اس پر اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں کیسی ہمدردی ہے کہ جو نہیں پلاتا اس کو پلانے کے لیے پولیس کا سہارا لیا جاتا ہے۔

سامعین: کبھی این جی اوز آزادیٔ نسواں اور حقوق نسواں کا نعرہ لگاتی ہے تاکہ مسلمان عورتوں کو بے راہ روی اور بے پردگی کے ولدل میں دھکیلا جائے اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہے کہ اگر گھروں سے باہر نہ نکلیں تو معاشرے میں ترقی نہیں ہو سکتی ہوس کے پجاری مردوں نے ہر دور میں عورت ذات کا استحصال کیا ہے جیسے جیسے خواتین ان کے نعروں منصوبوں اور سازشوں پر عمل پیرا ہوں گی اتنی ہی انہیں تکالیف و پریشانی اٹھانی پڑے گی اور اس میں ہمارے حکمران بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کیا وہ بھول گئے **ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم** اسلام عورت کو گھر کی ملکہ بنانا

چاہتا ہے بازار کی پری نہیں اکبر نے خوب کہا۔

تعلیم لڑکیوں کی ضرورت تو ہے مگر خاتون خانہ ہوں سبا کی پری نہ ہوں

حضرات کبھی این جی اوز بچوں کے حقوق کا نعرہ لگاتی ہے اور والدین سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بچوں کو کسی خاص دین کی تعلیم و تلقین نہ کریں دین واخلاق اور ضمیر کے معاملے میں پوری آزادی دیں اور ان کو سوچنے کی مکمل آزادی ہو وہ جو مذہب چاہیں اختیار کریں اگر وہ عریانی اور فحش رسالے اور جنسی معاملات سے متعلق مضامین اور تصاویر خریدنا یا رکھنا چاہیں تو یہ ان کے بنیادی حقوق ہیں والدین کو مداخلت نہیں کرنی چاہئے ہماری بعض مائیں انہی کے دھوکے میں آجاتی ہیں اور پھر اپنے بچوں کی نافرمانی کے شکوے شکایت کرتی پھرتی ہیں لیکن۔

طفل میں کیا آئے خون ماں باپ کے اطوار کی دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

مسلمانو! اگر اسلامی معاشرے کو اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنا چاہتے ہو تو این جی اوز اور یہودی لابی اداروں کے دھوکے اور ترقی کے خواب سے بیدار ہو جاؤ اس لیے کہ۔

جس قدر تسخیر خورشید و قمر ہوتی گئی زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

کائنات ماہ و انجم دیکھنے کے شوق میں اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

سقوط امارتِ اسلامیہ سے امتِ مسلمہ کی مایوسی اور قرآن سے اس کا علاج

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

تعوذ' تسمیہ' ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ مفتی شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

صدیوں اور مدتوں کے بعد ستم زدہ مسلمانوں کو ایسی اسلامی حکومت اور امارت ملی لیکن عالمی طاغوت اور کفر نے سازشیں کر کے اپنوں کو استعمال کر کے اس اسلامی حکومت کو ختم کر دیا مسلمان ناامیدی اور مایوسی کا شکار ہیں سفینہ مسلم پریشانیوں اور مصیبتوں کے بھنور میں پھنس چکا ہے ہر میدان میں محاذ میں زندگی کے ہر شعبے میں شکست وپسپائی کا سامنا ہے ایک صدمے سے سنبھلنے نہیں پاتے کہ ایک اور مصیبت آجاتی ہے لیکن مایوسی اورناامیدی کی کوئی ضرورت نہیں مایوس اور پریشان نہ ہوں جنہوں نے جہاد کا فریضہ چھوڑ رکھا ہے اور کافروں کی مدد کر کے اپنی آخرت وایمان کو تباہ کر رہے ہیں یہاں پر زندہ رہنا کمال نہیں بلکہ شہادت پانا ایک عظیم کمال ہے۔

سامعین کرام! مسلمانوں کے موجودہ حالاتِ زار اور خصوصاً امارت اسلامیہ کے خاتمے پر مجاہدین پر ظلم وستم' کشمیر' افغانستان' فلسطین' بوسنیا' چیچنیا' عراق' صومالیہ اور برما ارکان کے مسلمانوں کی غلامی اور مسلمانوں کا کافروں کے رحم وکرم پر ہونے اور ان کی لاچاری وبے بسی کو دیکھ کر دل صدمے سے پھٹ رہا ہے میں نے سکون پانے کے لیے قرآن کھولا اور اللہ جل شانہ سے باتیں کرنے لگا دل سے آواز نکلی ربا! نوخیز اسلامی خلافت کی بساط لپیٹ دی گئی ہے قرآن کا ایک ورق میرے سامنے کھل گیا اور جواب ملا **قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء** میں نے سوال کیا یا اللہ پہلے ہمیں فتح نصیب ہوا کرتی تھی ابھی پسپائی پہ پسپائی ہے حق تعالیٰ نے فرمایا **و تلک الایام نداولھا بین الناس** عرض کیا مولیٰ تداول ایام کا تیرا قانون بجا پر اس میں رمز کیا ہے جواب ملا **و لیعلم اللہ الذین امنوا و یتخذ منکم شھداء** پروردگار حق کے علمبرداروں کی پسپائی دیکھ کر کچھ لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ تیری حمایت امریکا اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ ہے باری تعالیٰ نے اس

شبہ کی تردید فرمائی واللہ لا یحب الظالمین میں نے پوچھا رہا! کیا پسپائی وشکست میں کچھ اور حکمتیں بھی ہیں ارشاد ہوا لیمحص اللہ الذین آمنوا ویمحق الکافرین میں نے عرض کیا یا اللہ اپنی قوتِ قاہرہ سے ان ظالموں کو خود ہی تہس نہس کیوں نہیں کرتا اللہ نے جواب دیا ولو یشاء اللہ لانتصر منھم ولکن لیبلو بعضکم ببعض میں نے کہا خدایا ہم آزمائشوں کے قابل کہاں؟ ہمیں آزمائشوں میں مت ڈال۔ ارشاد ہوا: احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا و ھم لا یفتنون میں نے گھبرا کر کہا رب العالمین یہ آزمائش تو بہت کڑی ہے حق تعالیٰ نے فرمایا: ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء و زلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ میں نے بے ساختہ کہا اے اللہ اب تو ہم بھی مصائب سے لاچار ہو کر متی نصر اللہ کہنے پر مجبور ہو گئے یا اللہ مجھے بتا تیری نصرت کب آئے گی جواب ملا الا ان نصر اللہ قریب مگر میرا دل ناداں پھر بھی مطمئن نہ ہوا اور بولا میرے مالک بلاشبہ تیری نصرت و مدد نزدیک ہے مگر ہم کمزور ہیں بے صبرے ہیں مایوس ہونے لگے ہیں تو اتنا بتا دے تیری قریبی نصرت آئے گی کب؟ رب لم یزل نے ارشاد فرمایا حتی اذا استیئس الرسل و ظنوا انھم قد کذبوا جاء ھم نصرنا میں نے دریافت کیا خدایا تیری نصرت کی شرط کیا ہے حق تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی یا ایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم میں نے استفسار کیا مولا کفر مسلمانوں پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا ہے اس کا خالق کائنات نے علاج بتایا یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون و اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم واصبروا کفار کے مقابلے میں ہزاروں مسلمان شہید ہو جاتے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں تو اللہ نے فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتٰھم اللہ من فضلہ. ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون دل میں سوال پیدا ہوا اے اللہ جو

اس راہ میں زخمی ہیں جو کیوبا' پاکستان' شبرغان کے زندانوں میں قید ہیں جو طالبان لڑلڑ کر تھکن سے مجبور ہو گئے ان کے لیے کیا ارشاد ہے تو جواب ملتا ہے **یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم جنت تجری من تحتها الانهر و مسکن طیبة فی جنات عدن ذالک الفوز العظیم** میں نے عرض کیا یا اللہ یہ تو ادھار ہے نقد کیا ہے؟ فرمایا **و اخری تحبونها نصر من الله و فتح قریب و بشر المؤمنین** میرا شوق بڑھا اور درخواست کی یا اللہ مزید بشارت فرمایئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے **ولا تهنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین** میں نے سوال کیا یا رب العالمین کفار کے ظلم و ستم سے دل غم سے پھٹا جا رہا ہے اسے کیسے تسکین دوں؟ حق تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا **قاتلوهم یعذبهم الله بایدیکم و یخزهم و ینصرکم علیهم و یشف صدور قوم مومنین و یذهب غیظ قلوبهم** میں نے عرض کیا پروردگار کفریہ طاقتوں کی منصوبہ بندی بہت مستحکم اور سازشیں بہت گہری ہیں مسلمانوں کا کیا بنے گا ارشاد ہوا **و مکروا و مکر الله والله خیر الماکرین و یمکرون و یمکر الله والله خیر الماکرین: و ان الله موهن کید الکافرین** میں گویا ہوا خالق کائنات! کافر اپنی طاقت کے غرور میں کسی کو خاطر میں نہیں لا رہے ہیں تسلی دی گئی **سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا بالله** میں نے کہا یا اللہ اس بار تو دنیا کے کفار اور منافقین بڑی جمعیت اور وسائل کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اطمینان دلایا گیا **لا یقاتلونکم جمیعا الا فی قری محصنة او من وراء جدر** میں نے عرض کیا مولا! اسلام کو مٹانے کے لیے سب ایک ہو گئے ہیں حق تعالیٰ نے حقیقتِ حال کھولتے ہوئے فرمایا **باسهم بینهم شدید تحسبهم جمیعا و قلوبهم شتی** میں نے کہا یا اللہ کافر و منافق ہماری شکست پر ہنس رہے ہیں مجاہدین کی عزت کو داغدار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ نے اعلان فرمایا **ولله العزة ولرسوله و للمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون** میں نے تسلی پائی اور کہا ربا تیرا شکر ہے اب اطمینان ہو گیا اللہ نے ارشاد فرمایا **وعد الله الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من**

قبلهم و ليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم و ليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدوننى لا يشركون بى شيئا .

سامعین کرام! گھبرانے کی ضرورت نہیں مایوسی اور ناشکری کفر ہے **لا تقنطوا من رحمة الله** دو عشرہ قبل جہاد جیسی افضل ترین عبادت ہمارے معاشرے میں ایک اجنبی چیز تھی جہاد افغانستان نے ہمیں بلاشبہ مسلمان بنا دیا اور دنیا بھر سے شوق شہادت اور شوق جہاد سے سرشار نوجوان کھنچے چلے آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے خون شہید کی لالی نے اسلام کے چمن کو سیراب کر کے ایسا مہکایا کہ اس کی خوشبو سے ایک عالم معطر ہو گیا۔

مسلمانو! اٹھو اور **واعدوا لهم مااستطعتم من قوة** اور **ولا تهنوا ولا تحزنوا** پر عمل پیرا ہو کر اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلبہ اسلام کے لیے اپنی جانوں سے گزر جاؤ اور سنہرے حروف سے اپنی تاریخ رقم کر جاؤ۔

نہ گھبراؤ مسلمانو خدا کی شان باقی ہے
ابھی قرآن زندہ ہے ابھی اسلام باقی ہے

وما علينا الا البلاغ المبين

انتہا پسند کون؟ مغرب یا اسلام؟

الحمدللہ وحدہ: اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ: الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص (القرآن)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَشُدُّوْا يَشُدُّ اللہُ عَلَيْكُمْ. (الحدیث)

معزز علماء کرام اور بزمِ شامزئی شہیدؒ میں شریک طلبہ ساتھیو!

آج ہر طرف بدامنی اور بے سکونی کا بازار گرم ہے دنیا مادی ترقی کے عروج پر پہنچنے کے باوجود دور جاہلیت کا منظر پیش کر رہی ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا نے ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں پوری انسانیت پر اسلام کی حقانیت واضح کر دی اور دنیا دلیل سے سمجھ چکی ہے کہ آج کے تمام مسائل کا حل اسلام میں موجود ہے انسانیت اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہے لوگ دینِ فطرت کی آغوش میں آ رہے ہیں اہلِ مغرب دنیا کے اس رجحان کو دیکھ کر گھٹیا حرکتوں پر اتر آیا ہے کہیں تو بمباری اور حملوں اور کہیں بے جا الزام تراشیوں اور پروپیگنڈوں میں لگ چکا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ وہ اپنی ان گیدڑ بھبھکیوں سے اسلام کا راستہ روک دے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

محترم سامعین! مغربی میڈیا مسلسل مسلمانوں کو انتہا پسندی کی طرف منسوب کر رہا ہے لیکن آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ انتہا پسندی کیا ہے اور انتہا پسند کون ہے؟

انتہا پسندی دو لفظوں انتہاء اور پسند سے مرکب ہے پہلا لفظ عربی کا ہے جس کا معنی ہے اخیر، حد، انجام اور دوسرا لفظ پسند فارسی کا ہے جس کا معنی چاہنا اور تمنا رکھنا۔

اصطلاح میں انتہاء پسندی کا مفہوم یوں ادا کیا جاتا ہے کہ کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے عدل وانصاف اور اعتدال کے راستوں کو چھوڑ کر ہر جائز و ناجائز کو اختیار کرنا۔

محترم سامعین! دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہے اور مذہبی تعلیمات ہی کسی کو اچھے یا برے نظریات اپنانے پر مجبور کرتی ہیں اسلام میں کسی قسم کی انتہا پسندی کی گنجائش

نہیں ہے۔ اسلام' اعتدال ومیانہ روی کا مذہب ہے اور اپنے پیروکاروں کو ہر معاملے میں اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے جس سے اسلام کے سیاسی اصولوں کے اعتدال کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اسلام کے پیروکار' صراط مستقیم کے طلبگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کی صفت **وکذلک جعلنکم امۃ وسطا** بیان کی اور اگر کہیں ظلم کے مقابلے میں میدان میں اترنا ہو تو پھر اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اعتدال کا درس دیا ہے۔

و ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم بہ. (النحل)

ان آیات کے مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے

نہ افراط بہتر نہ تفریط اچھی
توسط کے درجہ میں ہر بات اچھی

معزز سامعین! مسلمان جب ملک پر ملک فتح کر رہے تھے تو اس وقت بھی اعتدال کے زریں اصولوں پر کاربند رہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل روم سے کچھ مدت کے لیے امن کا معاہدہ کیا تھا معاہدے کی مدت میں اسلامی لشکر نے سرحدات کی طرف کوچ کی اور جیسے ہی مدت پوری ہوئی تو دشمن پر حملہ آور ہوئے اور علاقے پر علاقے فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اسی دوران ایک صحابی عمرو بن عبسہ گھوڑا دوڑا کر لشکر اسلام کے پاس پہنچ گئے اور آواز لگائی **وَفَاءٌ لَا غَدَرَ** اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا ہے حضرت معاویہ نے یہ سن کر فوج کو واپس کیا اور مفتوحہ علاقے دشمن کو واپس کر دیئے' اندلس کی فتح میں اسلامی لشکر نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں سے کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ ہی ان کی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا جس طرح کہ عیسائیوں نے بعد میں مسلمانوں کی نسل کشی کی اور سندھ کی فتح میں محمد بن قاسم نے ہندوؤں کے وہ مندر دوبارہ تعمیر کرائے جو دوران جنگ مسمار ہوئے تھے۔

معزز سامعین! اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے' مغرب نے مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی' امریکا کی طرف سے جاپان اور ویت نام میں ایٹم بم گرانا' کوریا اور کیوبا سے ظالمانہ رویہ رکھنا' دوران جنگ وہاں کے عوام کا قتل عام کرنا پہلے سے ان کا وطیرہ رہا 9/11 کے بعد

مسلمانوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ امریکا کی انتہا پسندی کا سب سے بڑا مظہر ہے' بغیر کسی ثبوت اور عالمی اداروں کے تعاون کے افغانستان اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی وہاں کی حکومتیں ختم کر کے عوام پر امن وترقی اور خوشحالی کی راہیں بند کر دیں' لاکھوں بچوں اور عورتوں کا قتل عام کیا' کیوبا اور ابوغریب میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ اپنایا اور بغیر کسی مقدمے کے لوگوں کو پابند سلاسل کیا۔

سامعین محترم! اس پر بس نہیں خود اسلامی ممالک میں حالات خراب کر دیے حکومتوں کو عوام مخالف پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کیا دوسروں کو برداشت نہ کرنے میں حد کر دی جو عالمی شخصیات مغرب کی مخالف پائی گئیں ان کا قتل عام کیا' ہمارے ملک میں بغیر کسی قانونی اجازت کے علماء' ڈاکٹروں اور انجینئروں کو گھروں سے اٹھایا گیا' مدارس اور اہل مدارس کے خلاف جب دلیل سے بات نہ کر سکے تو علماء کرام کی شہادت کے لیے ٹارگٹ کلنگ کا طریقہ اپنایا۔ کئی علماء کو شہید کروایا' حال ہی میں سب کے شیخ امام المجاہدین پاکستان کے ملا عمر اور برصغیر کے شیخ احمد لیسین' جانشین حضرت لدھیانوی شہید' شیخ الحدیث نائب رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے گولیوں کا نشانہ بنایا' مختلف عبادت خانوں اور مساجد میں بم گرانے شروع کیے۔

محترم سامعین! غور کرنے کا مقام ہے کہ جہادِ افغانستان کے دوران ایک برطانوی عورت صحافی ریڈلی کی گرفتاری ہوئی اور وہ رہائی کے بعد طالبان کے سلوک سے متاثر ہو کر اسلام لائی اور اب برطانیہ میں ہر جگہ وہ اسلام کی نمایندگی کرتی نظر آتی ہے لیکن مغرب کی انتہاء پسندی اور عدمِ برداشت کو دیکھئے کے وہاں کے میڈیکل بورڈ نے اس کے مینٹلی ڈسٹرب ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کیا۔

اب آپ خود ان دلائل اور شواہد کی روشنی میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے کہ انتہاء پسند مغرب ہے یا وہ نہتے مسلمان جن کو آج پوری مغربی دنیا انتہا پسند کہہ رہی ہے۔

سامعین کرام! ان تمام انتہاء پسندیوں کے باوجود پھر بھی اہلِ مغرب اعتدال پسند اور بے چارے مظلوم مسلمان انتہا پسند کہلاتے ہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

وما علینا الا البلاغ المبین

علمِ حدیث میں علماء احناف کی خدمات

الحمدلله الذی خلق الارض والسماء' والصلوة والسلام علی خاتم الانبیاء' و علی اله و اصحابه النجباء' اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم' بسم الله الرحمن الرحیم ومن یوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا. (البقرة) و قال امام الانبیاء علیه الصلوة والسلام: نَضَّرَ اللهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا کَمَا سَمِعَهَا[1] او کما قال علیه الصلوة والسلام.

میرے انتہائی واجب الاحترام اساتذہ کرام' زعمائے ملت' عمائدین قوم اور بزمِ شاعرئی شہید" میں شریک طلبہ ساتھیو! آج جس عنوان کو موضوعِ سخن بنا رہا ہوں وہ "علمِ حدیث میں علماء احناف کی خدمات" کے عنوان سے معنون ہے۔

گرامی قدر حاضرین! یہ بات قابل غور ہے کہ اس مختصر سے وقت میں علماء احناف کی علم حدیث میں کون کون سی خدمات کا تذکرہ کروں اور کن کن خدمات سے نظر چراؤں' لیکن جب میں کتابوں کے مطالعہ میں غوطہ زن ہوتا ہوں' تو مجھے تدوینِ حدیث کے تین ادوار نظر آتے ہیں' پہلا اقدام حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کیا' دوسرا اقدام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں ہوا' علی اختلاف الاقوال امام زہری یا ابوبکر حزمی نے احادیث جمع کیں، تیسرا اقدام سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ نے کتاب الآثار کی تالیف کی صورت میں کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تدوین احادیث کے ادوار ثلاثہ میں سے ایک دور علماء احناف کی خدمات کا ہے۔

میرے دوستو! ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ میرا موضوع علماء احناف پر اعتراضات کے جوابات دینا نہیں' بلکہ صرف علماء احناف کی خدمات حدیث کا تذکرہ کرنا ہے چنانچہ جس طرح امام اعظم فقہ میں ہمارے جدِ اعلیٰ ہیں اس طرح دوسری طرف ائمہ حدیث کے بھی امام ہیں' امام اعظم نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث میں سے کیا' امام صدر

[1] (مشکوۃ ص ۳۵)

الائمہ مکی فرماتے ہیں: وَانْتَخَبَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ الْآ ثَارَمِنْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفِ حَدِيْثٍ. بروایت امام یحیٰ بن نصر امام صاحب کے حوالے سے فرماتے ہیں: سَمِعْتُ اَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ عِنْدِیْ صَنَادِيْقُ مِنَ الْحَدِيْثِ. امام صاحب نے ان چالیس ہزار احادیث کو اپنی سترہ مسانید کے اندر جمع کیا، جن میں مسند اعظم للدارقطنی، مسند امام ابن شاہین، مسند بن عقد جس کے اندر ایک ہزار سے زائد احادیث موجود تھیں، امام صاحب کی خدمات حدیث کا کیا کہنا کہ فقہاء اربعہ میں وحدانیت احادیث، صرف امام صاحب کی خصوصیت ہے، کیونکہ حضرت کو شرف تابعیت حاصل ہے، وحدانیت کے بعد دوسرا درجہ امام اعظم کی ثنائیات کا ہے، جس کی تعداد دوسو سے زائد ہے، ثنایات کے بعد تیسرا درجہ امام اعظم کی ثلاثیات کا ہے، جن کی تعداد ایک سوبیس سے زائد ہے، صحیح بخاری میں احادیث ثلاثیات کل بائیس ہیں، ذرا بخاری کے ثلاثیات کا حال سنیے، مکی بن ابراہیم حنفی سے گیارہ، ابوعاصم نبیل سے پانچ اور محمد بن عبداللہ حنفی سے تین ثلاثیات مروی ہیں اور یوں امام بخاری کا علو سند ان حنفی ائمہ کی مرہونِ منت ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر کہوں کہ امام صاحب کی علمِ حدیث کی خدمت کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین آپ کے بلاواسطہ یا بالواسطہ شاگرد تھے۔

جنابِ من! خدمتِ حدیث کے اندر احناف بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں، حفاظ حدیث ہوں یا فن جرح وتعدیل کے امام یا اسماء الرجال کے ماہرین، ہر فن کے اندر اونچا مقام رکھتے ہیں، جن کی خاصی طویل فہرست ہے، جن میں چند تلامذہ مثلاً: محدث العراق، وکیع بن جراح اور مرجع الخلائق، امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، سید الحفاظ، یحیٰ بن سعید القطان، ماہر نقاد، شیخ المحدثین، یحیٰ بن سعید اور علی بن مدینی نمایاں نظر آتے ہیں۔

محترم سامعین! امام صاحب کے بعد آپ کے تلامذہ نے حدیث کے کام کو آگے بڑھایا، امام ابو یوسف کے متعلق ملاجیون لکھتے ہیں کہ ان کو بیس ہزار موضوعات یاد تھیں، تا کہ لوگوں کو ان پر عمل کر کے گمراہ ہونے سے بچایا جائے، اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کو صحیح کتنی احادیث یاد ہونگی، امام محمد نے حدیث کی بلند پایہ کتاب موطا امام محمد تالیف کی جو آج بھی داخل نصاب ہے۔

ذرا توجہ چاہتا ہوں کہ جب تیسری صدی کے اندر ہم نظر دوڑاتے ہیں تو امام مزنی شافعی کے بھانجے احمد بن محمد ہمیں نظر آتے ہیں، جو احناف کی خدمات سے متاثر ہو کر اپنے مسلک کو چھوڑ کر فقہ حنفی کو اختیار کرتے ہیں اور پھر حدیث کی ایسی خدمت کی کہ حدیث کی مایہ ناز کتاب ''معانی الاثار'' تصنیف کی، صرف یہی نہیں، بلکہ کتاب ''مشکل الآثار'' سولہ جلدوں میں تالیف کی، یہ فن مشکل الاثار صرف ان تک محدود رہا، انہی خدمات کی بنا پر آج دنیا ان کو احمد بن محمد کی بجائے امام ابو جعفر الطحاوی کے نام سے جانتی ہے اور پھر ساتویں صدی کے اندر نظر دوڑائیں تو ہمیں علامہ قطب الدین ختائی جیسی شخصیت ملتی ہے، جنہوں نے بہترین کتاب الاہتمام بتلخیص الالمام شرح بخاری لکھی۔

آٹھویں صدی میں جبل علم، علامہ بدرالدین عینی جیسے حضرات ملتے ہیں، جنہوں نے بخاری کی شرح ''عمدۃ القاری'' تحریر کی اور نویں صدی کے اندر حسام الدین جیسی شخصیت ملتی ہے، جنہوں نے کنز العمال تصنیف کی دسویں صدی میں ملا علی قاری جیسی شخصیات نظر آتی ہیں، جنہوں نے مشکوۃ کی معروف شرح ''مرقاۃ'' تحریر کی لیکن جب اسلام کی کرنیں برصغیر میں نمودار ہوتیں ہیں، تو اس وقت علماء احناف نے علم حدیث کی خدمت کی ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند شیخ نور الحق نے ''تیسیر القاری'' کے نام سے بخاری کی شرح تالیف کی اور امام شاہ ولی اللہ نے موطا امام مالک کی دو شروحات متولی اور مصفی تصنیف کر ڈالیں اور پھر احناف میں علماء دیوبند نے علم حدیث کی وہ خدمت کی ہے کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضرت شیخ الہند نے چالیس سال تک درس حدیث دیا اور ایسے علماء تیار کیے جنہیں دیکھ کر اپنے تو اپنے غیر بھی ان پر رشک کرتے ہیں، انہی کے شاگردوں میں حضرت حسین احمد مدنی بھی ہیں، جنہوں نے پچاس سال تک درس حدیث دیا اور اٹھارہ سال تک روضۂ اقدس پر درسِ حدیث دیتے رہے۔

عزیزانِ من! چونکہ تصنیفی خدمات تا دیر باقی رہتی ہیں تو علماء احناف کی تصنیفی خدمات کا ذرا جائزہ لیتے ہیں تو حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ''فیض الباری'' کے نام سے بخاری کی شرح تالیف کی، اور خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے ابوداود کی شرح ''بذل المجہود'' تالیف کی، حضرت

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے تیس سال کی مسلسل جدوجہد کے ساتھ ''موطا امام مالک'' کی شرح ''اوجز المسالک'' اور بخاری کی شرح ''لامع الدراری'' تحریر کی اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے بیس جلدوں میں ''اعلاء السنن'' تحریر کی اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے مسلم کی شرح ''فتح الملہم'' تحریر کی' اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا' حضرت مولانا عبدالحق نے ''حقائق سنن'' تالیف کی' جامعہ کے سابق مہتمم مفتی احمد الرحمٰن کے والد مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری نے معارف ترمذی تصنیف کی' حضرت انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے ترمذی کی بہترین شرح ''معارف السنن'' تصنیف کی' حضرت بنوری کی زیر نگرانی مولانا محمد امین نے طحاوی کی شرح ''نثر الازہار'' تحریر کی اور حضرت بنوری کے شاگردوں میں حبیب اللہ مختار شہیدؒ نے ''کشف النقاب'' تحریر کی اور آخر میں موضوع کو سمیٹتے ہوئے آپ کو بتاتا چلوں کہ روئے زمین پر سب سے پہلا دارالحدیث ایک حنفی بادشاہ ابوالقاسم نورالدین نے بنایا تھا' جس کے متعلق ابن اثیر اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ وہ امام صاحب کے مذہب پر تھے اور آگے لکھتے ہیں:

وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ بَنىٰ دَارَ الْحَدِيْثِ علىٰ وَجهِ الْاَرْضِ وَوَقَفَ كُتُبًا كَثِيْرَةً

آخر میں صرف اتنا ہی کہوں گا:

اُولٰـئِکَ آبَـائِـیْ فَـجِـئْـنِـیْ بِـمِـثْـلِـهِـمْ
اِذَا جَـمَـعَـتْـنَـا یَـا جَـرِیْـرُ الْـمَـجَـامِـعُ

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

حقیقی مسلمان کے اوصاف

الحمد لله وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفى. أما بعد! الذين يقيمون الصلاة و ممارزقنهم ينفقون اولئك هم المومنون حقا. و قال النبی صلی الله عليه وسلم لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بَالطَّعَانِ وَلاَ بِاللَّعَانِ وَلاَ الْفَاحِشُ وَلاَ الْبَذِئ.[1]

سامعینِ محترم میں آج کی اس پر وقار محفل میں جس عنوان کو لے کر آیا ہوں وہ ہے ''حقیقی مسلمان کے اوصاف''

سامعین گرامی! اسلام امن وآشتی کا درس دیتا ہے اسلام عدل وانصاف کا سبق پڑھاتا ہے اور اسلام مساوات اور برابری اخوت و بھائی چارگی کا سبق پڑھاتا ہے جب مذہب اسلام اتنا پاکیزہ ہے تو یقیناً اس مذہب کے ماننے والے اور اس کے پیروکار باطنی صفات سے آراستہ ہوں گے یقیناً وہ ملکوتی شمائل سے متصف ہوں گے لفظِ مسلمان سلامتی سے ماخوذ و مشتق ہے لفظ مومن امن وامان سے مشتق ہے جس کے ماخذ میں امن وسلامتی کے معنی پنہاں ہوں، وہ یقیناً عالمِ دنیا کے لیے امن وآشتی اور سلامتی کا ضامن ہے۔

محترم سامعین! ایک حقیقی مسلمان کے اندر کیا اوصاف ہونے چاہئیں، وہ کن خصلتوں کا حامل ہو آیئے اس کے متعلق قرآن سے پوچھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان حقیقی مومن کون ہے تو قرآن اس کا جواب یوں دیتا ہے:

قد افلح المومنون

کامیابی اور فلاح سے ہمکنار ہونے والے مسلمان کی پہچان تمہیں کراتا ہوں وہ اللہ کے حضور نیاز سے کھڑے ہونے والا ہوتا ہے۔

الذين هم فی صلاتهم خاشعون

وہ بے ہودہ اور لغو باتوں سے کوسوں دور ہوتا ہے۔

---

[1] (مشکوۃ ص ۴۱۳)

والذین ھم عن اللغو معرضون

وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے محتاج و مسکین کی اعانت کرنے والا ہوتا ہے۔

والذین ھم للزکوۃ فاعلون

وہ عصمت وحیا کا پیکر ہوتا ہے۔

والذین ھم لفروجھم حفظون

وہ پیکر عہدووفا اور مجسم امین ہوتا ہے۔

والذین ھم لامنتھم وعھد ھم راعون

اور وہ حد درجہ نمازوں کا پابند ہوتا ہے۔

والذین ھم علی صلواتھم یحافظون

نتیجتاً یہی بندہ جنت کا حقیقی وارث اور فردوسِ بالا کا مکین و مستحق بنتا ہے۔

اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس

سامعین گرامی: آیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وارشادات میں حقیقی مسلمان کے کیا اوصاف وارد ہوئے ہیں کچھ دیر اس کا جائزہ لیتے ہیں فرمایا مومن نہ طعن و تشنیع کرنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔

لَیْسَ الْمومنُ بِالطعَّانِ وَلَا بَاللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِی۔[1]

ایک حقیقی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کیلئے آئینہ بن کر اسکے عیب بتاتا تو ہے لیکن اعلان کرتا نہیں پھرتا۔

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ۔[2]

حقیقی مسلمان بھائی چارگی اور اخوت کا مجسم ہوتا ہے۔

اَلْمُسْلِمُ اَخو الْمُسْلِم۔[3]

جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچتی۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِہٖ۔[4]

۱(مشکوۃ ص ۴۱۳) ۲(مشکوۃ ص ۴۲۲) ۳(بخاری ۲/۱۰۲۸) ۴(بخاری ۱/۶)

لوگوں کے مال جان کا ضامن اور محافظ ہوتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ.

حقیقی مسلمان سادہ لوح اور بھولا بھالا ہوتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ.

اور وہ اپنے دوسروں کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ.[1]

بے ہودہ اور لغویات سے دور ہوتا ہے۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ.[2]

اس کا پڑوسی اس کے شر اور ایذا رسائی سے محفوظ ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ.

مسلمان جسد واحد کے مانند ہوتا ہے اگر جسم کے کسی ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو باقی اعضاء بھی شریکِ غم رہتے ہیں۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ وَ اِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ۔[3]

شیخ سعدی نے اس کی ترجمانی یوں کی۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر ند — کہ در آفرینش زیک جوہر ند

تو کز محنت دیگراں بے غمی — نشاید کہ نامت نہند آدمی

سامعینِ محترم! حقیقی مسلمان امت کا غم خوار ہوتا ہے جمعیت کا عملی علمبردار ہوتا ہے

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا۔[4]

سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کرامت کے سرمایہ واثاثہ کی حفاظت کرتا ہے دنیا کے کسی کونے میں کوئی مسلمان تڑپتا ہے تو یہ بھی تڑپتا ہے کوئی بھوکا رہتا ہے تو اس کی بھی نیند حرام ہوجاتی ہے وہ

---

[1] (بخاری ۱/۶) [2] (مشکوۃ ص ۴۳۲) [3] (مشکوۃ ص ۴۲۲) [4] (مشکوۃ ص ۴۲۲)

کیسا مسلمان ہے جو پیٹ بھر کر خواب کی آغوش میں مست ہو کر خراٹے لیتا رہے اور اس کا پڑوسی نانِ جویں کے لیے ترستا رہے۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلٰى جَنْبِهٖ.[1]

یہ ایک ایسا عنوان ہے کہ اس کے لیے ضخیم کتابیں بھی ناکافی ہیں لیکن اس فلسفے کو خواجہ میر درد نے ان دو مصرعوں میں یوں سمجھا دیا ہے۔

خنجر لگے کسی کو تڑپتے ہیں میر ہم
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین



[1] (مشکوۃ ص ۴۲۳)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد لولیہ والصلاۃ علی نبیہ

تعوذ تسمیہ قال اللہ تعالیٰ: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ[1]

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے
دنیا کو دیا پیغامِ سکوں طوفانوں کے رخ موڑ دیئے
اس محسنِ عالم نے کیا کچھ نہ دیا انسانوں کو
دستور دیا، منشور دیا، کئی راہیں دیں، کئی موڑ دیئے

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور بزمِ شامزئی شہید میں شریک طلبہ ساتھیو! آج میں آپ لوگوں کے سامنے سرورِ دو عالم، فخرِ محشر، شافع کوثر، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے چند حقائق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سامعینِ کرام! عرب میں یہ نام مشہور نہ تھا، لیکن جیسے فرشتے کی بشارت سے حضرت ہاجرہ نے اپنے بیٹے کا نام اسمٰعیل رکھا، حضرت مریم نے فرشتے کی بشارت سے اپنے بیٹے کا نام یسوع رکھا، اسی طرح سیدنا آمنہ نے فرشتے کی بشارت سے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا چنانچہ زمین پر آپ کا نام محمد ہے اور آسمان پر احمد ہے، توریت میں محمد ہے، انجیل میں احمد ہے ایک دوسری حقیقت بھی سامنے رکھیں وہ یہ کہ آپ کے نام کو حمد سے خصوصی مناسبت ہے، آپ حامد ہیں تو رب العزت محمود ہیں آپ حماد ہیں تو مقامِ شفاعت کا نام محمود ہے، آپ حمید ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت حماد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا نام **لواء الحمد** ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے لاکھوں اربوں انسانوں کو اللہ کی تعریف پر لگا دیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بھی، احمد بھی، حماد بھی، حمید بھی، محمود بھی ہیں، پھر کیوں نہ کہوں۔

---

[1] (سورۃ الممتحنہ آیت ۶) [2] (سورۃ یوسف آیت ۱۰۸) [3] (ابوداؤد ۵/۵۷ رقم ۳۳۳۰)

وہ محمد بھی، احمد بھی، محمود بھی
حسن مطلق کے شاہد اور مشہود بھی

سامعینِ کرام! محمد کا معنی عربی لغت میں یہ ہے کہ وہ شخص جس کی تعریف بار بار کی جائے، میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف انسانوں نے کی، جنات نے بھی کی فرشتوں نے بھی کی، یہاں تک کہ ربِ ذوالجلال نے کلام مقدس میں میرے اور آپ کے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار تعریف کی۔

میرے پیغمبر مصطفیٰ ہیں تو قرآن کہتا ہے: ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحا و ال ابراھیم
میرے پیغمبر مجتبیٰ ہیں تو قرآن کہتا ہے: ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء
میرے پیغمبر احمد ہیں تو قرآن کہتا ہے: و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
میرے پیغمبر یٰسین ہیں تو قرآن کہتا ہے: یٰسین والقرآن الحکیم
میرے پیغمبر طٰہٰ ہیں تو قرآن کہتا ہے: طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی
میرے پیغمبر کملی والے ہیں تو قرآن کہتا ہے: یا ایھا المزمل
میرے پیغمبر چادر والے ہیں تو قرآن کہتا ہے: یا ایھا المدثر
میرے پیغمبر داعی الی الخیر ہیں تو قرآن کہتا ہے: وداعیا الی اللہ باذنہ
میرے پیغمبر ہادی و منذر ہیں تو قرآن کہتا ہے: انما انت منذر و لکل قوم ھاد
میرے پیغمبر روشن چراغ ہیں تو قرآن کہتا ہے: سراجًا منیرا
میرے پیغمبر شاہد ہیں تو قرآن کہتا ہے: انا ارسلنک شاھدا
میرے پیغمبر نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں تو قرآن کہتا ہے: وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا
میرے پیغمبر کتاب وحکمت کے معلم ہیں تو قرآن کہتا ہے: و یعلمھم الکتاب والحکمۃ
میرے پیغمبر صادق ہیں تو قرآن کہتا ہے: والذی جاء بالصدق
میرے پیغمبر برہان ہیں تو قرآن کہتا ہے: قد جاء کم برھان من ربکم
میرے پیغمبر سراپا رحمت ہیں تو قرآن کہتا ہے: وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین
میرے پیغمبر صاحب خلق عظیم ہیں تو قرآن کہتا ہے: انک لعلی خلق عظیم
میرے پیغمبر خاتم النبیین ہیں تو قرآن کہتا ہے: ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین

میرے پیغمبر عبدِ کامل ہیں تو قرآن کہتا ہے: **سبحان الذی اسری بعبدہ**

میرے پیغمبر کیلئے رفعت کامل ہے تو قرآن کہتا ہے: **ورفعنالک ذکرک**

میرے پیغمبر صاحب کوثر ہیں تو قرآن کہتا ہے: **انا اعطینک الکوثر**

میں کیوں نہ کہوں۔

تکبیر میں، کلمے میں، نمازوں میں، اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نام محمد

سامعینِ کرام! میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، جواہر پاروں سے آئے، آدم علیہ السلام کا خُلق، شیث علیہ السلام کی معرفت، نوح علیہ السلام کا جوشِ تبلیغ، ابراہیم علیہ السلام کا ولولہ توحید، اسمٰعیل علیہ السلام کا ایثار، اسحٰق علیہ السلام کی رضا، صالح علیہ السلام کی فصاحت، لوط علیہ السلام کی حکمت، موسیٰ علیہ السلام کا جلال، ہارون علیہ السلام کا جمال، یعقوب علیہ السلام کی رضا، داؤد علیہ السلام کی آواز، ایوب علیہ السلام کا صبر، یونس علیہ السلام کی اطاعت، یوشع علیہ السلام کا جہاد، دانیال علیہ السلام کی محبت، الیاس علیہ السلام کا وقار، یوسف علیہ السلام کا حُسن، یحییٰ علیہ السلام کی پاک دامنی، عیسیٰ علیہ السلام کا زہد و تقویٰ، میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ کے لعل، عائشہ، حفصہ کے سرتاج، فاطمہ، زینب، رُقیہ، اُم کلثوم کے باپ، حسن و حسین کے نانا، رب ذوالجلال کے حبیب بن کر آئے۔

صلوۃ اللہ، کلیم اللہ، جہاں دیکھا تو یہ دیکھا
اگر لکھا ہوا دیکھا، خدا تو محمد بھی لکھا دیکھا

سامعینِ محترم! مختصر بات یہ ہے کہ بس اللہ تعالیٰ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے، جو اللہ کو مانے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانے، تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، اگر توحید کا اقرار کرے تو رسالت کا بھی اقرار کرنا پڑیگا، جو رب کی کبریائی کو مانتا ہے، تو اس کو مصطفیٰ کی مصطفائی کو بھی ماننا پڑیگا، ادھر عبادت کرتا ہے ادھر محبت کرنی ہوگی، ادھر سجدہ کرتا ہے تو ادھر محبت کرنی ہوگی، ایمان تب ہی مکمل ہوگا، نجات تب ہی حاصل ہوگی۔

حسن محمد کو دیکھ کر سوچتی ہے یہ دنیا
وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

وما علینا الا البلاغ المبین